زندگی بے بندگی شرمندگی

۱

آخرت

بنت الاسلام

Marfat.com

Marfat.com

زندگی بے بندگی شرمندگی : ۱

آخرت

بنتُ الاسلام

DAH M-28426

ادارۂ بتول

سیّد پلازہ ۳۰ فیروزپور روڈ لاہور

Marfat.com

297.46
ب 746 آ
۱۴۵۷۵۲

طابع وناشر: ———— ادارۂ بتول

مطبع : ———— اے این اے پرنٹرز

بار اوّل :	————	۱۹۷۰ء	۱۱۰۰
بار یازدہم :	————	۱۹۸۷ء	۱۱۰۰
بارہواں ایڈیشن :	————	۱۹۸۸ء	۱۱۰۰
تیرھواں ایڈیشن	————	۱۹۸۸ء	//
چودھواں ایڈیشن	————	۱۹۸۹ء	//
پندرھواں ایڈیشن	————	۱۹۹۱ء	//
سولھواں //		۱۹۹۲ء	//
سترھویں بار		۱۹۹۳ء	//
اٹھارویں //		۱۹۹۵ء	//
انیسویں //		۱۹۹۶ء	//
بیسویں //		۱۹۹۷ء	//

قیمت: ۵۰ روپے

Marfat.com

ترتیب

عنوان	صفحہ
تبلیغ کی اہمیت	۷
کچھ معروضات	۱۵
آخرت کے متعلق تین نظریے	۱۷
نظریۂ انکارِ آخرت	۱۸
نظریۂ تناسخ	۲۱
انبیاء کا بتایا ہوا نظریہ	۲۲
زندگی کی بے ثباتی	۲۴
موت اور جنازہ	۳۶
قبر یا عالم برزخ	۴۹
قیامت	۶۴
قیامت کی علامات	۶۴
قیامت کا وقوع	۶۹

Marfat.com

عنوان	صفحہ
نامۂ اعمال اور حساب	۸۳
میزان، صراط، شفاعت، کوثر	۹۹
میزان، صراط	۱۰۰
شفاعت	۱۰۴
حوض کوثر	۱۰۹
بہشت اور دوزخ	۱۱۳
بہشت	۱۲۵
رویت باری تعالیٰ	۱۴۳
دوزخ	۱۴۹
بہشت کے مستحق کون ہیں	۱۶۴
دوزخ کے مستحق کون ہیں	۱۷۷
فکر آخرت اور شوق آخرت	۱۸۵
فکرِ آخرت	۱۸۶
شوقِ آخرت	۲۰۴
انسانی زندگی پر عقیدۂ آخرت کا اثر	۲۱۳
دیانت داری	۲۱۴
شجاعت	۲۱۰
صبر و استقامت	۲۲۲

Marfat.com

عنوان	صفحہ
سیر چشمی اور عالی ظرفی	۲۲۶
جذبۂ خیرات	۲۳۵
وقت کی قدر	۲۳۸
آخرت کا دوام	۲۴۲

Marfat.com

Marfat.com

تبلیغ کی اہمیّت

کلام پاک میں سورۃ آل عمران آیت ۱۰۴ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ :

" اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونا ضروری ہے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

اس آیت میں مسلمانوں کو واضح طور پر حکم دیا گیا ہے کہ وہ برائیوں کو روکنے اور بھلائیوں کے پھیلانے کا بندوبست کئے رکھیں، اور ان میں مستقل طور پر ایک گروہ ایسا رہنا چاہیئے جو اس فریضے کو انجام دیتا رہے۔ پھر اس تبلیغ کرنے والے گروہ کے متعلق فرمایا ہے کہ یہی لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔

اسی سورت کی آیت نمبر ۱۱۰ میں اللہ تعالیٰ نے امّت مسلمہ کی تعریف فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے :

" تم بہترین جماعت ہو جو لوگوں کے لیئے ظاہر کی گئی ہے۔ تم نیک کام

Marfat.com

کرنے کا حکم دیتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

اس آیت میں بھی امت مسلمہ کو بہترین امت کہنے کی وجہ جو ساتھ ہی بتا دی گئی ہے یہی ہے کہ وہ دنیا میں نیکی پھیلانے اور برائی کی جڑ کاٹنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے (کسی کو) ہدایت کی طرف بلایا اُسے اتنا ہی اجر ملے گا جتنا ان لوگوں کو ملے گا جو اس کا کہا مان کر ہدایت اختیار کریں گے بغیر اس کے کہ ان (ہدایت اختیار کرنے والوں) کے اجروں میں سے کچھ کم کیا جائے۔ اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا اُسے اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا ان لوگوں کو ہوگا جو اس کا کہا مان کر اس گمراہی کو اختیار کریں گے بغیر اس کے کہ ان (گمراہی اختیار کرنے والوں) کے گناہوں میں سے کچھ کم کیا جائے۔

(ابوداؤد)

مندرجہ بالا آیات و احادیث سے وضاحت کے ساتھ پتہ چل جاتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے تبلیغ کرتے رہنا کس قدر ضروری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تبلیغ وہ فریضہ ہے جسے ادا کئے بغیر امت مسلمہ کبھی بھی عزت و وقار کے اس مقام پر نہیں رہ سکتی جو اللہ تعالیٰ نے درحقیقت اس کے لیے معین کیا تھا۔ جب تک مسلمانوں میں تبلیغ کا جذبہ موجود رہا وہ دنیا میں سربلند و سرفراز رہے اور جب سے انہوں نے اس اہم فریضے سے غفلت برتنی شروع کی وہ اپنے وطنوں کے اندر بے وطن ہو کر رہ گئے۔

تبلیغ عملی بھی ہوتی ہے، قولی بھی اور قلمی بھی ـــ اور یہ تینوں اپنی اپنی جگہ انتہائی اہم اور ضروری ہیں۔ تاہم قلمی تبلیغ میں ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس کا

Marfat.com

دائرہ اثر دور دور تک پھیل جاتا ہے اور اس سے بے حد وحساب لوگ متاثر ہو سکتے ہیں۔ ایک مخلص دل سے نکلی ہوئی نصیحت جب تحریر میں محفوظ ہو جائے تو پھر یہ اندازہ لگانا ممکن نہیں ہوتا کہ کتنے لوگ اسے پڑھیں گے، اور کتنے متاثر ہوں گے۔ زبان سے بات صرف اسی سے کی جاسکتی ہے جو سامنے موجود ہو، عمل بھی صرف اسی کو دکھایا جا سکتا ہے جو دیکھ رہا ہو۔ مگر تحریر وہ ذریعہ ہے جس سے انسان ان بے شمار لوگوں کو بھی مخاطب کر لیتا ہے۔ جو نہ سامنے موجود ہوتے ہیں نہ دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ تحریر کے ذریعے ان انسانوں کو بھی مخاطب کیا جاسکتا ہے جنہوں نے صدیوں بعد پیدا ہونا ہوتا ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ محمد بن عبدالوہاب، امام ابن تیمیہ کی تحریروں سے متاثر ہوئے تھے اور یہ تحریریں اس مخلص خادم دین نے محمد بن عبدالوہاب کی پیدائش سے مدتوں پہلے لکھی تھیں۔

زیر نظر کتاب بھی اس جذبے کے ساتھ لکھی گئی ہے جس جذبے نے تاریخ اسلام کے بے شمار مصلحین کو قلم اٹھانے پر مجبور کیا تھا۔ اگرچہ ان عالی وقار قلموں میں اور اس عاجز قلم میں جس نے یہ کتاب مرتب کی ہے زمین آسمان کا فرق ہے مگر دل کا درد بہر حال وہی ہے جن فضاؤں میں عقاب اڑتا ہے انہیں میں ممولا بھی اڑتا ہے۔ اگرچہ ممولے کی اڑان کو عقاب کی پرواز سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے تاہم ممولا بھی امکان بھر تو اُڑ ہی لیتا ہے۔ مقصد تو صرف یہ ہے کہ اس خَیْرُ اُمَّۃٍ کی سربلندی کے لیے ہر ممکن کوشش کر لی جائے۔ کون کہہ سکتا ہے شاید وہ جلیل و عظیم مالک ممولے کی اڑان کو بھی شرف قبولیت بخش ہی دے۔

حالات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہو، وہ اس حد پر کبھی نہیں پہنچتے کہ اصلاح کی کوششوں کو بے کار سمجھ لیا جائے۔ ایسے ہی حالات کتنے ہی خوشگوار کیوں نہ ہوں،

Marfat.com

یہ صورت بھی کبھی پیدا نہیں ہوتی کہ انہیں مزید خوشگوار بنانے کی ضرورت ختم ہو جائے۔ اس لیے مسلمانوں کو دنیا میں سربلندی حاصل ہو یا وہ قعرِ مذلت میں گرے ہوئے ہوں تبلیغ کی ضرورت کبھی ختم نہیں ہوتی۔

پھر تبلیغ صرف بیرونی ہی ضروری نہیں اندرونی بھی اتنی ہی ضروری ہے۔ غیر مسلموں کو اسلام کی طرف بلانے کے علاوہ یہ بھی بے حد ضروری ہے کہ خود مسلمان کہلانے والوں کو صحیح معنوں میں مسلمان بننے کی طرف توجہ دلائی جاتی رہے۔ اگرچہ یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ نئی نسلیں تیزی سے غیر اسلامی نظریات و افکار سے متاثر ہوتی چلی جا رہی ہیں اور ان میں سے ایک گروہ تو دین سے اتنا دور جا چکا ہے کہ ان کا واپس آنا بظاہر بے انتہا مشکل نظر آتا ہے تاہم اس صورت حالات سے کسی قسم کی کوئی دل شکستگی ہرگز پیدا نہیں ہونی چاہیئے۔ سورۃ الاعراف آیت ۱۶۴ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"اور (وہ وقت یاد کرو) جب ان میں سے ایک جماعت نے یوں کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کیے جاتے ہو، جن کو اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت سزا دینے والا ہے (ان نصیحت کرنے والوں) نے جواب دیا کہ تمہارے (اور اپنے) رب کے روبرو عذر کرنے کے لیے اور اس لیے (بھی) کہ شاید یہ لوگ ڈر ہی جائیں۔"

آیت میں دو حقیقتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور دونوں خاص طور پر قابل غور ہیں۔ پہلی یہ کہ اہل ایمان تبلیغ اس لیے کرتے ہیں کہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ سے کہہ سکیں کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا تھا۔ ماننا یا نہ ماننا سننے والوں کی مرضی اور قسمت پر منحصر تھا۔ اور دوسری یہ کہ جن لوگوں پر تبلیغ کی جا رہی ہو، وہ کتنے ہی لاپرواہ اور مخالف اسلام کیوں نہ نظر آتے ہوں، اس بات کا امکان

Marfat.com

بہر حال موجود ہوتا ہے کہ وہ خدا کے پیغام سے متاثر ہو جائیں۔ اور خدا سے ڈر کر اپنی روش بدل لیں۔

جہاں تک پہلی حقیقت کا تعلق ہے اگر انسان اس بات کو پیش نظر رکھے کہ اس کا فرض اتنا ہی ہے کہ پیغام کو حکمت اور عمدگی سے پہنچا دے تو تبلیغ کو بظاہر بے اثر دیکھ کر جو یاس اور دل شکستگی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ کبھی نہ ہو۔ تبلیغ کرنے والے کو یہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ وہ صرف پیغام پہنچانے کا ذمہ دار ہے، کسی کا کان پکڑ کر اسے زبردستی راہِ حق پر گامزن کر دینے کا ذمہ دار نہیں۔ حق کی طرف بلانے والے نے جس برتر ہستی کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہ کوشش کی تھی، اگر اس کی نیت میں خلوص ہے تو اس خالق اکبر نے اس کی کوشش کو ضرور قبول فرما لیا ہے۔ اگر بظاہر تبلیغ کا اثر ہوتا نظر نہیں آتا تو یہ قطعی گھبرانے کی بات نہیں۔ اگر فوری اثر نہیں ہوا ہے تو کچھ عرصہ بعد ہو جائے گا۔ لیکن ہوگا انشاءاللہ ضرور، کیونکہ اللہ تعالیٰ خلوصِ دل سے کی ہوئی کوشش کو کبھی رائیگاں نہیں جانے دیتا۔

باقی رہی یہ بات کہ بعض لوگ اسلام کی عملی اور قولی مخالفت میں اس حد تک جا پہنچے ہوتے ہیں کہ بظاہر ان کے واپس آنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہوتا تو اس معاملے میں بھی بالکل ناامید ہو جانے کی ضرورت نہیں۔ انسان کی قلبی کیفیات بڑی پراسرار ہوتی ہیں۔ کٹر سے کٹر دل میں بھی کسی وقت ایسی نرمی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ حق کو قبول کرنے کے لیے کھل جاتا ہے۔ اس لیے یہ سمجھنا کہ جو شخص بظاہر غیر اسلامی روشوں کا بے حد دلدادہ نظر آتا ہے وہ کبھی تبلیغ سے متاثر ہی نہیں ہوگا بنیادی طور پر غلط ہے۔

اس کتاب کی ترتیب کا خیال سالہا سال سے ذہن میں تھا۔ اور کوشش یہی تھی کہ ان بنیادی صفات پر مواد بہم پہنچایا جائے جن کے پیدا ہونے سے پھر ثانوی

Marfat.com

حیثیت کی صفات خود بخود ہی پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں ۔ مثلاً اگر دل میں خدا کی سچی محبت اور خدا کا حقیقی خوف پیدا ہو جائے تو پھر یہ اشتیاق خود بخود ہی پیدا ہو جائے گا کہ ایسے کام کریں جو اس کی رضا کے حصول میں مدد دیں اور اس کے قہر سے بچائیں۔ ایسے ہی اگر دل کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عشق اور آپؐ کی اطاعت کرنے کا جذبہ پیدا ہو جائے گا تو پھر خود بخود ہی آپؐ کے لائے ہوئے دین پر چلنے کا شوق بھی اُبھر آئے گا۔ اسی طرح اگر دلوں میں حیا پیدا ہو جائے گی تو پھر اخلاقی بے راہ رویوں اور عریانیوں کی راہیں خود بخود ہی مسدود ہوتی شروع ہو جائیں گی ۔

ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں جو عام بگاڑ پیدا ہو چکا ہے اسے پیش نظر رکھتے ہوئے بڑے غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ اس کتاب میں مندرجہ ذیل تیرہ موضوعات کو بنیادی صفات کی حیثیت سے پیش کیا جائے ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے توقع ہے کہ اگر ہم ان صفات کو اپنا لیں تو پھر انشاء اللہ دوسری اسلامی صفات خود بخود ہی پیدا ہوتی چلی جائیں گی ۔ ان موضوعات کی تفصیل حسب ذیل ہے :

۱۔ عقیدۂ آخرت

۲۔ حبِّ الٰہی اور خشیت الٰہی

۳۔ حبِّ رسول اور اطاعتِ رسولؐ

۴۔ حمیت اسلام اور جذبۂ تبلیغ

۵۔ حصولِ علم دین کا شوق

۶۔ اسلامی عبادات کی پابندی

۷۔ تزکیۂ نفس

Marfat.com

۸۔ اخوت اسلامیہ
۹۔ دیانت داری
۱۰۔ حیا
۱۱۔ نظم وضبط
۱۲۔ ازدواجی زندگی کے اسلامی اصول
۱۳۔ اسلامی ثقافت

کتاب کا مواد اکٹھا کرنے میں سالہا سال لگ گئے اور وہ مواد اتنا زیادہ ہو گیا کہ اگر اسے ایک جلد میں رکھا جاتا تو کتاب بہت زیادہ ضخیم ہو جاتی۔ اس لیے مناسب سمجھا گیا کہ اسے چھوٹے چھوٹے حجم کے مختلف حصوں میں شائع کیا جائے۔ اس سلسلے کا پہلا حصہ حاضر خدمت ہے جو اسلام کے عقیدہ آخرت سے تعلق رکھتا ہے اس کے بعد انشاءاللہ اپنے وقت پر بقیہ حصے بھی حاضر خدمت ہوتے رہیں گے۔

عقیدۂ آخرت کو سب سے پہلے پیش کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اصلاح کے سلسلے میں یہ عقیدہ جڑ اور بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب انسان کے دل میں یہ بات نقش ہو جاتی ہے کہ میں نے ایک دن کہیں جا کر اپنے اعمال کا جواب دینا ہے اور میرے اعمال مجھے ابدی راحت بھی دے سکتے ہیں اور دائمی عذاب بھی تو پھر اس کے دل میں خود بخود ہی یہ تلاش پیدا ہو جاتی ہے کہ کیا کروں کہ عذاب سے بچ جاؤں اور راحت حاصل کروں، اور پھر یہ اندرونی جذبۂ تلاش اُسے خود بخود ہی خدا، رسول، نماز، روزے، دیانت وامانت، پرہیزگاری وپاکبازی، خداترسی وفرض شناسی کی راہوں کی طرف لیے چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاک کلام میں دیکھیے کہ جو آیات اور سورتیں بالکل ابتدائی زمانے میں نازل

Marfat.com

ہوئی تھیں۔ ان میں عقیدہ آخرت کا بکثرت ذکر آتا ہے۔

کتاب میں حتےٰ الامکان اس بات کا بھی دھیان رکھا گیا ہے کہ جو کچھ بھی کہا جائے وہ زیادہ تر قرآن، حدیث، تاریخ اور سیر کی زبان میں کہا جائے اور اپنی زبان کم سے کم استعمال کی جائے۔

آخر میں ہم اللہ رب العالمین سے دست بدعا ہیں کہ ہماری ان حقیر کوششوں کو شرف قبولیت بخشے اور امت مسلمہ کو صحیح معنوں میں "خَيْرُ اُمَّةٍ" بننے کا شرف عطا فرمائے اور اسے اس قابل بنائے کہ اس کے ذریعے بنی نوع انسان اپنی ابدی نجات کی راہ پر گامزن ہو سکیں۔ آمین ثم آمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

بنتُ الاسلام

کچھ معروضات

خدائے ذوالجلال والاکرام کا بے پایاں شکر ہے کہ اس کتاب کا ساتواں ایڈیشن شائع ہونے تک اس سلسلے کی آٹھ کتابیں طبع ہو چکی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ آخرت

۲۔ حب الٰہی

۳۔ داعی کے اوصاف

۴۔ نفس کا تزکیہ

۵۔ صلوٰۃ و زکوٰۃ

۶۔ صیام رمضان و حج بیت اللہ

۷۔ حقوق العباد

۸۔ علم

کتابوں کے موضوعات کے معاملے میں بعض وجوہ کے باعث وہ ترتیب قائم نہ رہ سکی جو دیباچہ طبع اول میں بیان ہوئی ہے۔ اس ترتیب کے لحاظ سے تیسرے

Marfat.com

منیر کی کتاب حبّ رسولؐ کے بارے میں ہونی چاہیئے تھی مگر اس کی اہمیت کے پیشِ نظر یہ ضروری سمجھا گیا کہ اس کے بارے میں اور زیادہ مطالعہ کر لیا جائے اور مزید معلومات حاصل کر لی جائیں۔ ایسے ہی اسلامی عبادات کو ایک جلد میں نہ رکھا جا سکا اور اس کے لیے دو جلدیں بنانی ضروری محسوس ہوئیں۔ ازدواجی زندگی کے اسلامی اصولوں کو بھی حقوق العباد کا حصّہ بنا دیا گیا۔ "نظم وضبط" اور "اسلامی ثقافت" کے بارے میں یہ بہتر سمجھا گیا کہ ان موضوعات پر مشتمل کتابیں لکھنے کے بجائے ان کے ضروری حصّے اس سلسلے کی بقیہ کتب میں مناسب جگہوں پر آتے جائیں۔ اب نئی ترتیب کی رو سے مندرجہ ذیل عنوانات سے تعلق رکھنے والے تین حصّوں کو مرتب کرنا باقی ہے۔

۹۔ اخوتِ اسلامی

۱۰۔ قرآنیات

۱۱۔ "سِرَاجًا مُّنِیْرًا"

اسی طرح انشاء اللہ یہ سلسلہ جو آخرت اور حُبِّ الٰہی سے شروع ہوا تھا عشقِ رسولؐ پر پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی سے دعا ہے کہ وہ اس سلسلے کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اسے شرفِ قبولیت بخشے۔ آمین

—— بنت الاسلام

Marfat.com

آخرت کے بارے میں تین نظریے

آخرت کے بارے میں آج تک جتنے نظریے قائم ہوئے ہیں انہیں تین حصوں میں بانٹا جا سکتا ہے۔

کچھ لوگ ایسے رہے ہیں، اور اب بھی ہیں، جن کا خیال ہے کہ موت کے ساتھ ہی انسانی زندگی ہمیشہ کے لیے ختم ہو کر رہ جاتی ہے، اور اس کے بعد کچھ نہیں ہے۔ نہ کوئی دوسری زندگی ہے، نہ جزا و سزا، نہ جنّت و دوزخ۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور الہامی مذاہب کو نہیں مانتے وہ آخرت کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

دوسرا نظریہ یہ رہا ہے کہ روحیں جسم کے لباس میں آتی ہیں۔ ایک روح جب ایک جسم میں زندگی گزار لیتی ہے اور جسم مر جاتا ہے تو روح پھر کسی اور جسم میں دوبارہ دنیا میں آ جاتی ہے، اور ایسے ہی ہوتا رہتا ہے، یعنی ہر روح جسم بدل بدل کر بار بار دنیا میں آتی رہتی ہے۔ اس عقیدے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ روح ایک جسم

Marfat.com

میں جس طریقے سے زندگی گزارتی ہے اس کا دوسرا جنم اس کے نتیجے کے طور پر ہوتا
اس کی روح پھر ایک اچھے انسان ہی کی شکل میں آ جائے گی۔ لیکن ایک جسم
میں اگر اس نے بُرے اعمال کیئے ہوں گے۔ تو دوسری دفعہ
ہے۔ یعنی ایک جسم میں اگر کسی انسان نے نیک اعمال کیسے ہوں گے تو دوسری دفعہ
وہ کسی بُرے انسان یا کسی جانور مثلاً کتے، بلی، سانپ، چوہے وغیرہ کی شکل میں پیدا
ہوگا تاکہ اپنے پہلے جنم کے کیے ہوئے بُرے اعمال کی سزا پائے۔ اس عقیدے
کو "عقیدۂ تناسخ" کہا جاتا ہے۔ دُنیا میں بہت سے لوگ اسے مانتے رہے ہیں
اور اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو اس کو مانتے ہیں۔

آخرت کے بارے میں تیسرا نظریہ وہ ہے جو شروع سے انبیاء بتاتے آئے
ہیں۔ اس نظریے کا خلاصہ یہ ہے کہ موجودہ زندگی بے ثبات ہے۔ اس نے لازماً
موت پر ختم ہو جانا ہے مگر موت بالکلیہ فنا نہیں، بلکہ اس کے بعد ایک اور ابدی زندگی
ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگی۔ وہ بعد والی زندگی نتیجہ ہوگی موجودہ زندگی کا۔ اگر موجودہ
زندگی نیکوکاری سے بسر کی ہوگی تو موت کے بعد کی زندگی ابدی آرام کی زندگی
ہوگی۔ لیکن اگر دنیوی زندگی میں کفر اور نافرمانی کا رویّہ اختیار کیا ہوگا تو وہ موت
کے بعد کی زندگی بڑی تکلیف اور عذاب کی زندگی ہوگی۔

نظریۂ انکارِ آخرت

اب آپ ان تینوں نظریات پر غور کریں، اور دیکھیں کہ کون سا نظریہ عدل و
انصاف کے مطابق اور عقلی لحاظ سے معقول معلوم ہوتا ہے۔ پہلے اس نظریے
پر غور کیجئے کہ موت کے ساتھ سب کچھ ختم ہو جاتا ہے اور اس کے بعد کچھ نہیں
ہے۔ اگر اس عقیدے کو مان لیا جائے تو پھر لامحالہ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ انسان
اس زندگی میں راستی اور نیکوکاری سے دن گزارے یا بداعمالیوں
میں عمر پوری کرے، انجام دونوں طریقوں کا ایک ہی ہوگا یعنی بالکلیہ فناہ کیا

Marfat.com

اس بات سے دل مطمئن ہو جاتا ہے؟

ہم آئے دن دیکھتے ہیں کہ بے شمار انسان ایسے ہوتے ہیں جو راستی اور پرہیزگاری کی زندگی گزارتے ہیں خدا کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے میں کوشاں رہتے ہیں اور سچائی کی خاطر تکلیفیں اٹھاتے رہتے ہیں مگر اس کے باوجود تکلیف کی زندگی گزارتے ہیں۔ دوسری طرف ایسی مثالیں بھی کم نہیں کہ ظالم اور جفاکار لوگوں نے اپنی بدعملیوں اور بری رہنمائی سے ایک دوسرے کو گمراہ کیا اور لوگوں کے حقوق بُری طرح چھینے، مگر زندگی میں خوشحالی اور فارغ البالی ان کا ساتھ دیتی رہی۔ سوال یہ ہے کہ اگر ان دونوں قسم کے انسانوں کا انجام ایک جیسا ہی ہونا ہے یعنی بالکلیہ فناہ تو پھر نیک آدمی کا ہے کے لیئے تکلیف سہہ سہہ کر نیکیاں کرتا رہا۔ جب اسے اس کی نیکیوں کا کوئی اجر نہیں ملنا تھا تو پھر وہ بھی بُرا کیوں نہ بن گیا، کہ مار دھاڑ کر کے کم از کم زندگی کے چند دن ہی عیش سے گزار لیتا۔

اگرچہ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ نیکوکاری کی زندگی گزارنے سے خود یہ دنیوی زندگی بھی سدھر جاتی ہے اور بدعملی کی زندگی گزارنے سے اس دنیا میں بھی سزا مل جاتی ہے مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ کوئی پکا اور لگا بندھا قانون نہیں ہے کہ ضرور ایسے ہی ہو۔ اگرچہ عموماً ایسے ہی ہوتا ہے کہ راستی کی زندگی گزارنے والے دنیا میں بھی اس کا اچھا انجام دیکھ لیتے ہیں اور برائیوں کی راہ پر چلنے والے موت سے پہلے ہی اس کی سزا بھی بھگتنا شروع کر دیتے ہیں، مگر ہمیشہ ایسے نہیں ہوتا کئی بدعمل دنیا میں اس حد تک عیش و آرام کرتے ہیں کہ عیش و آرام کی زیادتی انہیں مزید بدعمل بناتی چلی جاتی ہے۔ اور اس کے برعکس کئی دیانت دار محنتی دو وقت کی روکھی سوکھی بھی مہیا نہیں کر سکتے۔ پھر کئی نیک نہاد زندگی بھر بے چینیوں اور الجھنوں کا شکار رہتے ہیں اور کئی بد نہاد ہر آسائش کے مالک بنے رہتے ہیں۔ بے شمار دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ مظلوم کہیں سے داد حاصل نہیں کر سکتا اور ظالم اپنے ظلم کی

Marfat.com

سزا سے صاف بچ نکلتا ہے۔

پھر اس چیز پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ جو لوگ آخرت کا انکار کرتے ہیں ان کے پاس اس دعوے کے لیے دلیل کیا ہے۔ آخر وہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ موت کے بعد کوئی زندگی نہیں۔

ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم آخرت کا انکار اس لیے کرتے ہیں کہ ہم نے مرنے کے بعد کسی کو زندہ ہوتے دیکھا نہیں اور نہ کسی شخص نے وہ آخرت کی زندگی دیکھی ہے ہم تو یہی دیکھتے ہیں کہ جو مرتا ہے وہ مٹی میں مل جاتا ہے لہذا دوسری زندگی نہیں ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ یہ بھی کوئی دلیل ہے۔ اگر کسی نے آخرت کی زندگی دیکھی نہیں تو وہ زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا۔ اس کے آگے بڑھ کر یہ دعویٰ کیسے کیا جا سکتا ہے کہ چونکہ کسی انسان نے آخرت کی زندگی دیکھی نہیں اس لیے ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہے ہی نہیں۔ ایک دیہاتی نے اگر بحری جہاز نہ دیکھا ہو تو وہ یہی کہہ سکتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ بحری جہاز کیا چیز ہے۔ لیکن اگر وہ یہ کہے کہ چونکہ میں نے بحری جہاز نہیں دیکھا اس لیے بحری جہاز کا کوئی وجود ہی نہیں تو ہر عقل والا اسے احمق سمجھے گا۔ کیونکہ اس کا بحری جہاز کو دیکھ نہ سکنا اس دعوے کی دلیل نہیں بن سکتا کہ بحری جہاز موجود ہی نہیں۔ غرضیکہ اگر اس نظریے کو مان لیا جائے کہ سب لوگوں کا انجام ایک ہی ہونا ہے یعنی موت اور اس کے بعد بالکلیہ فناہ تو نیک کس امید پر نیکی پر قائم رہے گا اور بد کس خوف کے باعث بُرائی سے رُکے گا۔ جب آخر کار سب نے ایک ہی گڑھے میں گرنا ہے تو پھر ہر انسان کیوں نہ راحت اور لذت کے سامان حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہے چاہے وہ جائز ذرائع سے حاصل ہوتے ہوں یا ناجائز ذرائع سے۔ یہ نظریہ کہ موت بالکلیہ فناہ ہے اور اس کے بعد کوئی جزا سزا نہیں، انسان کے دل سے نیکی کی راہ میں جدوجہد کرنے کے جذبے

Marfat.com

کو ختم کر دیتا ہے۔

تناسخ

اب تناسخ کے عقیدے کو لیجئے کہ روحیں بار بار دنیا میں آتی ہیں۔ اس عقیدے کے ماننے والے لوگوں کا خیال ہے کہ روح کا بار بار آنا اس لئے ہے کہ انسان اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جو انسان ہے وہ اس لیے انسان ہے کہ پہلے جنم میں اس نے اچھے عمل کئے تھے اور جو جانور ہے وہ اس لیے جانور ہو گیا کہ انسان کی جون میں اس نے بُرے عمل کیے تھے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیں کہ انسان یا حیوان یا درخت ہونا سب دراصل پہلے جنم کے اعمال کا نتیجہ ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ پہلے کیا چیز تھی۔ اگر انسان تھا تو ماننا پڑے گا کہ اس سے پہلے کچھ اور ہو، ورنہ پوچھا جائے گا کہ انسان کا قالب اُسے کس اچھے عمل کے بدلے میں ملا۔ اگر کہا جائے کہ حیوان تھا یا درخت تھا تو ماننا پڑے گا کہ اس سے پہلے انسان ہو ورنہ سوال ہو گا کہ درخت یا حیوان کا قالب اسے کس بُرے عمل کے بدے میں ملا۔ غرض کہ اس عقیدے کو ماننے والے مخلوقات کی ابتداء کسی جون سے بھی قرار نہیں دے سکتے، کیونکہ ہر جون سے پہلے ایک جون ہونی ضروری ہے تاکہ بعد والی جون کو پہلی جون کا نتیجہ قرار دیا جائے۔ یہ بات صریح عقل کے خلاف ہے۔

پھر تناسخ کو ماننے والے کہتے ہیں کہ انسان ایک جون کے اعمال کی سزا دوسری جون میں بھگتنا ہے مگر سزا تو اسی صورت میں مفید ہوتی ہے کہ مجرم کو یاد ہو کہ یہ سزا مجھے فلاں گناہ کے عوض میں مل رہی ہے مگر انسان کو تو اپنی گزاری جانے والی زندگی سے پہلے کے واقعات قطعی یاد نہیں ہوتے۔ گویا اہل تناسخ کے عقیدے کی رُو سے انسان ایسے گناہوں کی سزا بھگتنا ہے جن کے متعلق اسے کچھ معلوم نہیں کہ وہ کیا

Marfat.com

تھے اور اس نے کب ان کا ارتکاب کیا تھا۔

غرض تناسخ کا عقیدہ ایک الجھا ہوا عقیدہ ہے اور خام مذاہب میں پایا جاتا ہے۔

انبیاء کا نظریہ

اب تیسرے نظریے پر غور کیجئے جو انبیار شروع سے بتاتے رہے کہ اس زندگی کے بعد لازماً ایک دوسری زندگی ہے جس میں اچھائی کا اچھا اور برائی کا بُرا بدلہ ملے گا، اور وہ دوسری زندگی کبھی ختم نہیں ہوگی، بلکہ ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے گی۔ یہ نظریہ عملی اور عقلی دونوں لحاظ سے دل کو مطمئن کرنے والا ہے اور عین انصاف کے مطابق ہے۔ جب دل کو تسکین ہوتی ہے کہ نیکی کبھی رائیگاں نہیں جاتی، اگر دنیوی زندگی میں اس کا پھل نہ بھی ملا، تو بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ ایک جگہ ایسی موجود ہے جہاں اس کا پھل ضرور ملتا ہے تو پھر انسان نیکوکاری پر قائم رہتا ہے چاہے اسے اس کی اچھائی کا کوئی دنیوی پھل ملے یا نہ ملے۔ ایسے ہی یہ ایمان کہ برائی کا بدلہ اگر دنیا میں نہ بھی ملا تو بھی ایک ایسی جگہ ہے جہاں اس کا بُرا بدلہ ملے گا۔ انسان کے دل میں بُرے اعمال سے بچنے کا خیال پیدا کرتا ہے چاہے اسے وہ تمام ذرائع اور وسائل حاصل ہوں جن سے وہ ایک گنہگارانہ زندگی بسر کر سکے۔

انبیاء کے بتائے ہوئے نظریہ آخرت کا انسانی سیرت سے گہرا تعلق ہے۔ جن انسانوں کا یہ عقیدۂ آخرت مضبوط ہوگا، ان کی سیرت اتنی ہی مضبوط ہوگی، اور جن کا یہ عقیدہ کمزور ہوگا ان کی سیرت اتنی ہی کمزور ہوگی۔ یہ عقیدہ بھلائیوں کا مشتاق بناتا ہے، اور برائیوں سے نفور کرتا ہے اور اس دنیا کا سکھ آرام اور اس کی رونق اور خوشحالی بھی زیادہ تر اسی بات پر منحصر ہے کہ اس کے رہنے والے بھلائیوں کے مشتاق ہوں اور برائیوں سے نفرت کریں۔

۱۲۵۷۵۲

Marfat.com

انبیاء جو نظریہ سکھاتے رہے اس کی تفصیلات پر غور کرنے سے جن حقائق کا پتہ چلتا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ زندگی کی بے ثباتی اور آخرت کا دوام
۲۔ موت کی کیفیت۔
۳۔ عالم برزخ یا قبر کے احوال۔
۴۔ یوم قیامت اور اس کے احوال۔
۵۔ بہشت اور دوزخ۔

آئندہ صفحات میں انبیاء کے سکھائے ہوئے نظریۂ آخرت کی تفصیلات ایک ایک کر کے پیش کی جائیں گی۔

Marfat.com

زندگی کی بے ثباتی

انسانی زندگی کی بے ثباتی اور آخرت کے گھر کی پائیداری ایک ایسا موضوع ہے جس کے بارے میں کلام پاک اور احادیث میں بہت کچھ بتایا گیا ہے۔

سورۃ المومن آیت نمبر ۳۹ میں بیان ہوا ہے:

"یہ دنیا تو بس عارضی فائدہ ہے اور جو آخرت ہے وہی پائیدار گھر ہے۔"

سورۃ الاعلیٰ آیات نمبر ۱۶، ۱۷ میں فرمایا۔

"بلکہ تم تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔"

سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۶۴ میں فرمایا۔

" اور یہ دنیا کی زندگی تو نرا کھیل تماشا ہے اور بے شک جو پچھلا گھر ہے حقیقت میں وہی زندگی ہے۔ کاش وہ اس بات کو جانتے۔"

ان آیات سے یہ مراد نہیں کہ دنیا کی زندگی چونکہ عارضی اور کھیل تماشا ہے اس لیے اسے چھوڑ کر ایک طرف ہو جاؤ۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ چونکہ یہ بہت چھوٹی ہے اور اس کے مقابلے میں آخرت کا گھر ہمیشہ رہنے والا اور بڑا پائیدار ہے اس لیے اس چھوٹی سی زندگی میں ایسے کام نہ کرنے بیٹھ جانا جس سے وہ ہمیشہ

Marfat.com

رہنے والی دائمی زندگی خراب ہو جائے۔ کیونکہ اصل مقصود تو وہ دائمی زندگی ہی ہے۔ یہ چھوٹی سی دنیوی زندگی تو اس لیے عطا کی گئی کہ اس دائمی زندگی کے سامان کریں۔ اب اگر ہم اس چھوٹی سی زندگی ہی کو منزل مقصود بنا کر بیٹھ گئے تو پھر جب یہ ختم ہو جائے گی، اور وہ ہمیشہ رہنے والی زندگی شروع ہو گی جس کے لیے کچھ تیاری نہیں کی ہو گی تو پھر کیسی حسرت و ندامت ہو گی کہ ذریعے کو مقصود بنائے رہے اور مقصود کو بھولے بیٹھے رہے۔

چنانچہ سورۃ الزخرف آیت نمبر ۳۵ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"اور (اچھی) آخرت تیرے پروردگار کے ہاں پرہیزگاروں کے لیے ہے۔"

نیز سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۱ میں فرمایا:

"اور بے شک آخرت بلحاظ درجوں کے بھی بڑی ہے اور بلحاظ فضیلت بھی بڑی ہے۔"

پھر سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۹ میں فرمایا:

"اور جس نے آخرت چاہی اور اس کے لیے کوشش کی، جیسا کہ اس کے لیے کوشش کرنے کا حق ہے اور وہ ایماندار ہوا تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔"

سورۃ القصص آیت نمبر ۸۳ میں فرمایا:

یہ پچھلا گھر ہے جسے ہم ان لوگوں کو دیں گے جو ملک میں نہ سرکشی چاہتے ہیں اور نہ فساد اور انجام نیک متقیوں کا ہے۔"

سورۃ المومنون آیات ۱۱۲ تا ۱۱۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اللہ کہے گا تم زمین میں گنتی کے کتنے سال رہے۔ وہ کہیں گے کہ ہم ایک دن رہے ہوں گے یا دن کا بھی کچھ حصہ۔ تو تو گننے والوں سے پوچھ لے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم تو بہت ہی تھوڑا رہے، کاش کہ تم

Marfat.com

جانتے ہوتے "

اس آیت میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ درحقیقت دنیوی زندگی بڑی مختصر ہے۔ اپنی کوتاہیوں کے باعث ہم اسے نہ صرف لمبی بلکہ شاید دائمی ہی سمجھتے رہتے ہیں لیکن جب یہ ختم ہو جائے گی اور جب آخرت کے احوال پیش آئیں گے تو اس وقت اس کا مختصر ہونا صحیح طور پر ذہن نشین ہو جائے گا۔ پھر اس وقت تو یوں محسوس ہو گا گویا ایک دن یا شاید پورا دن بھی نہیں بلکہ دن کا کچھ حصہ رہے جیسے سورۂ یونس آیت نمبر ۴۵ میں ارشاد ہوا ہے:

"اور جس دن وہ انہیں اکٹھا کرے گا ایسے معلوم ہو گا گویا وہ ایک گھڑی دن سے زیادہ (دنیا میں) نہیں ٹھہرے "

سورہ النّٰزعٰت آیت نمبر ۴۶ میں فرمایا ہے:

"جس دن وہ اسے دیکھیں گے، ایسا معلوم ہو گا کہ گویا وہ (دنیا میں) ایک شام یا اس کی صبح سے زیادہ نہیں ٹھہرے "

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مسلمانوں کو اس موضوع پر زرّیں ہدایات دی ہیں۔

یحییٰ بن سعید نے اسمٰعیل سے سُنا، اسمٰعیل نے قیس سے سُنا، قیس کہتے ہیں کہ میں نے مستورِد کو جو بنو فہر کے بھائی تھے یہ کہتے ہوئے سُنا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم دنیا آخرت کے مقابلے میں ایسے ہی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی اس انگلی کو سمندر میں ڈالے اور پھر دیکھے کہ وہ کتنا پانی لے کر لوٹی ہے۔ (یہ حدیث بیان کرتے ہوئے) یحییٰ نے اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا۔

(مسلم)

حضورؐ کی مراد ہے کہ جس طرح سمندر کے پانی کے مقابلے میں وہ چند قطرے

Marfat.com

پانی جو انگلی کو لگ جاتا ہے کچھ حیثیت نہیں رکھتا ایسے ہی یہ دنیوی زندگی آخرت کے مقابلے میں بالکل بے حیثیت ہے۔ اپنی مدت کے لحاظ سے بھی اور آرام و چین اور مسرت و سرور کے لحاظ سے بھی۔

ایک روح جب انسانی جسم کے لباس میں ایک دفعہ اس دنیا میں جنم لے لیتی ہے تو پھر اس کے سامنے ایک نہ ختم ہونے والی زندگی ہوتی ہے۔ یہ دائمی زندگی تین دوروں میں بٹی ہوئی ہے۔ اس کا پہلا دور پیدائش سے لے کر موت تک چلتا ہے۔ موت کے بعد جسم تو مٹی میں دفن کر دیا جاتا ہے مگر روح اپنی زندگی کی دوسری سٹیج میں داخل ہو کر اپنا سفر جاری رکھتی ہے۔ یہ وہ دور ہے جو جسمانی موت کے وقت سے لے کر قیامت کے برپا ہونے تک چلے گا۔ اسے عالم برزخ یا قبر کی زندگی کہتے ہیں۔ پھر جب قیامت برپا ہوگی تو انسان اپنی زندگی کے تیسرے دور میں داخل ہوگا۔ یہ قیامت سے شروع ہو جائے گا اور پھر کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اس دور کے آخر میں نہ کوئی موت ہے نہ برزخ نہ کوئی اور قیامت۔ انسانی زندگی کا یہ آخری حصہ قائمی اور دائمی ہے اور اس سے کوئی نسبت ہی نہیں ان دو پہلے دوروں کو جو چاہے کتنے ہی لمبے کیوں نہ ہو جائیں مگر ایک نہ ایک دن ختم ہو نے ہوتے ہیں۔

اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہماری زندگی کی ان تینوں سٹیجوں میں سے سب سے چھوٹی سٹیج اور ناپائیدار سٹیج وہ ہے جسے ہم سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں، اور ہماری زندگی کا کبھی نہ ختم ہونے والا حصہ وہ ہے جو قیامت کے بعد شروع ہوگا اور جو ہمیں بایدوشاید ہی کبھی یاد آتا ہے۔

اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد ایک اور بڑی دوررس نتائج رکھنے والی حقیقت کو سمجھنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اگرچہ دنیوی زندگی انتہائی مختصر اور ناپائیدار ہے، اور قیامت کے بعد کی زندگی ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہے۔ مگر وہ

Marfat.com

دائمی زندگی اسی صورت میں آرام دہ اور خوشگوار ہو سکتی ہے کہ اس دنیوی زندگی کو نیکوکاری اور پرہیزگاری سے بسر کیا گیا ہو اور اگر ایسا نہ کیا گیا اور اس دنیوی زندگی میں کفر و نافرمانی اور ظلم و بد دیانتی کا رویہ اختیار کئے رکھا گیا، تو پھر ان چند دنوں کی من مانی اس نہ ختم ہونے والی زندگی کو عذاب اور آلام کی زندگی بنا دے گی۔

گویا کہ یہ دنیوی زندگی بیک وقت انتہائی بے حقیقت اور ساتھ ہی انتہائی اہم بھی ہے۔ بے حقیقت ان معنوں میں کہ بڑی مختصر اور ناپائیدار ہے۔ اور انتہائی اہم ان معنوں میں کہ اس پائیدار زندگی کا اچھا یا بُرا ہونا اسی ناپائیدار زندگی کے اعمال کے اچھا یا بُرا ہونے پر منحصر ہے۔ لہٰذا جب اللہ رب العالمین اور اس کے حبیب پاکؐ دنیا کی بے حقیقی کا ذکر کرتے ہیں یا اسے "نرا کھیل تماشا" یا "عارضی فائدہ" یا "تھوڑا ساز و سامان" یا "ذلیل اور بے قیمت" قرار دیتے ہیں تو اس سے یہ مراد ہرگز نہیں ہوتی کہ چونکہ یہ دنیا کھیل تماشا، عارضی فائدہ یا ذلیل اور بے قیمت ہے اس لیے اسے چھوڑ کر الگ ہو جاؤ۔ بلکہ یہ مراد ہوتی ہے کہ یہ دنیا بذاتِ خود مقصود نہیں بلکہ مقصود کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اس کی ذاتی دلکشی اور فائدہ بالکل معمولی ہے۔ اگر تم نے اسی کو مقصود بنا لیا تو پھر تو گویا تم بہت ہی معمولی اور ناپائیدار سا فائدہ لینے پر مطمئن ہو گئے۔ اس دنیوی زندگی کی اصل اہمیت اس حقیقت میں ہے کہ یہ آخرت کی زندگی سنوارنے کا ذریعہ ہے۔ اس لیے اس سے وہی کام لیا جانا چاہیئے جس سے پائیدار اور دائمی فائدہ حاصل ہو۔

ذیل کی احادیث دنیا کی ناپائیداری اور فی نفسہٖ حقیر ہونے کو ذہن نشین کرتی ہیں:

حضرت سہلؓ بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذُوالحُلَیْفَہ (کے میدان) میں تھے کہ اچانک ایک مردہ بکری نظر آئی جو

Marfat.com

اپنا پاؤں اٹھائے ہوئی تھی۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ بکری اپنے مالک کی نگاہ میں ذلیل ہے؟ (پھر فرمایا) پس قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جتنی یہ (مری ہوئی بے کار) بکری اپنے مالک کے نزدیک ذلیل ہے اس سے زیادہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا ایک مچھر کے پر کے برابر بھی وزن رکھتی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کبھی اس میں سے کسی کافر کو ایک قطرہ (پانی) بھی نہ دیتا۔

(ابن ماجہ)

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آدم کا بیٹا ہے اور یہ اس کی اجل ہے اور (یہ فرماتے ہوئے) آپؐ نے اپنا ہاتھ اپنی گُدّی (یعنی گردن کی پشت) کے پاس رکھا، پھر اسے پھیلایا اور فرمایا کہ اس کی امیدیں وہاں ہیں اور وہاں ہیں۔ (ترمذی)

حضورؐ کی مراد یہ تھی کہ انسان کی موت اس کے بالکل قریب ہے مگر اس کی امیدیں اور آرزوئیں اتنی زیادہ اور اتنی دُور دُور تک پہنچی ہوئی ہوتی ہیں کہ اسے یاد ہی نہیں رہتا کہ موت تو اس کی شہ رگ کے قریب ہی کھڑی ہے۔ وہ اپنی انہیں لمبی لمبی آرزوؤں اور امیدوں میں مگن ہوتا ہے کہ موت اچانک اسے آلیتی ہے۔

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا شانہ پکڑ کر فرمایا کہ دنیا میں اس طرح رہ گویا تو پردیسی یا مسافر ہے (اس کے بعد پھر) حضرت ابن عمرؓ کہا کرتے تھے کہ جب شام ہو تو صبح کا انتظار نہ کر اور جب صبح ہو تو شام کا منتظر نہ رہ اور اپنی صحت کے زمانے میں اپنی بیماری کے زمانے کے لیے توشہ لے لے اور اپنی زندگی کے دوران اپنی موت کے لیے تیاری

Marfat.com

کرلے۔ (بخاری)

مراد یہ ہے کہ دنیا میں دل لگا کر نہ بیٹھ جا۔ یاد رکھ کہ زندگی کا وقفہ بڑا مختصر ہے۔ جب صحت کی حالت ہو تو زیادہ سے زیادہ نیکیاں کما لے تاکہ بیماری کی حالت میں جب کچھ نہیں کر سکے گا تو اس کی کمی پوری ہو جائے اور جب تک زندگی ہے زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کر لے تاکہ آخرت میں درجات ملیں۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم کے کسی حصّے کو پکڑ کر فرمایا کہ دنیا میں اس طرح رہ گویا کہ تو پردیسی یا مسافر ہے اور اپنے آپ کو قبروں والوں میں شمار کر (مجاہد کہتے ہیں کہ یہ حدیث سنانے کے بعد) پھر حضرت ابن عمرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ جب صبح ہو تو اپنے دل سے شام کی باتیں مت کر اور جب شام ہو تو اپنے دل سے صبح کی باتیں مت کر اور بیمار ہونے سے پہلے اپنی صحت میں سے توشہ لے لے اور موت آنے سے پہلے اپنی زندگی سے توشہ لے لے، کیونکہ اے خدا کے بندے، تو نہیں جانتا کہ کل تیرا کیا نام ہوگا (زندہ یا مردہ، نیک یا بد، خوش بخت یا بدبخت لہٰذا جب تک فرصت حیات میسر ہے زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کر لے)

(ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ شعراء نے جو کچھ کہا ہے اس میں سب سے سچا بیت یہ ہے۔

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہُ بَاطِلٌ

آگاہ رہو کہ خدا کے سوا ہر شے باطل ہے (مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنّت۔ (مسلم)

Marfat.com

دنیا کے مومن کا قید خانہ ہونے کا مطلب یہ بتایا جاتا ہے کہ زندگی میں مومن اعمال نیک کرنے اور رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے مشقتیں کرتا رہتا ہے اور موت کے بعد ایسی راحت اور امن وسکون کی زندگی حاصل کر لیتا ہے جس میں کسی قسم کی کوئی پریشانی یا غم فکر نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس راحت دوام کے مقابلے میں اس کی دنیا کی زندگی گویا قید خانہ ہے۔ اس کے برعکس کافر اس دنیوی زندگی میں نیکی اور رضائے الٰہی کے لیے مشقت بھی نہیں اٹھاتا۔ اور اگرچہ وہ بھی زندگی کے دکھ سکھ کا مقابلہ کرنے پر مجبور ہوتا ہے تاہم جو ہولناک عذاب اسے موت کے بعد ملنا ہے اس کے مقابلے میں اس کی دنیا کی زندگی گویا بہشت ہے۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (مدینے کے پاس والے ایک گاؤں) العالیہ کے کسی حصے سے (مدینہ منورہ کی طرف) آ رہے تھے۔ آپؐ بازار کے پاس سے گزرے اور آپؐ کے دونوں طرف لوگ تھے۔ آپؐ بکری کے ایک چھوٹے کانوں والے مردہ بچے کے پاس سے گزرے حضورؐ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اسے کان سے پکڑا پھر (لوگوں کو مخاطب کر کے) فرمایا کہ تم میں کون اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اسے ایک درہم کے عوض لے لے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم تو اسے کسی بھی شے کے عوض لینا پسند نہیں کرتے اور ہم نے اسے کرنا ہی کیا ہے۔ حضورؐ نے پوچھا کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ یہ تمہیں مل جائے۔ انہوں نے عرض کیا کہ خدا کی قسم اگر یہ زندہ بھی ہوتا تو بھی یہ عیب دار تھا۔ کیونکہ یہ چھوٹے کانوں والا ہے اور اب جب یہ ساتھ مرا ہوا بھی ہے تو ہم اسے لینا کیسے پسند کر سکتے ہیں اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ خدا کی قسم جتنا یہ بچہ تمہاری نگاہوں میں ذلیل ہے دنیا اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس سے زیادہ

Marfat.com

ذلیل ہے۔ (مسلم)

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم چٹائی پہ سو گئے۔ پھر آپؐ اٹھے تو جسم مبارک پر چٹائی (کی بناوٹ) کے نشانات نمایاں تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ، اگر ہم آپؐ کے لئے (نرم) بستر بچھادیں (تو یہ اس سے بہتر ہے کہ آپؐ چٹائی پر سوئیں اور وہ آپؐ کے جسم مبارک پر نشانات ڈال دے) آپؐ نے فرمایا کہ مجھے دنیا سے کیا تعلق۔ میں تو دنیا میں اسی طرح ہوں جیسے ایک سوار (دوران سفر) سایہ حاصل کرنے کے لیے ایک درخت کے نیچے ٹھہرا، پھر اُسے چھوڑ کر چل دیا۔ (ترمذی)

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اس دوزخی کو لایا جائے گا۔ جو اہل دنیا میں سے سب سے زیادہ خوش حال تھا، پھر اسے آگ میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا۔ کہ اے آدم کے بیٹے کیا تو نے کبھی کوئی بھلائی دیکھی، کیا تجھ پر کبھی راحت گزری تو وہ جواب دے گا کہ نہیں خدا کی قسم اے میرے رب (میں نے کبھی راحت نہیں دیکھی) اور (ایسے ہی) اس جنتی کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب لوگوں سے زیادہ تکلیف میں رہا ہو گا۔ اور اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا پھر اسے کہا جائے گا کہ اے آدمؑ کے بیٹے کیا تو نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی۔ کیا تجھ پر کبھی کوئی شدت گزری تو وہ کہے گا کہ نہیں، خدا کی قسم اے میرے رب، مجھ پر کبھی کوئی تکلیف، نہیں گزری اور نہ میں نے کبھی کوئی شدت دیکھی۔ (مسلم)

اس حدیث میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس سے مراد یہ واضح کرنا ہے کہ دنیا کا عیش و آرام آخرت کے عیش آرام کے مقابلے میں بالکل عارضی اور انتہائی گھٹیا ہے۔ اور یہی حال دنیا کی تکالیف کا بھی ہے کہ وہ بھی آخرت کے عذاب کے

Marfat.com

مقابلے میں انتہائی عارضی اور بالکل معمولی ہیں۔ لہٰذا وہ شخص جو دنیا میں انتہائی عیش و آرام میں رہا ہوگا، مگر ہوگا خدا کا نافرمان، وہ صرف ایک دفعہ جہنم میں غوطہ دیئے جانے کے بعد اپنی دنیوی آسائش و آرام کو اس طرح بھول چکا ہوگا کہ خدا کی قسم کھا کر کہے گا کہ میں نے تو کبھی کوئی آرام دیکھا ہی نہیں اور ایسے ہی جو شخص دنیا میں سب سے زیادہ تکالیف کا شکار رہا ہوگا، مگر ہوگا خدا کا فرمانبردار اسے جنت میں ایک ہی غوطہ دیا جائے گا تو وہ اپنے سارے دکھ درد اس طرح بھول جائے گا کہ خدا کی قسم کھا کر کہے گا کہ میں نے تو کبھی کوئی تکلیف دیکھی ہی نہیں۔

بزرگانِ دین نے بھی دنیا کی بے ثباتی اور اہمیت کے بارے میں بہت کچھ فرمایا ہے۔ جامعہ اشرفیہ کے بانی مفتی محمد حسن صاحب فرماتے ہیں:

"دنیا میں رہنا بھی ایک نعمت ہے کہ جنت کا سامان حاصل کرنے کا یہاں موقع دیا جاتا ہے۔"

نیز فرمایا:

"تمام تمنائیں تو جنت میں ہی پوری ہوں گی۔ وہاں جو چاہو گے مل جائے گا دنیا میں تو تسلّی ہوتی نہیں بلکہ تجلّی ہوتی ہے۔"

فرمایا:

"لوگ کہتے ہیں کہ دنیا نقد ہے اور آخرت ادھار، یہ غلط ہے۔ یہ اس کو نہیں دیکھتے کہ دنیا میں بھی ادھار کا معاملہ ہے۔ مثلاً زراعت کو دیکھیں کہ کتنی مشقت اور انتظار کے بعد غلّہ آتا ہے۔ اسی طرح نوکری کو دیکھیں تجارت اور دکانداری کے حالات کو دیکھیں۔ کیا یہ نقد ہے؟ پھر دنیا میں جو کچھ عرصے کے بعد ملتا ہے وہ احتمالی اور غیر یقینی ہوتا ہے اور

Marfat.com

آخرت میں جو ملے گا وہ یقینی ہوگا۔"

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مسلمانوں کے بارے میں اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ مسلمان دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنا شروع کر دیں اور اس طرح اس میں پھنس کر رہ جائیں۔

صحیح مسلم میں ایک حدیث بیان ہوئی جس کے آخر میں حضورؐ کا یہ ارشاد ہے:

"..... خدا کی قسم مجھے تمہارے معاملے میں مفلسی کا خوف نہیں، بلکہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر اس طرح کشادہ ہو جائے جس طرح اُن پر ہوئی تھی جو تم سے پہلے گزرے۔ پھر تم اسے بے طرح چاہنے لگو جس طرح انہوں نے اسے چاہا تھا (جو تم سے پہلے گزرے) اور (نتیجہ یہ ہو کہ) وہ تمہیں ہلاک کر دے جس طرح اس نے اُن (پہلوں) کو ہلاک کیا تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ بیت اللہ کی طرف جا رہے تھے آپ پیادہ پا تھے۔ راستے میں ایک ناقہ سوار اعرابی ملا اور پوچھنے لگا کہ اے شیخ کدھر کا ارادہ ہے؟ آپ نے فرمایا: کہ بیت اللہ کی طرف جا رہا ہوں۔ اعرابی بولا: "اتنا لمبا سفر اور آپ کے پاس کوئی سواری نہیں۔ منزل کیسے طے ہوگی؟"

فرمایا: "میرے پاس کئی سواریاں ہیں جو تمہیں نظر نہیں آتیں۔ جب بلاؤں کا ہجوم ہوتا ہے تو صبر کی سواری کر لیتا ہوں۔ نعمتیں ملتی ہیں تو شکر کے گھوڑے پر چڑھ جاتا ہے۔ قضا نازل ہوتی ہے تو رضا کے اونٹ پر سوار ہو جاتا ہوں اور جب نفس کسی چیز کے لیے بلاتا ہے تو سمجھ جاتا ہوں کہ عمر زیادہ گئی اور تھوڑی باقی رہ گئی۔"

Marfat.com

اعرابی نے کہا: ”آپ بے شک سفر کریں۔ سچ یہ ہے کہ آپ سوار ہیں اور میں پیادہ ہوں۔“

ایک حکایت بیان کی جاتی ہے کہ ایران کے مشہور بادشاہ جمشید نے مرنے سے پہلے ایک چشمے پر پتھر کا ایک کتبہ نصب کرایا جس پر یہ الفاظ کندہ کرائے:

”اس چشمے پر مجھ جیسے بہتوں نے دم لیا۔ لیکن وہ پلک جھپکنے میں رخصت ہو گئے۔ میں نے دنیا بہادری اور زور سے حاصل کی مگر میں اسے اپنے ساتھ قبر میں نہ لے جا سکا۔۔۔۔“

Marfat.com

موت اور جنازہ

موت وہ مرحلہ ہے جس سے ہر ذی روح کو لازناً گزرنا ہے۔ جو ایک دفعہ پیدا ہو گیا اس کی پیدائش کے ساتھ ہی اس پر یہ بھی لازم ہو گیا کہ ایک نہ ایک دن موت کی گھاٹی ضرور عبور کرے گا۔ قرآن مجید اور حدیث پاک میں موت کا ذکر بھی بکثرت کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں سورۃ الانبیاء آیت ۳۵ میں فرمایا ہے:

"ہر شخص موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور ہم تمہیں برائی اور بھلائی میں پھانس کر آزماتے ہیں، اور تم ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے۔"

سورۃ الزمر آیت ۳۰ میں ارشاد ہوا ہے:

"(اے نبیؐ) کچھ شک نہیں کہ تو بھی مرنے والا ہے اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔"

سورۃ الرحمٰن آیت ۲۶ میں فرمایا:

Marfat.com

"ہر ایک جو زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے۔"

سورۃ الاعراف آیت ۳۴ میں فرمایا:

"اور ہر گروہ کے لیے ایک میعاد معیّن ہے تو جس وقت ان کی میعاد معیّن آ جائے گی اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔"

سورۃ قٓ آیت ۱۹ میں ارشاد فرمایا:

"اور موت کی جان کنی حق لے کر آ پہنچی ہے۔ یہ وہ (حقیقت) ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔"

سورۃ المومنون آیت ۹۹، ۱۰۰ میں بیان ہوا ہے:

"یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آتی ہے تو کہتا ہے اے میرے رب مجھے (دنیا میں) پھر واپس بھیج تاکہ میں اس جگہ جسے چھوڑ کر آیا ہوں نیک عمل کروں۔ ہرگز نہیں یہ تو ایک بات ہے جو وہ کہے گا۔۔۔۔"

موت کے بارے میں ایک اہم بات جو بتائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ہر انسان کی موت جس جگہ واقع ہونی ہے اور جس وقت واقع ہونی وہ خدا کے ہاں معین ہو چکا اور اب اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

سورۃ نوح آیت نمبر ۴ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"بے شک جب اللہ کا ٹھہرایا ہوا وقت آ جاتا ہے تو وہ پیچھے نہیں ہٹایا جاتا۔ کاش کہ تم جانتے ہوتے۔"

موت کے وقت اور جگہ کے معیّن ہونے کے عقیدے نے مسلمانوں میں بے پناہ بہادری پیدا کر دی تھی۔ چونکہ ان کے دل کی گہرائیوں میں یہ عقیدہ

Marfat.com

رچ بس چکا تھا کہ خطرات میں کود پڑنے سے موت نہیں آیا کرتی بلکہ موت تو اس وقت آئے گی جب اس نے آنا ہوگا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ نڈر ہو کر اپنے سے کئی کئی گنا زیادہ لشکروں سے بھڑ جایا کرتے تھے اور آخر فتحیاب ہو جاتے تھے۔

سورۃ احزاب آیت نمبر ۱۶ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

"(اے نبیؐ) کہہ دے کہ اگر تم موت یا قتل سے بھاگو، تو یہ بھاگنا تمہیں ہرگز نفع نہیں دے گا۔ اور اس وقت تمہیں تھوڑا ہی فائدہ پہنچایا جائے گا۔"

کلام پاک کی طرح احادیث نبوی میں بھی موت اور جنازے کا وضاحت سے ذکر فرمایا گیا ہے تاکہ مسلمان اسے یاد رکھیں اور یہ یاد انہیں برائیوں سے روکتی رہے ذیل کی احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضورؐ کس دانشمندانہ طریقے سے اہل اسلام کو موت کی یاد دلاتے رہے ہیں۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ موت ہر وقت انسان کے قریب ہوتی ہے۔ زندگی ایک ایسی شے ہے جس کی کچھ ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ ایک لمحہ گزر رہا ہے خدا معلوم دوسرا آئے گا یا نہیں آئے گا۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لکیریں کھینچیں (اور) پھر فرمایا کہ یہ (انسان کی لمبی لمبی) آرزوئیں ہیں اور یہ اس کی موت ہے (جو اس کے بالکل قریب ہے) پس وہ اسی طرح (امیدوں اور آرزوؤں کی حالت میں) ہوتا ہے کہ قریبی لکیر (یعنی موت) اُسے آ لیتی ہے۔ (بخاری)

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (چار لکیریں کھینچ کر) ایک مربع شکل بنائی اور اس کے وسط میں ایک لکیر کھینچی جو اُس (مربعے) سے باہر نکلی ہوئی تھی اور وسطی لکیر کے اس حصے کے ساتھ جو (مربعے کے

Marfat.com

اندر تھا چھوٹی چھوٹی (اور) لکیریں کھینچیں (یہ شکل یوں بن گئی 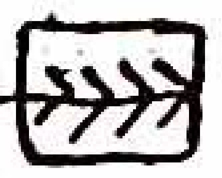) پھر حضورؐ
نے فرمایا کہ یہ (وسطی لکیر کا مربعے کے اندر کا حصہ) تو انسان ہے اور یہ (مربعے
کی چار لکیریں) اس کی موت ہے جس نے اُسے (چاروں اطراف سے) گھیرا ہوا
ہوا ہے اور (وسطی لکیر کا) یہ (حصہ جو مربعے سے) باہر نکلا ہوا ہے اس کی
(لمبی لمبی امیدیں اور) آرزوئیں ہیں۔ اور یہ چھوٹی چھوٹی لکیریں (جو وسطی لکیر
کے اس حصے کے ساتھ کھینچی ہوئی ہے جو مربعے کے اندر ہے یہ وہ) آفتیں ہیں
(جن میں انسان مبتلا ہوتا رہتا ہے) کہ اگر ایک سے بچ جاتا ہے تو دوسری آ
پڑتی ہے اور اگر اس سے بچ نکلتا ہے تو کوئی اور اُسے آگھیرتی ہے۔

(بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب مومن کی روح (اُس کے جسم سے)
نکلتی ہے تو دو فرشتے اسے ملتے ہیں اور اسے اوپر چڑھا لے جاتے ہیں تو آسمان
والے کہتے ہیں کہ ایک پاک روح زمین کی طرف سے آئی ہے (پھر وہ اس روح
کو مخاطب کرکے کہتے ہیں کہ اے نیک روح) اللہ رحمت نازل فرمائے تجھ پر بھی
اور اس جسم پر بھی جسے تو آباد رکھتی تھی۔ پھر اس روح کو اس کے ربّ عزّوجلّ
کے پاس لے جایا جاتا ہے تو وہ (اس کے بارے میں) فرماتا ہے کہ اسے آخری
میعاد (یعنی قیامت) تک کے لئے (سِدرۃُ المنتہٰی کی طرف) لے جاؤ اور
کافر کی روح جب (اس کے جسم سے) نکلتی ہے (تو اُسے بھی اسی طرح اوپر چڑھا
لے جایا جاتا ہے) تو آسمان والے کہتے ہیں کہ ایک خبیث روح زمین کی طرف
سے آئی ہے۔ پھر (اس کے بارے میں) حکم دیا جاتا ہے کہ اسے آخری میعاد
(یعنی قیامت) تک کے لیے (سجّین میں) لے جاؤ۔ حضرت ابوہریرہؓ (یہ بھی)
بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (خبیث روح کی بدبو ظاہر

Marfat.com

کرنے کے لیے) اس اکہری چادر کو جو آپ اوڑھے ہوئے تھے اس طرح اپنی ناک سے لگا لیا۔

(اس حدیث کے ایک راوی) حماد بیان کرتے ہیں کہ (اُن کے استاد بُدَیل نے جب یہ حدیث اُن سے بیان کی اور مومن کی روح کے اُوپر چڑھلے جانے کا ذکر کیا تو) پھر انھوں نے مومن کی روح کی عمدہ خوشبو کا ذکر کیا اور مُشک کا ذکر کیا (ایسے ہی) حمّاد (یہ بھی) بیان کرتے ہیں کہ بُدَیل نے رجب کافر کی روح کے اس کے جسم سے نکلنے کا ذکر کیا تو) اس روح کی بدبو کا ذکر کیا اور لعنت کا ذکر کیا۔ (مسلم)

اس حدیث کے سلسلے میں جن راویوں کا ذکر آتا ہے ان میں ایک مشہور راوی حمّاد بھی ہیں۔ جنھوں نے یہ حدیث بُدَیل سے سنی تھی۔ حمّاد کے بارے میں جو حدیث میں آیا ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ ان کے استاد بدیل نے ان سے یہ حدیث بیان کرتے وقت مومن کی روح کی عُمدہ خوشبو کا ذکر کیا اور مُشک کا ذکر کیا تو اس کا مفہوم بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ بُدَیل نے کہا کہ مومن کی روح مشک کی سی خوشبو دار ہوتی ہے۔ ایسے ہی حمّاد نے یہ جو بیان کیا ہے کہ بُدَیل نے کافر کی روح کی بدبو کا ذکر کیا اور لعنت کا ذکر کیا تو اس کا مطلب بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے کافر کی بدبو دار روح کو لعنت زدہ قرار دیا۔ یا اس پر لعنت کی یا بتایا کہ اہل آسمان نے اس پر لعنت کی۔

پھر دونوں روحوں کے بارے میں یہ جو بیان ہوا ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کے بارے میں فرمایا جاتا ہے کہ اسے آخری میعاد تک لے جاؤ اس کی تشریح یہ بتائی گئی ہے کہ مومن کی روح کو قیامت تک کے لیے سِدرۃ المنتہٰی کی طرف لے جانے کا حکم دیا جاتا ہے اور کافر کی روح کو سِجّین میں لے جانے کا۔

Marfat.com

سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ ایک بیری ہے جو عرش الٰہی کے داہنی جانب ہے۔ یہ فرشتوں وغیرہ کی پہنچ کی آخری حد ہے۔ اس سے آگے وہ نہیں جاسکتے اور سِجّین کا مطلب ہے قید خانہ۔ یہ دوزخ کی ایک وادی ہے۔ اس کے علاوہ وہ رجسٹر بھی جس میں عذاب کے مستحق لوگوں کے نام وغیرہ درج کئے جاتے ہیں سِجّین کہلاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جس نے میرے دوست کے ساتھ دشمنی کی میرا اس کے خلاف اعلان جنگ ہے اور جب میرا بندہ میرا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان اعمال کو بجا لاتا ہے جو میں نے اس پر فرض کئے ہیں تو یہ شے مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اور جب میرا بندہ میرا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان اعمال کو بجا لاتا رہتا ہے جنہیں نوافل کی حیثیت حاصل ہے تو پھر میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں پھر جب میں اُسے محبوب بنا لیتا ہوں تو پھر میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں وہ شے اُسے ضرور عطا کرتا ہوں۔ اور اگر وہ میری پناہ چاہتا ہے تو میں اسے اپنی پناہ بھی ضرور دیتا ہوں۔ اور جو کوئی کام بھی میں کرتا ہوں اُسے کرنے میں مجھے اس طرح تردّد (یعنی تامّل یا توقف) نہیں ہوتا جس طرح مومن کی جان (لینے) کے بارے میں تردّد ہوتا ہے (کیونکہ) وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ اسے کوئی بُرائی پہنچے (بخاری)

اس حدیث قدسی کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ورافت اور لطف و مہربانی کا ذکر ہے جو وہ اپنے مومن بندے پر فرماتا ہے۔ پہلے یہ

Marfat.com

جو فرمایا گیا ہے کہ میں اس کا کان اور آنکھ اور ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں۔ اس سے یہ مراد ہے کہ مومن ان چاروں اعضاء سے کام لے کر جتنے کام بھی کرتا ہے میں ان میں اس کی رہنمائی کرتا ہوں اور ان میں خیر و برکت عطا کرتا ہوں اور آخر میں جو فرمایا گیا ہے کہ مجھے مومن کی جان لینے میں تردّد ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے لفظ "تردّد" صرف مثال کے طور پر استعمال کیا ہے۔ جو کچھ بیان کرنا مقصود ہے وہ صرف یہ ہے کہ جب مومن کی جان نکلنے لگتی ہے تو بتقاضائے بشریت وہ موت اور موت کی تکالیف کو ناپسند کرتا ہے لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ اسے دنیا کی تکالیف اور پریشانیوں سے بچا کر اپنے پاس لے آؤں جہاں اس کے لیے ابدی انعامات ہیں۔ لہٰذا صورت یہ ہو جاتی ہے کہ ایک طرف تو مومن موت کو ناپسند کرتا ہے اور دوسری طرف موت ذریعہ ہوتی ہے اس کے دنیاوی آفات سے بچ کر ابدی راحت و آرام حاصل کرنے کا۔ اور میں ان دونوں باتوں کے درمیان گویا متردد ہو جاتا ہوں کہ مومن پر موت وارد کی جائے یا نہ کی جائے کیونکہ یہ تو موت کو ناپسند کرتا ہے مگر فائدہ اس کا مر جانے ہی میں ہے ___ جیسے کہ بیان ہو چکا یہ بات کرنے سے اللہ تعالیٰ کا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ وہ مومن پر حد درجے مہربان ہے اور کوئی بھی ایسی بات کو پسند نہیں کرتا جو مومن کے لیے تکلیف دہ ہو یا جس سے وہ تکلیف محسوس کرے ___ بعض علماء نے اس کی تشریح اس طرح بھی کی ہے کہ مومن چونکہ موت اور موت کی تکالیف کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس پر حد درجے مہربان ہوں اور نہیں چاہتا کہ اسے تکلیف ہو اس لیے میں اس کی جان بہت آہستگی سے نکالتا ہوں کہ اسے تکلیف نہ ہو واللہُ اَعلَمُ بالصّواب۔

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میت کے پاس جاؤ تو بھلی بات کہو (یعنی اچھی دعا کرو) کیونکہ جو کچھ تم کہتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں (حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ) جب (میرے

Marfat.com

پہلے شوہر) ابوسلمہؓ نے وفات پائی تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں (اس وقت) کیا کہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تُو (یوں) کہہ کہ اے خدا، اسے بخش دے اور ہمیں اس کا بہتر بدلہ عطا فرما۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ابوسلمہؓ کے بدلے مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرما دیے (کیونکہ بعد میں حضورؐ نے حضرت ام سلمہؓ سے نکاح کر لیا اور وہ ام المومنین بن گئیں) (ابوداؤد)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مرنے والوں کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین کرو (تاکہ ان کا آخری کلام توحید و رسالت کا اقرار ہو) (مسلم)

حضرت معاذؓ بن جبل بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کا آخری کلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہو وہ جنت میں داخل ہو گا (کیونکہ وہ توحید و رسالت کا اقرار کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوا۔) (ابوداؤد)

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کی وفات سے تین دن پہلے فرماتے سنا کہ تم میں سے ہر ایک ایسی حالت میں مرے کہ وہ اللہ سے اچھا گمان رکھتا ہو (یعنی اللہ تعالیٰ سے بخشش کی امید رکھتا ہو۔ اس کی رحمت سے ناامید نہ ہو) (ابوداؤد)

بنو امیہ کے مشہور دیندار خلیفہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے حالات میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ موت کو اکثر یاد کرتے تھے۔ آپ کے ہاں رات کو فقہاء جمع ہو کر موت اور قیامت کا ذکر کرتے تھے۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز موت کے خوف سے رات رات بھر جاگا کرتے تھے اور اس پر غور و فکر کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے اپنے ایک ہم نشین سے کہا کہ میں غور و فکر میں رات بھر جاگتا رہا۔ اس نے پوچھا کہ آپ کس چیز کے متعلق غور و فکر کرتے تھے۔ بولے "قبر اور اہل قبر کے متعلق۔ تم اگر مردے کو تین دن کے بعد قبر میں

Marfat.com

دیکھو تو باوجود اس کی موانست کے تم اس کے پاس جانے سے وحشت زدہ ہو گے۔"
حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے نظام سلطنت کی بنیاد خوفِ موت پر قائم کر رکھی تھی۔ انہوں نے صرف چند سال ہی حکومت کی تھی اور ان چند سالوں میں اس قدر اصلاحات ہوئی تھیں کہ حکومت کی کایا پلٹ ہو گئی تھی اور رعایا بہت خوش حال ہو گئی تھی۔ یہ سب کچھ جو انہوں نے کیا خدا کے ڈر، قیامت کے مواخذے اور موت کے خوف سے کیا۔

جنازہ

اسلامی شریعت میں اس بات کو ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وفات کے بعد میت کو اچھی طرح غسل دیا جائے پاک صاف کفن میں لپیٹا جائے اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور اس کے بعد اسے خاک کے سپرد کر دیا جائے۔ ذیل کی احادیث کا انہیں امور سے تعلق ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنازہ رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ اسے اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں تو اگر وہ (میت) نیک ہوتی ہے تو کہتی ہے کہ مجھے آگے لے چلو۔ اور اگر وہ نیک نہیں ہوتی تو کہتی ہے کہ ہائے میری کم بختی، تم مجھے کہاں لیے جا رہے ہو۔ اس کی آواز انسان کے سوا ہر شے سنتی ہے اور اگر انسان اسے سن لے تو (دہشت اور خوف کی شدت کے باعث) غش کھا کر گر پڑے۔

(بخاری)

یہ وہ انجام ہے جس سے ہر نیک و بد نے لازماً دوچار ہونا ہے۔ جن لوگوں نے اس وقت کو یاد رکھا اور اس کے لیے تیاری کرتے رہے وہ تو مطمئن دل

Marfat.com

کے ساتھ اس کا استقبال کریں گے اور کہیں گے ہاں ہمیں آگے لے چلو، ہم تو جانتے ہی تھے کہ ایک دن ہم نے وہاں جانا ہے۔ مگر جو فانی زندگی کو مقصود بناتے ہوئے فرصت حیات کے قیمتی لمحات کو خدا کی نافرمانی میں بسر کرتے رہے تھے اور بھولے سے بھی کبھی اس نہ ٹلنے والی گھڑی کو یاد نہیں کیا تھا وہ جب اس انجام کو پہنچیں گے اور دیکھیں گے کہ لوگ تو ہمیں قبر کے حوالے کر آنے کے لیے لے جا رہے ہیں تو وہ چلا اٹھیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی، ہمیں کہاں لیے جا رہے ہو!!

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (جب کوئی شخص مرجائے تو اس کے) جنازے کو جلدی سے لے جاؤ کیونکہ اگر وہ میت نیک ہے تو وہ ایک بھلائی ہے جسے تم آگے بھیج رہے ہو (لہذا اُسے جلدی آگے بھیجو) اور اگر وہ میت اس کے سوا ہے (یعنی بُرے اعمال کرتی رہی ہے) تو وہ ایک شر ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اتار رہے ہو (لہذا اُسے جلدی سے اتار دو) (بخاری)

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی میت پر مسلمانوں کا ایک گروہ جن کا عدد سَو تک پہنچتا ہو نماز پڑھے اور (اس کی بخشش کے لیے) سفارش کرے تو اس کے حق میں ان کی سفارش قبول ہوگی۔ (نسائی)

حضرت مالکؓ بن ہبیرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میت بھی وفات پائے اور اس پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز پڑھیں تو اللہ تعالیٰ (اس کے لیے جنت) واجب کر دیتا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت مالکؓ جب دیکھتے کہ نماز جنازہ پڑھنے والے لوگ کم ہیں تو اس حدیث پر عمل کرنے کے لیے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے تین صفوں میں تقسیم

Marfat.com

کر دیتے ۔

(ابوداؤد)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو مسلمان بھی مر جائے اور پھر اس کے جنازے پر چالیس ایسے آدمی (نماز پڑھنے) کھڑے ہوں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوں تو اس میت کے حق میں ان کی سفارش قبول کی جائے گی۔

(ابوداؤد)

نماز جنازہ پڑھنے والوں کے عدد کے بارے میں یہاں تین احادیث بیان ہوئی ہیں۔ حضرت عائشہؓ کی مندرجہ بالا حدیث میں سو آدمیوں کا ذکر ہے حضرت مالکؓ بن ہبیرہ کی حدیث میں تین صفوں کا ذکر ہے اور اس حدیث میں چالیس ایسے انسانوں کا ذکر ہے جو شرک نہ کرتے ہوں۔ ان احادیث سے جو کچھ مقصود ہے وہ یہ ہے کہ کسی میت پر نماز جنازہ کا پڑھا جانا اور لوگوں کا میت کی بخشش کے لیے دعا کرنا میت کی بخشش کا باعث بنتا ہے۔ اگر چالیس آدمی بھی نماز پڑھ لیں جو شرک نہ کرتے ہوں یا تین صفیں ہی ہو جائیں تو میت کو فائدہ پہنچ جائے گا۔ باقی رہا سو آدمیوں کا نماز پڑھنا تو اگر چالیس کے نماز جنازہ پڑھنے اور بخشش کی دعا کرنے سے میت کی بخشش ہو جائے گی تو پھر سو کے بخشش مانگنے سے تو انشاء اللہ بدرجۂ اولیٰ ہو گی۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی جنازے کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اس پر نماز پڑھ لی جائے تو اس شخص کو ایک قیراط (ثواب) ملے گا اور جو شخص (کسی جنازے کے) ساتھ رہے یہاں تک کہ اس میت کو دفن کر دیا جائے تو اس شخص کو (ثواب کے) دو قیراط ملیں گے۔ آپؐ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ دو قیراط کیا ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ (وہ دو قیراط) دو عظیم الشان پہاڑوں کی مانند ہیں (یعنی جو شخص کسی میت کے

Marfat.com

دفن کر دیے جانے تک اس کے ساتھ رہے اُسے دو عظیم الشان پہاڑوں کے برابر ثواب ملے گا) (نسائی)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کی تعریف کی اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واجب ہو گئی ۔ اور ایک دوسرا جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس (میّت) کو بُرا کہا اس پر (بھی) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واجب ہو گئی ۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں ایک جنازہ گزرا ، لوگوں نے اس کی تعریف کی تو آپؐ نے فرمایا کہ واجب ہو گئی اور ایک (دوسرا) جنازہ گزرا ۔ لوگوں نے اس (میت) کو بُرا کہا تو (بھی) آپؐ نے (یہی) فرمایا کہ واجب ہو گئی ۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ جس میّت کی تم لوگوں نے تعریف کی اس کے لیے جنّت واجب ہو گئی اور جس میّت کو تم لوگوں نے بُرا کہا اس کے لیے دوزخ واجب ہو گئی ۔ تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو ۔ (نسائی)

بات یہ ہے کہ عموماً انسان اپنے اعمال ہی کی بناء پر معاشرے میں اچھا یا بُرا مشہور ہوتا ہے اور اس کی یہ شہرت موت کے بعد بھی کچھ دیر تک یا زیادہ عرصے تک قائم رہتی ہے ۔ جو شخص دنیا سے چلا گیا وہ اب کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا کہ انسان اس فائدے کو حاصل کرنے کے لیے اس کی تعریف کرے ۔ لہذا کسی شخص کے مر جانے کے بعد اگر کوئی اس کی تعریف کر رہا ہے تو اسی لیے کر رہا ہے کہ اس نے زندگی میں اچھے کام کیے ہوں گے ایسے ہی جو مر چکا ہے وہ اب کسی کو کوئی تکلیف بھی نہیں دے رہا ، پھر بھی اگر اسے بُرا کہا جا رہا ہے تو اسی لیے کہا جا رہا ہے کہ زندگی میں بُرے کام کر کر کے وہ بُری شہرت حاصل کر چکا ہوگا ۔ اکثر یہی ہوتا ہے کہ عوام کا عام طور پر کسی کو بُرا کہنا دلیل ہوتا ہے اس بات کی

Marfat.com

کہ وہ شخص بُرا ہے اور عوام کا عام طور پر کسی کو اچھا کہنا دلیل ہوتا ہے اس بات کی کہ وہ اچھا ہے یہی مطلب ہے حضورؐ کے اس فرمان کا کہ تم زمین پر خدا کے گواہ ہو۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ مر چکے ہوں انہیں بُرا مت کہو کیونکہ جو کچھ انہوں نے (اپنے لیے) آگے بھیجا ہے وہ اس کو پہنچ چکے ہیں (یعنی زندگی میں اگر بُرائی کی تھی تو اب اس کے انجام سے دوچار ہیں اب تمہارے انہیں بُرا کہنے کی کیا ضرورت ہے) (نسائی)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی مُردے کا ذکر بُرائی سے کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنے مُردوں کا ذکر بھلائی ہی سے کیا کرو۔

(نسائی)

Marfat.com

قبر یا عالمِ برزخ

موت کے مرحلے سے گزرنے کے بعد انسان کو قبر کا مرحلہ پیش آتا ہے۔ انسانوں کی اپنی اپنی وفات سے لے کر قیامت برپا ہونے تک انسانی روحیں جہاں رہیں گی اسے عالم برزخ کہا جاتا ہے۔ احادیث نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم برزخ میں بھی عذاب اور راحت موجود ہے جن لوگوں نے دنیوی زندگی میں کفر و نافرمانی کا رویہ اختیار کیے رکھا ہوگا ان کا عذاب عالم برزخ یعنی قبر ہی سے شروع ہو جائے گا اور جو دنیا میں سیدھی راہ پر چلتے رہے ہونگے ان کے لیے قبر کی زندگی ہی راحت، آرام اور آسائش کی زندگی ہو جائے گی۔ اس حقیقت کی وضاحت کے لیے مندرجۂ ذیل احادیث پڑھ لینی کافی ہوں گی۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میّت جب قبر میں جاتی ہے تو نیک آدمی کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے نہ اس کو ہول ہوتا ہے اور نہ کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو کس دین پر تھا۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میں اسلام پر تھا۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ شخص کون ہیں (یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم) تو وہ جواب

Marfat.com

دیتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ اللہ کے ہاں سے ہمارے پاس روشن نشانیاں لے کر آئے، لہذا ہم نے ان کی تصدیق کی۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا تو نے خدا کو دیکھا ہوا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ کسی (انسان) کے یہ لائق نہیں کہ وہ خدا کو دیکھے۔ پھر اس کے لیے دوزخ کی طرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے تو وہ دوزخ کو دیکھتا ہے کہ اس کے مختلف حصے ایک دوسرے کو توڑ رہے ہیں پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کی طرف دیکھ جس سے خدا نے تجھے بچا لیا ہے۔ پھر اس کے لیے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے تو وہ اس کی تروتازگی کو اور جو کچھ (نعمتیں) اس میں ہیں انہیں دیکھتا ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تیرا ٹھکانہ۔ اور اسے کہا جاتا ہے کہ تو یقین پر ہی (زندہ) رہا اور یقین ہی پر مرا اور انشاء اللہ (حشر کے دن) یقین ہی پر اٹھایا جائے گا اور بُرے شخص کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو وہ (سخت) ڈرا ہوا اور پریشان ہوتا ہے پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو کس دین پر تھا تو وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا۔ پھر اس سے (رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں) پوچھا جاتا ہے کہ یہ شخص کون ہیں۔ تو وہ جواب دیتا ہے کہ (میں خود تو کچھ جانتا نہیں) میں نے لوگوں کو کچھ بات کرتے سنا تھا، بس میں (بھی) وہی کہنے لگا پھر اس کے لیے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے تو وہ اس کی تروتازگی کو اور جو کچھ (نعمتیں) اس میں ہیں انہیں دیکھتا ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے کہ اس کی طرف دیکھ جس سے خدا نے تجھے محروم کر دیا ہے۔ پھر اس کے لیے دوزخ کی طرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے اور وہ اس کی طرف دیکھتا ہے کہ اس کے مختلف حصے ایک دوسرے کو توڑ رہے ہیں۔ پھر اسے کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تیرا ٹھکانہ تو شک ہی پر (زندہ) رہا، شک ہی پر مرا اور انشاء اللہ (حشر کے دن) شک ہی پر اٹھایا جائے گا۔

(ابن ماجہ)

Marfat.com

"تو یقین ہی پر رہا اور یقین ہی پر مرا اور انشاء اللہ یقین ہی پر اٹھایا جائے گا" سے مراد ہے کہ تجھے اللہ کی ذات و صفات پر بھی یقین تھا اور ان سب حقائق پر بھی یقین تھا جن پر یقین رکھنے کا خدا نے حکم فرمایا ہوا ہے۔ لہذا جو یقین تمہیں زندگی کے دوران اور موت کے وقت حاصل تھا وہی تمہیں اس دن بھی حاصل ہوگا۔ جب تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور یہ یقین تمہارے لیے نیک انجامی کا باعث بنے گا۔ ایسے ہی "تو شک ہی پر رہا اور شک ہی پر مرا اور انشاء اللہ شک ہی پر اٹھایا جائے گا۔" کا مطلب بھی یہی ہے کہ تجھے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، رسالت، آخرت وغیرہ ان سب امور کے بارے میں شک رہا جن پر یقین رکھنے کا خدا نے حکم فرمایا تھا پھر اسی شک کی حالت میں تو مر گیا۔ لہذا اب جب تو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا تو بھی تو شک کی حالت میں ہوگا اور یہ شک تیرے لیے عذاب کا باعث بنے گا۔

فاطمہ (بنت منذر) اپنی دادی حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ سے بیان کرتی ہیں حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ جب سورج کو گرہن لگا تو میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئی۔ دیکھا تو لوگ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور وہ بھی نماز پڑھ رہی تھیں (یہ نماز جو وہ سب پڑھ رہے تھے نماز خسوف تھی جو سورج گرہن کے موقع پر پڑھی جاتی ہے) میں نے کہا کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے (یہ بے وقت کی نماز کیسی ہے) حضرت عائشہؓ نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا سبحان اللہ۔ میں نے پوچھا کہ کیا یہ کوئی نشانی ہے؟ حضرت عائشہؓ نے (سر سے) اشارہ کیا کہ ہاں۔ پھر میں بھی نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی۔ (نماز بہت لمبی پڑھی گئی) یہاں تک کہ مجھ پر غشی طاری ہونے لگی تو میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی پھر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ختم کی تو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور اس کی خوبی بیان کی پھر فرمایا کہ: کوئی بھی شے جو میں نے آج تک (نہیں دیکھی تھی اسے میں نے اب) اپنے اس مقام پر (کھڑے کھڑے) دیکھ لیا ہے۔ یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کو بھی (دیکھ لیا ہے) اور میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تم لوگ قبروں میں آزمائے جاؤ گے۔ یہ آزمائش اسی طرح کی ہو گی جیسی دجّال کے آنے پر ہو گی یا اس کے قریب قریب ہو گی۔ (فاطمہ بنت منذر کہتی ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماءؓ نے ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات کہی (آیا یہ کہا کہ یہ آزمائش دجّال کی آزمائش جیسی ہو گی یا یہ کہا کہ اس کے قریب قریب ہو گی۔ بہر حال حضرت اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ) تم میں سے ہر ایک کے پاس (فرشتے آئیں گے اور اس سے میرے بارے میں) پوچھا جائے گا کہ اس شخص کے بارے میں تم کیا جانتے ہو۔ پھر جو مومن ہو گا یا یقین کرنے والا ہو گا (یہاں پھر فاطمہ بنت منذر کہتی ہیں کہ) مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماءؓ نے "مومن" کہا تھا یا "یقین کرنے والا"۔ وہ تو کہے گا کہ یہ محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔ یہ ہمارے پاس روشن نشانیاں اور ہدایت لے کر آئے۔ پس ہم نے ان کی بات مان لی اور ایمان لے آئے اور (ان کی) پیروی کی۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ تو آرام سے سو جا۔ ہم نے جان لیا ہے کہ تو یقین رکھنے والا ہے۔ اور جہاں تک منافق کا تعلق ہے یا شک کرنے والے کا ہے۔ (یہاں پھر فاطمہ بنت منذر کہتی ہیں کہ) مجھے معلوم نہیں حضرت اسماءؓ نے منافق کہا یا شک کرنے والا کہا۔ تو وہ کہے گا کہ میں نہیں جانتا میں نے لوگوں کو کچھ کہتے سنا تو میں بھی وہی کہنے لگا۔

(بخاری)

ان احادیث میں جو کچھ واضح کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان قبر میں پہنچے گا تو اس کے پاس فرشتے آئیں گے جو اس سے اللہ تعالیٰ کے بارے

Marfat.com

میں اور دین اسلام کے بارے میں اور حضورؐ کے بارے میں سوال کریں گے۔
جو شخص دنیا میں ایمان والا رہا ہو گا وہ درست جواب دے گا اور قیامت قائم ہونے تک آرام میں رہے گا اور جو دنیا میں کفر اور شک کا شکار رہا ہو گا وہ درست جواب نہیں دے سکے گا اور قیامت قائم ہونے تک سخت قسم کے عذاب کا شکار رہے گا۔ اس کے علاوہ حدیث میں فاطمہ بنت منذر جو بار بار کہتی ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماءؓ نے یہ کہا تھا یا وہ کہا تھا یہ وہی بات ہے جو پہلے بیان ہو چکی کہ حدیث کو روایت کرنے والوں میں سے دیندار اور ذمہ دار لوگ حدیث کے معاملے میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ اگر کسی لفظ یا جملے کے بارے میں شک پڑ جاتا تھا تو واضح کر دیتے کہ ہمیں ٹھیک طرح یاد نہیں رہا یا تو یہ کہا گیا تھا یا وہ کہا گیا تھا۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی، اس نے قبر کے عذاب کا ذکر کیا اور پھر انہیں دُعا دی کہ خدا آپ کو قبر کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے بارے میں سوال کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے نہیں دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز پڑھی ہو اور (اس میں) قبر کے عذاب سے پناہ نہ مانگی ہو۔

(بخاری)

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مر جاتا ہے تو ہر صبح اور ہر شام اُسے اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتیوں میں سے ہوتا ہے تو جنت میں اس کا

Marfat.com

مقام) اور اگر دوزخیوں میں سے ہوتا ہے تو (دوزخ میں اس کا مقام) اور اسے کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تمہارا ٹھکانہ (اس کا انتظار کرو) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے دن اٹھائے (اور پھر تمہیں یہ ٹھکانہ دے دے)

(بخاری)

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ برزخ یعنی قبر میں بھی راحت اور عذاب ہوتا ہے۔ اس حدیث میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ نیک لوگوں کے لیے عالم برزخ میں یہ بھی ایک بڑی مسرت کی بات ہو گی کہ ہر صبح اور ہر شام انہیں ان کا جنت والا ٹھکانہ دکھایا جایا کرے گا اور خوشخبری دی جایا کرے گی کہ قیامت کے دن جب تم اٹھائے جاؤ گے تو یہ راحت اور سرور والا ٹھکانہ تمہیں دے دیا جائے گا ایسے ہی خدا کے نافرمانوں کے لیے عالم برزخ میں یہ بھی ایک بڑی اذیت کی بات ہو گی کہ ہر صبح اور ہر شام انہیں ایک ہولناک مقام دکھایا جایا کرے گا اور اطلاع دی جایا کرے گی کہ انجام کار تم نے یہاں پہنچنا ہے۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو سورج اسے ایسے دکھائی دیتا ہے جیسے غروب ہونے کے قریب ہو (پھر اگر وہ شخص دنیا میں نماز پڑھنے والا تھا) تو وہ آنکھیں ملتا بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو، میں نماز پڑھوں۔

(ابن ماجہ)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینے یا مکے کے باغوں میں سے کسی باغ کے پاس سے گزرے تو آپؐ نے دو انسانوں کی آواز سنی جنہیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑی بات پر نہیں دیا جا رہا

Marfat.com

پھر آپؐ نے فرمایا کہ کیوں نہیں (وہ بات بڑی ہی ہے) ان میں سے ایک اپنے پیشاب سے نہیں بچا کرتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا پھرتا تھا۔ پھر آپؐ نے ایک ہری ڈالی منگوائی اور اسے توڑ کر دو ٹکڑے کیا اور ان دونوں قبروں میں سے ہر ایک پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ آپؐ سے پوچھا گیا کہ یا رسولؐ اللہ، آپ نے ایسا کیوں کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ امید ہے کہ جب تک یہ دونوں ٹکڑے خشک نہ ہو جائیں ان پر عذاب کم رہے گا۔ (بخاری)

حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام ہانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ بن عفان جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو رونے لگتے یہاں تک کہ آپ کی ڈھاڑی تر ہو جاتی آپ سے کہا گیا کہ آپ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے اور اس بات پر روتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے پس اگر کوئی اس سے نجات پا گیا تو اس کے بعد کی منزلیں اس سے زیادہ آسان ہونگی اور اگر کوئی اس سے نجات نہ پا سکا تو اس کے بعد کی منزلیں اس سے زیادہ سخت ہوں گی (نیز) آپ سے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جتنے بھی (ہولناک) منظر میں نے دیکھے ہیں قبر ان سب سے زیادہ ہولناک ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت براءؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں تھے (حضورؐ قبر کے کنارے پر بیٹھ گئے اور رونے لگے یہاں تک کہ (آپؐ کے آنسوؤں سے) مٹی گیلی ہو گئی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے میرے بھائیو اس جیسی کے لیے تیاری کر لو۔ (ابن ماجہ)

حضورؐ کی مراد یہ تھی کہ ہر ایک نے ایک نہ ایک دن یہاں پہنچنا ہے، اس لیے زندگی میں ایسے اعمال کرو کہ یہاں پہنچ کر راحت نصیب ہو۔ شیخ سعدیؒ

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ میرا ایک فرزند تھا۔ یہ لڑکا نہایت خوبصورت تھا اور مجھے اس سے انتہا درجے کی محبت تھی۔ اس کی وفات سے مجھ پر کوہِ غم ٹوٹ پڑا میں حواس باختہ ہو گیا۔ اسی حواس باختگی کے عالم میں ایک دن اپنے فرزند کی قبر پر پہنچا اور قبر کا ایک تختہ اکھاڑ کر اسے دیکھنا چاہا لیکن وہاں کا ہولناک منظر دیکھ کر غش کھا کر گر پڑا۔ ہوش میں آیا تو بیٹے کو زبانِ حال سے یہ کہتے سنا۔

گرت وحشت آمد ز تاریک جائے
بہش باش و با روشنائی در آئے
شب گور خواہی منوّر چوں رُوز
ازیں جا چراغِ عمل بر فرُوز

(اگر آپ کو تاریک جگہ سے وحشت ہوتی ہے تو ہوشیار رہیں اور روشنی لے کر آئیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ قبر کی رات دن کی طرح روشن ہو تو اس جگہ عمل کا چراغ روشن کریں)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب مومن کی موت قریب ہوتی ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشمی کپڑا لے کر اس کے پاس آتے ہیں اور (اس کی روح سے مخاطب ہو کر) کہتے ہیں کہ نکل آ، تو اللہ سے راضی اور اللہ تجھ سے راضی (نکل آ) اللہ کی رحمت کی طرف اور روزی کی طرف اور ایسے رب کی طرف جو (تجھ سے) غصے نہیں ہے۔ پھر وہ نکلتی ہے جیسے مشک کی عمدہ ترین خوشبو۔ پھر فرشتے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں یہاں تک کہ اسے آسمان کے دروازے تک لے آتے ہیں پھر وہ فرشتے (آسمان والوں سے) کہتے ہیں کہ کتنی عمدہ ہے یہ خوشبو جو زمین کی طرف سے تمہارے پاس آئی ہے پھر وہ فرشتے اس روح کو مومنوں کی روحوں کے

Marfat.com

پاس لاتے ہیں تو وہ روحیں اس نئی روح کو مل کر اتنی خوش ہوتی ہیں کہ تم میں سے کوئی اپنے غائب شخص کے آنے پر اتنا خوش نہیں ہوتا پھر وہ اس سے (ان لوگوں کا حال پوچھتے ہیں جنہیں وہ دنیا میں چھوڑ آئے تھے اور) کہتے ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے۔ فلاں کا کیا حال ہے پھر (ان میں سے بعض دوسروں سے) کہتے ہیں کہ (ابھی آتے ہی اس سے اتنے سوال نہ کرو) اسے ذرا چھوڑ دو۔ یہ دنیا کے غم میں تھا (ذرا دم لے لے تو سوال کرنا) پھر جب وہ آنے والا کہتا ہے کہ (جس شخص کا تم پوچھ رہے ہو وہ تو مر چکا ہے تو) کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا۔ تو وہ روحیں کہتی ہیں کہ (نہیں ہمارے پاس تو نہیں آیا۔ اچھا پھر وہ بداعمال ہو گا لہذا) اسے اس کے ٹھکانے جہنم میں لے گئے ہوں گے (یہ صورت تو ہوگی مومن کی باقی رہا کافر تو) جب کافر کی موت قریب ہوتی ہے تو عذاب کے فرشتے ایک کمل کا ٹکڑا لے کر اس کے پاس آتے ہیں اور (اس کی روح سے مخاطب ہو کر) کہتے ہیں کہ نکل آ، تو اللہ سے ناراض اور اللہ تجھ سے ناراض (نکل آ) اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرف، پھر وہ نکلتی ہے جیسے سڑے ہوئے مردار کی شدید بدبُو، یہاں تک کہ فرشتے اُسے زمین کے دروازے پر لاتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ کتنی بُری بدبو ہے۔ پھر اسے کافروں کی روحوں کے پاس لے جاتے ہیں۔ (نسائی)

ذیل کی حدیث حضرت براءؓ بن عازب نے بیان کی اور ان سے آگے کئی لوگوں نے اسے روایت کیا۔ سننِ ابی داؤد میں یہ حدیث دو واسطوں سے آئی ہے۔ ایک واسطے کے راویوں میں مشہور راوی جریرؒ ہیں اور دوسرے واسطے کے راویوں میں ہنادؒ ہیں۔ حدیث کے بعض حصّے کسی ایک واسطے سے دوسرے کی نسبت زیادہ بیان کئے گئے ہیں اور کہیں دونوں متفق ہیں۔ ذیل میں حدیث کو مسلسل بیان کر کے دائیں طرف حاشیے میں ساتھ ساتھ واضح کر دیا گیا ہے کہ

Marfat.com

کہاں دونوں بزرگوں میں سے کسی ایک نے کوئی بات دوسرے سے زیادہ بیان کی ہے اور کہاں دونوں متفق ہیں وغیرہ۔

حضرت براءؓ بن عازب بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک انصاری شخص کے جنازے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ جب قبر کے پاس پہنچے تو (دیکھا کہ) وہ ابھی کھُدی ہوئی نہیں تھی۔ لہذا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے (اور ہم اس طرح خاموش ساکت بیٹھے ہوئے تھے) گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے تھے (کہ ذرا بھی ہلے تو وہ اڑ جائیں گے) حضورؐ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے آپؐ زمین کرید رہے تھے۔ پھر آپؐ نے سر اٹھایا اور فرمایا کہ قبر کے عذاب سے خدا کی پناہ مانگو۔ یہ بات آپؐ نے دو دفعہ یا تین دفعہ فرمائی۔

(جریر کی حدیث میں بیان (زاذان حصہ) زیادہ ہے)

اور آپؐ نے فرمایا کہ جب (میّت کو دفن کرنے والے) پُشت پھیر کر واپس لوٹتے ہیں اور مُردہ ان کے جُوتوں کی چاپ سن رہا ہوتا ہے کہ (فرشتے سوال کرنے کے لیے اس کے پاس آجاتے ہیں، پس) اس سے پوچھا جاتا ہے کہ اے شخص تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے۔

(اسی بات کو ہنّاد)

حضورؐ نے فرمایا کہ مُردے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اُسے (اٹھا کر) بٹھا دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے

Marfat.com

پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ یہ شخص کون ہیں جنہیں تم لوگوں کی طرف بھیجا گیا تھا۔ وہ جواب دیتا ہے کہ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر وہ پوچھتے ہیں کہ تجھے یہ بات کیسے معلوم ہوئی۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا اور اس کو سچ سمجھا۔

(دونوں) بیان کرتے ہیں

پس یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۚ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝

(ایمان لانے والوں کو اللہ ایک قول ثابت کی بنیاد پر دنیا اور آخرت دونوں میں ثبات عطا کرتا ہے اور ظالموں کو اللہ بھٹکا دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔)

(سورۃ ابراہیم: ۲۷)

جریر کی حدیث میں (اتنا حصہ) زیادہ ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر ایک پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ اس کے لیے جنت کا بچھونا بچھاؤ اور اسے جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ پھر اس کی طرف

پھر (اس حدیث میں جریر اور ہناد) دونوں متفق ہیں

Marfat.com

جنّت کی ہوا اور جنّت کی خوشبو آنے لگتی ہے اور اس کی قبر اس کے لیے (اتنی وسیع ہو جاتی ہے کہ) جہاں تک اس کی نگاہ جاتی ہے وہاں تک وہ کھلی ہوتی ہے۔ پھر کافر کی موت کو بیان کیا کہ اس کی روح کو اس کے جسم میں واپس لایا جاتا ہے اور دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اسے (اٹھا کر) بٹھا دیتے ہیں۔ پھر پوچھتے ہیں کہ تیرا ربّ کون ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ یہ شخص جنہیں تم لوگوں کی طرف بھیجا گیا تھا کون ہیں۔ تو وہ کہتا ہے کہ ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ پھر ایک پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا۔ پس اس کے لیے دوزخ کا بچھونا بچھا دو اور اسے دوزخ کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ پھر دوزخ کی گرمی اور لُو اس کی طرف آنے لگتی ہے اور اس کی قبر اس پر تنگ کر دی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کے اندر اس کی پسلیاں تلے اوپر ہو جاتی ہیں۔

حضورؐ فرماتے ہیں کہ پھر اس پر ایک اندھا، گونگا (فرشتہ) مسلّط کر دیا جاتا ہے جس کے پاس ایک لوہے کا گرز ہوتا ہے (جو اتنا بھاری ہوتا ہے) کہ اگر پہاڑ کو مارا جائے تو وہ مٹی ہو جائے۔ وہ فرشتہ اس گرز کے ساتھ اس کافر

جریر کی حدیث میں (اندھا بہرا) زیادہ ہے

Marfat.com

کو ایک ضرب لگاتا ہے جس کی آواز انسانوں اور جنوں کے سوا
ہر وہ شے سنتی ہے جو مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔
پس (اس ضرب کے باعث) وہ کافر خاک ہو کر رہ جاتا ہے
پھر اس میں دوبارہ روح ڈالی جاتی ہے (اور پھر اسے ضرب
لگا کر مٹی کر دیا جاتا ہے اور پھر روح ڈالی جاتی ہے۔ قیامت
تک اس پر ایسے ہی عذاب ہوتا رہتا ہے)

ابوداؤد

حضرت زیدؓ بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ (ایک روز) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار بنو نجار کے ایک باغ میں تھے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ تھے کہ اچانک خچر بدک گئی اور قریب تھا کہ حضورؐ کو گرا دے۔ دیکھا تو وہاں چھ یا پانچ یا چار قبریں تھیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ان قبروں والوں کو کون جانتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں جانتا ہوں۔ آپؐ نے پوچھا کہ یہ لوگ کب مرے تھے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ شرک کی حالت میں مرے تھے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو ان کی قبروں میں مبتلائے عذاب کیا جا رہا ہے۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم (ڈر کے مارے) اپنے مُردے دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دُعا کرتا کہ قبر کا عذاب جو میں سُن رہا ہوں خدا وہ تمہیں بھی سُنا دے۔ پھر آپؐ نے اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف کر لیا اور فرمایا کہ دوزخ کے عذاب سے خدا کی پناہ مانگو۔ صحابہ کرامؓ نے کہا کہ ہم دوزخ کے عذاب سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ قبر کے عذاب سے خدا کی پناہ مانگو۔ صحابہؓ نے کہا کہ ہم قبر کے عذاب سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ فتنوں سے خدا کی پناہ مانگو، ظاہری فتنوں سے بھی اور باطنی فتنوں سے بھی۔ صحابہؓ نے کہا کہ ہم فتنوں سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں، ظاہری فتنوں سے

Marfat.com

بھی اور باطنی سے بھی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ دجّال کے فتنے سے خدا کی پناہ مانگو صحابہؓ نے کہا کہ ہم دجّال کے فتنے سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ (مسلم)

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلیؐ اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں پھر دو واپس آجاتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ رہتی ہے۔ اس کے ساتھ (ایک تو) اس کے گھر والے جاتے ہیں۔ اور (دوسرے) اس کا مال اور (تیسرے) اس کا عمل۔ پھر اس کے گھر والے اور اس کا مال تو واپس آجاتے ہیں اور اس کا عمل (اس کے ساتھ) رہ جاتا ہے (جو اچھا ہونے کی صورت میں اس کے لیے راحت اور خوشی کا باعث بنتا ہے اور بُرا ہونے کی صورت میں اس کے لیے ذریعۂ عذاب ثابت ہوتا ہے۔) (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلیؐ اللہ علیہ وسلّم دُعا کیا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ (اے خدا میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے اور آگ کے عذاب سے اور زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے سے۔ (بخاری)

حضرت علیؓ ایک بار قبرستان میں تشریف لے گئے۔ ایک نگاہ قبروں پر ڈالی اور اہلِ قبور کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اے قبروں میں بسنے والو، اے کھنڈروں کے باسیو، اے وحشت اور تنہائی میں رہنے والو، کہو کیا خیر خبر ہے؟ کہو کیا حال ہے؟ ہمارا تو یہ حال ہے کہ مال تقسیم کر لیے گئے، اولادیں یتیم ہو گئیں، بیویوں نے دوسرے شوہر کر لیے یہ تو ہمارا حال ہے۔ اب تم بھی تو اپنی خیر خبر سناؤ۔"

Marfat.com

پھر آپ کچھ دیر خاموش رہے۔ آپ کے ساتھ حضرت کُمیلؓ بھی تھے۔ ان کی طرف دیکھا اور فرمایا:

"کُمیل اگر ان قبروں کے باشندوں کو بولنے کی اجازت ہوتی تو یہ کہتے کہ بہترین توشہ پرہیزگاری ہے۔"

یہ فرمایا اور رونے لگے، دیر تک روتے رہے پھر بولے:

"کمیل، قبر عمل کا صندوق ہے، اور موت کے وقت ہی یہ بات معلوم ہو جاتی ہے!"

Marfat.com

قیامت

تمام انبیاء کی امتیں یہ عقیدہ رکھتی ہیں کہ ایک دن ایسا آئے گا جب یہ نظام کائنات درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔ اس دن کو روزِ قیامت کہا گیا ہے۔ قرآن اور حدیث دونوں میں قیامت کا ذکر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صُور پھُونکا جائے گا جس سے ہولناک آواز پیدا ہوگی اور سب لوگ جو اس وقت زندہ ہوں گے موت کا شکار ہو جائیں گے۔ پھر ایک مدت کے بعد جس کا حال صرف خدا ہی کو معلوم ہے کہ وہ کتنی ہوگی، دوبارہ صُور پھُونکا جائے گا جس سے تمام انسان زندہ ہو جائیں گے اور میدانِ حشر میں جمع ہو جائیں گے۔ پھر ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور طے کیا جائے گا کہ کس کس نے دوزخ میں اور کس کس نے جنّت میں جانا ہے قیامت کے بعد موت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔ کوئی خوشی کی حالت میں ہوگا یا غم اور تکلیف کی، اس کی زندگی دائمی ہوگی۔

علاماتِ قیامت

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت سے پہلے بعض علامات ظاہر ہوں گی جو اس بات کی دلیل ہونگی کہ اب قیامت قریب ہے۔ مثلاً

Marfat.com

۱۔ لوگ خدا کا ذکر کرنا چھوڑ دیں گے۔

۲۔ مال و دولت کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ کوئی کسی کی خیرات قبول نہیں کرے گا۔

۳۔ ذمہ داریاں نااہلوں کے سپرد کر دی جائیں گی۔

۴۔ علم اٹھا لیا جائے گا اور جہالت بڑھ جائے گی۔

۵۔ فتنے بہت ظاہر ہوں گے، مصائب بہت آئیں گی، یہاں تک کہ لوگوں کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔

۶۔ لوگوں کے دلوں میں بخیلی پیدا ہو جائے گی۔

۷۔ قتل و خون بکثرت ہو گا۔

۸۔ بدکاری بہت بڑھ جائے گی۔

۹۔ شراب کثرت سے پی جائے گی۔

۱۰۔ مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی۔

۱۱۔ مسلمانوں میں سے بعض یا بہت سے لوگ مشرکوں سے مل جائیں گے اور بت پوجنے لگیں گے۔

۱۲۔ تیس یا تیس کے قریب کذاب آ چکے ہوں گے جن میں سے ہر ایک نے دعویٰ کیا ہو گا کہ میں نبی ہوں۔

۱۳۔ دجال ظاہر ہو گا جو مسلمانوں کو شدید قسم کے مصائب میں مبتلا کر دے گا۔

۱۴۔ حضرت مسیحؑ ایک حاکم عادل کی حیثیت سے تشریف لائیں گے۔

۱۵۔ سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہو گا۔ وغیرہ وغیرہ۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت تب قائم ہو گی جب دنیا میں (اتنی خدا فراموشی پھیل چکی ہو گی کہ) اللہ اللہ نہیں

Marfat.com

کہا جائے گا۔ (مسلم)

حضرت انسؓ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی تھی۔ میرے سوا اور کوئی بھی یہ حدیث تم سے بیان نہیں کرے گا۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے (کچھ نشانیاں) یہ ہیں کہ علم اٹھالیا جائے گا، جہالت کی کثرت ہو جائے گی، بدکاری بہت ہو گی، کثرت سے شراب پی جائے گی، مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی، یہاں تک کہ پچاس عورتوں کی خبر گیری کرنے والا اوران کے امور کا ذمہ دار ایک مرد ہو گا۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ قریب ہو جائے گا (یعنی وقت تیزی کے ساتھ گزرے گا یا قیامت قریب آ جائے گی) اور علم اٹھالیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہو جائیں گے، اور (دلوں میں) بخیلی ڈال دی جائے گی اور ہرج بکثرت ہو گا۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ ہرج کیا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ قتل (وخون) (مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ تم میں مال کی کثرت ہو جائے گی (اتنی کہ) وہ بہتا پھرے گا۔ مال والے کو یہ غم لگا ہو گا کہ کوئی اس کے صدقے کو قبول کرلے۔ (مگر کوئی اسکے صدقے کو قبول نہ کرے گا) وہ اپنا مال پیش کرے گا مگر جس کے سامنے اُسے پیش کرے گا وہ کہے گا کہ مجھے حاجت نہیں۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ (فتنہ وفساد اور مصائب کے باعث انسانوں کی زندگی ایسی اجیرن ہو جائے گی کہ) ایک شخص دوسرے شخص کی قبر

Marfat.com

کے پاس سے گزرے گا تو (حسرت سے) کہے گا کہ کاش اس کی جگہ میں (اس قبر میں) ہوتا۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ دنیا فنا نہیں ہوگی جب تک کہ لوگوں پر وہ دن نہ آجائے جس میں قاتل کو یہ معلوم نہ ہوگا کہ اس نے کیوں قتل کیا اور مقتول کو یہ معلوم نہ ہوگا کہ اُسے کیوں قتل کیا گیا۔ عرض کیا گیا کہ یہ کیونکر ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کشت وخون ہوگا (لہذا) قاتل اور مقتول (دونوں) دوزخ میں جائیں گے۔

(مسلم)

حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک میری امت کے (بہت سے) قبیلے مشرکوں سے نہ مل جائیں اور بُت نہ پوجنے لگیں۔ اور میری امت میں تیس کذاب ہوں گے، ان میں ہر ایک یہی گمان کرتا ہوگا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں (آئے گا) (ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ (ایک روز) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں (بیٹھے) لوگوں سے گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک بدو آگیا اور کہنے لگا کہ قیامت کب ہوگی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (نے اس کی بات کا کچھ جواب نہ دیا اور اپنی) بات کرتے رہے۔ لوگوں میں سے کسی نے کہا کہ حضورؐ نے اس کی بات سُنی تو ہے مگر اس نے جو کچھ کہا ہے اسے پسند نہیں فرمایا۔ ان میں سے کسی (اور) نے کہا کہ نہیں بلکہ آپؐ نے (اس کی بات) سنی ہی نہیں۔ یہاں تک کہ جب آپؐ اپنی بات پوری کر چکے تو فرمایا کہ کہاں ہے ــــ (راوی بیان کرتے ہیں کہ) میرا خیال ہے (کہ آپؐ نے یہ بھی کہا کہ) قیامت کے بارے میں سوال کرنے والا۔ اُس

Marfat.com

بدو نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ میں یہاں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب امانت ضائع کی جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔ اس نے پوچھا کہ امانت ضائع کیسے ہوتی ہے آپؐ نے فرمایا کہ جب معاملات نا اہلوں کے سپرد کیے جانے لگیں تو قیامت کا انتظار کرنا۔

(بخاری)

جب کسی کام کو کسی ایسے انسان کے سپرد کر دیا جائے جو اُسے کرنے کی اہلیت نہ رکھتا ہو تو شدید خرابی پیدا ہوتی ہے۔ حضورؐ نے قیامت کی علامات میں سے ایک علامت یہ بھی بتائی کہ ذمہ داریاں نا اہلوں کے سپرد کی جایا کریں گی۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ (حضرت عیسیٰؑ) ابن مریم تم میں ایک عادل حاکم بن کر اتریں گے۔ پھر (اترنے کے بعد) وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے اور مال اتنا زیادہ ہو جائے گا کہ کوئی اسے لینا قبول نہیں کرے گا۔

(بخاری)

جزیہ وہ ٹیکس ہے جو اسلامی حکومت اپنی غیر مسلم رعایا سے لیتی ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک روز) جب سورج غروب ہوا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کہاں جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ خدا اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ جاتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے پھر (طلوع ہونے کی) اجازت مانگتا ہے۔ پھر اسے اجازت دی جاتی ہے (تو طلوع ہوتا ہے) اور عنقریب وہ وقت آئے گا کہ یہ سجدہ کرے گا تو وہ اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور (طلوع ہونے کی) اجازت مانگے گا تو اسے اجازت نہیں دی جائے گی (بلکہ) اسے کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا ہے اسی طرف لوٹ جا لہٰذا یہ مغرب

Marfat.com

سے طلوع ہوگا۔ (اور اس کا مغرب سے طلوع ہونا ایک علامت ہوگی قیامت کی)
پس یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ط ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ط (اور سورج، وہ اپنے ٹکانے کی طرف چلا جارہا ہے، یہ زبردست علیم ہستی کا باندھا ہوا حساب ہے) (یٰسٓ ۳۸)

(بخاری)

قیامت کا وقوع

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان کو یہ بات خوش کرے وہ قیامت کے دن کو اس طرح دیکھے گویا وہ اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے تو اسے چاہئیے کہ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ اور اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ اور اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ پڑھے۔

(ترمذی)

یہ تینوں سورتیں کلام پاک کے آخری پارے میں ہیں۔ پہلی سورت کا نام ہے سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ دوسری کا سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ اور تیسری کا سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ۔ ان تینوں سورتوں میں قیامت کے احوال اس عمدگی سے بیان کئے گئے ہیں کہ انہیں پڑھنے سے قیامت کا منظر گویا آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے ذیل میں ان کے مضمون کا تھوڑا تھوڑا حصہ اور اس کا مفہوم پیش کیا جارہا ہے۔

"جب سورج لپیٹ دیا جائے گا، اور جب تارے بکھر جائیں گے اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے اور جب دس مہینے کی حاملہ اونٹنیاں اپنے حال پر چھوڑ دی جائیں گی، اور جب جنگل جانور سمیٹ کر اکٹھے کر دیئے جائیں گے، اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے

Marfat.com

اور جب جانیں (جسموں سے) جوڑ دی جائیں گی، اور جب زندہ گاڑی ہوئی
لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی، اور جب اعمالنامے
کھولے جائیں گے، اور جب آسمان کا پردہ ہٹا دیا جائے گا، اور
جب جہنم دہکائی جائے گی، اور جب جنت قریب لے آئی جائے گی
اس وقت ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔"
(سورۃ التکویر)

"جب آسمان پھٹ جائے گا، اور جب تارے بکھر جائیں گے، اور
جب سمندر پھاڑ دیے جائیں گے، اور جب قبریں کھول دی جائیں گی
اس وقت ہر شخص کو اس کا اگلا پچھلا سب کیا دھرا معلوم ہو جائے گا۔"
آگے پھر انسان کو مخاطب کر کے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:
"اے انسان، تجھے (آخر) کس چیز نے اپنے پروردگار کریم سے
متعلق بھول میں ڈال رکھا ہے۔ (وہ پروردگار) جس نے تجھے پیدا کیا
پھر تیرے اعضاء کو درست کیا، پھر تجھے اعتدال پر بنایا (اور) جس
صورت میں بھی چاہا تجھے ترکیب دے دیا۔"
انسان پر اپنے یہ احسان بیان کر کے آگے اس کی سرکشی کی اصل وجہ بیان
کی ہے کہ تم اپنے محسن خالق سے اس لیے اکڑتے ہو کہ تم درحقیقت قیامت کے
دن کی جزا اور سزا کا یقین نہیں رکھتے۔ فرمایا:
"ہرگز نہیں۔ اصل یہ ہے کہ تم جزا و سزا ہی کو جھٹلاتے ہو۔ حالانکہ
تمہارے اوپر (ہماری طرف سے) یاد رکھنے والے، معزز لکھنے والے
(فرشتے مقرر) ہیں۔ (تاکہ تمہاری ہر نیکی اور برائی لکھتے جائیں) وہ
تمہارے اعمال کو جانتے ہیں۔"

Marfat.com

آگے نیک لوگوں کا اچھا انجام اور بُرے لوگوں کے بُرے انجام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"نیک لوگ بلاشبہ آسائش میں ہوں گے اور بدکار لوگ بلاشبہ دوزخ میں ہوں گے۔ وہ اس میں داخل ہوں گے جزا کے دن اور (پھر) اس سے باہر نہ ہوں گے اور آپ کو کیا خبر کہ جزا کا دن کیا ہے پھر آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیا ہے۔ یہ وہ دن ہے کہ (اس دن) کسی کا کسی کے لیے کچھ بس نہ چلے گا اور حکومت اس دن تمام تر اللہ ہی کی ہوگی۔"

(سورۃ الانفطار)

آگے سورۃ الانشقاق میں فرمایا ہے:

"جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے رب کے فرمان کی تعمیل کرے گا اور اس کے لیے حق یہی ہے (کہ اپنے رب کا حکم مانے) اور جب زمین پھیلا دی جائے گی اور جو کچھ اس کے اندر ہے اُسے باہر پھینک کر خالی ہو جائے گی اور اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرے گی اور اس کے لیے حق یہی ہے (کہ اس کی تعمیل کرے) اے انسان تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف چلا جا رہا ہے اور اس سے ملنے والا ہے پھر جس کا نامۂ اعمال اس کے سیدھے ہاتھ میں دیا گیا اس سے ہلکا حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے لوگوں کی طرف خوش خوش پلٹے گا۔ رہا وہ شخص جس کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے ملے گا تو وہ موت کو پکارے گا اور بھڑکتی ہوئی آگ میں جا پڑے گا۔ وہ اپنے گھر والوں میں مگن تھا۔ اس نے سمجھا تھا کہ اسے کبھی پلٹنا نہیں ہے۔ پلٹنا کیسے نہ تھا اس کا رب اس

Marfat.com

کے کرتوت دیکھ رہا تھا۔

(سورۃ الانشقاق: آیات ۱ تا ۱۵)

ان آیات سے پایا جاتا ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی تو آسمان پھٹ جائے گا۔ سورج اور ستاروں کی روشنی ختم ہو جائے گی۔ وہ بندش جس نے ستاروں سیاروں کو اپنے اپنے مقام اور مدار پر باندھ رکھا ہے کھل جائے گی اور سب ستارے سیارے کائنات میں منتشر ہو جائیں گے، زمین کی وہ کشش بھی ختم ہو جائے گی جس کی بدولت پہاڑ وزنی ہیں اور جمے ہوئے ہیں، لہذا سارے پہاڑ اپنی جگہ سے اکھڑ جائیں گے اور زمین پر اس طرح چلنے لگیں گے جیسے فضا میں بادل چلتے ہیں سمندر بھڑکنے لگیں گے جس طرح دنیا میں کوئی عام مصیبت آنے پر ہر طرح کے جنگلی جانور بھاگ کر ایک جگہ اکٹھے ہو جاتے ہیں اسی طرح اس عظیم آزمائش کے وقت سب جنگلی جانور اکٹھے ہو جائیں گے۔ وہ پریشانی کا عالم ہو گا کہ لوگوں کو اپنے قیمتی ترین مال کی بھی پروا نہیں ہوگی۔ آسمان کا پردہ ہٹا دیا جائے گا اور جو کچھ اب نگاہوں سے اوجھل ہے نظر آنے لگے گا۔ میدانِ حشر میں جہنم کی دہکتی ہوئی آگ بھی نظر آ رہی ہوگی اور جنت بھی اپنی ساری نعمتوں کے ساتھ سامنے موجود ہوگی تاکہ بد بھی جان لیں کہ وہ کس چیز سے محروم ہو کر کہاں جانے والے ہیں اور نیک بھی جان لیں کہ وہ کس شے سے بچ کر کن نعمتوں سے سرفراز ہونے والے ہیں۔ اس وقت زمین کی اونچ نیچ برابر ہو کر وہ ایک ہموار میدان بن جائے گی اور وہ سب لوگ جو ابتدا سے لے کر انتہا تک مرے تھے زندہ ہو کر قبروں سے باہر نکل آئیں گے اور زمین اندر سے خالی ہو جائے گی۔ پھر لوگوں کو ان کے اعمالنامے دیے جائیں گے جس سے ہر شخص کو اپنا اگلا پچھلا سب کیا دھرا معلوم ہو جائے گا۔ یہ اعمالنامے بعض لوگوں کو داہنے ہاتھ میں دیے جائیں گے اور بعض کو ان کی پشتوں کے پیچھے سے۔ جن لوگوں کے اعمالنامے ان کے داہنے

Marfat.com

ہاتھوں میں دیے جائیں گے ان کا آسان حساب لیا جائے گا اور وہ خوش خوش اپنے گھر والوں کی طرف واپس آئیں گے۔ مگر جن کو ان کے اعمالنامے ان کی پشتوں کے پیچھے سے دیے جائیں گے ان کا وہ حال ہو گا کہ وہ موت کو پکارنے لگیں گے اور دوزخ میں جا داخل ہوں گے۔ یہ وہ وقت ہو گا کہ لوگوں نے دنیا میں جو ایک دوسرے پر ظلم ڈھائے ہوں گے ان کے بارے میں سوال ہو گا اور جو لوگ دنیا ہی میں مگن رہا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ انہیں کبھی اللہ کے حضور میں حاضر ہونا ہی نہیں وہ دیکھ لیں گے کہ جن حقیقتوں کو وہ جھٹلاتے رہے تھے وہ تو اب سامنے ہیں۔

ان تین سورتوں کے علاوہ قرآن پاک کی اور بھی کئی سورتوں میں آخرت کا حال بیان ہوا ہے۔ سورۃ القارعۃ میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

"وہ کھڑکھڑانے والی چیز! کیسی کچھ ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز! اور آپ کو کیا خبر کہ وہ کھڑکھڑانے والی چیز کیا ہے (یہ وہ دن ہو گا) جس روز انسان پریشان پتنگوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنکی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں گے پھر جس کسی کا (اعمال کا) پلہ بھاری نکلے گا وہ خاطر خواہ آسائش میں ہو گا۔ اور جس کسی کا (اعمال کا) پلہ ہلکا نکلے گا اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہو گا اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ (ہاویہ) کیا چیز ہے۔ وہ دہکتی ہوئی آگ ہے۔ (القارعۃ)

سورۃ الزمر آیت ۶۸ میں فرمایا:

"اور صور پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب بے ہوش ہو جائیں گے سوائے اس کے جسے اللہ چاہے۔"

سورۃ النمل آیت نمبر ۸۷ میں فرمایا:

"اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں میں ہیں اور جو

Marfat.com

زمین میں ہیں سب گھبرا جائیں گے سوائے اس کے جسے اللہ چاہے۔"

سورۃ الحاقۃ آیات ۱۳، ۱۴، ۱۵ میں فرمایا:

"پھر جب صور یک بارگی پھونک دیا جائے گا اور زمین اور پہاڑ اٹھا لیئے جائیں گے اور دونوں ایک دفعہ میں ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔ تو اس دن آپڑنے والی آپڑے گی۔"

سورۃ قٓ آیت ۴۲ میں فرمایا:

"جس دن وہ چنگھاڑ (یعنی صُور کی ڈراؤنی آواز) جو برحق ہے سنیں گے یہی (قبروں سے) نکلنے کا دن ہوگا۔"

سورۃ النساء آیت ۱۸ میں فرمایا:

"اور جس دن صور (دوسری بار) پھونکا جائے گا تو تم فوج در فوج چلے آؤ گے۔"

سورۃ یٰسٓ آیت نمبر ۵۱ میں فرمایا:

"اور صور پھونکا جائے گا تو اسی دم وہ قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف دوڑیں گے۔"

قیامت کے دن زمین و آسمان اور اجرام فلکی وغیرہ میں جو تغیرات پیدا ہوں گے ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"جس دن زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی نیز آسمان بھی اور وہ لوگ یکتا زبردست اللہ کے آگے ظاہر ہوں گے۔"

(ابراہیم ۴۸)

"جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح (سرخ) ہو جائے گا۔" (المعارج ۸)

"جس دن زمین اور پہاڑ کپکپائیں گے اور پہاڑ بھربھرے ٹیلے ہو جائیں گے۔"

(المزمل ۱۴)

Marfat.com

"اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے چمک اٹھے گی۔"

(الزمر ۶۹)

"جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ لیں گے جس طرح طومار خطوں کو لپیٹ لیتا ہے، جس طرح ہم نے پہلی بار پیدائش شروع کی تھی اسی طرح ہم اُسے دہرائیں گے۔ یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے، بیشک ہم ایسا کرنے والے ہیں۔"

(الانبیاء ۱۰۴)

قیامت کے دن فرشتوں کے نازل ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"جس دن آسمان ایک بدلی پر سے پھٹ جائے گا اور فرشتے بکثرت (زمین پر) اتارے جائیں گے۔"

(الفرقان ۲۵)

"جس دن روح (یعنی جبریلؑ) اور فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے کچھ نہ بولیں گے مگر وہی جس کو رحمٰن اجازت دے اور جو حق کی بات کہے۔"

(النبا ۳۸)

"اور تیرا پروردگار اور صفوں کی صفیں فرشتے موجود ہوں گے۔"

(الفجر ۲۲)

"اور تو فرشتوں کو عرش کے گرد حلقہ باندھے دیکھے گا۔ وہ اپنے رب کی تعریف کے ساتھ (اس کی) پاکی بیان کر رہے ہوں گے۔"

(الزمر ۷۵)

قیامت کے اچانک واقع ہو جانے کے متعلق فرمایا:

"بلکہ وہ ان پر اچانک آئے گی، اور انہیں بھونچکا بنا دے گی۔ پھر نہ وہ اُس کو ٹال سکیں گے اور نہ انہیں مہلت ہی دی جائے گی۔" (الانبیاء ۴۰)

Marfat.com

قیامت کی سختیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی، اور ہر حاملہ اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے کی سی حالت میں دیکھے گا، حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے، بلکہ اللہ کا عذاب ہی سخت ہوگا۔" (الحج ۲)

"جس دن ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے۔ بے شک ہم بدلہ لینے والے ہیں۔"

(الدخان ۱۶)

جیسا کہ بیان ہو چکا، پہلا صور پھونکا جائے گا تو سب انسان مر جائیں گے پھر دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو سب اگلے پچھلے انسان زندہ ہو کر اپنی قبروں سے نکل آئینگے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جمع کئے جائیں گے۔ اسی کو حشر کہتے ہیں۔

سورۃ الکہف آیت ۴۷ میں ارشاد ہوا ہے:

"اور ہم انہیں اکٹھا کریں گے، سو ہم ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔"

سورۃ التغابن آیت ۹ میں فرمایا:

"وہ (دن یاد رکھو جب وہ) تمہیں اس جمع کرنے والے دن میں جمع کرے گا، یہی (دن) ہے نقصان (اور نفع) کے ظاہر ہونے کا دن۔"

قیامت کے دن نفسا نفسی کا وہ عالم ہوگا کہ دنیا میں جو رشتے بڑے عزیز اور قریبی سمجھے جاتے ہیں ان سے بھی انسان بالکل لاپروا ہوگا اور اپنی جان ہی کے فکر میں مبتلا ہوگا۔ سورۃ عبس آیات ۳۳ تا ۳۷ میں فرمایا ہے۔

"تو جس وقت (قیامت) کا شدید شور برپا ہو جائے گا، اس روز انسان اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور

Marfat.com

اپنے بیٹوں سے بھاگے گا ان میں سے ہر شخص کو اس وقت اپنی ہی پڑی ہو گی جو اُسے (دوسروں سے) بے توجہ کرنے والی ہو گی۔"

سورۃ المعارج آیات از ۱۰ تا ۲۱ میں فرمایا:

"اور کوئی جگری دوست کسی جگری دوست کو نہ پوچھے گا۔ حالانکہ وہ انہیں دکھا بھی دیئے جائیں گے۔ مجرم (تو اس روز بس) اس کی تمنا کرے گا کہ اس روز کے عذاب سے چھوٹنے کے لیے اپنے بدلے میں اپنے بیٹوں کو اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو اور اپنے کنبے کو جس میں وہ بسر کرتا ہے اور تمام اہلِ زمین کو فدیے میں دے دے (کہ) پھر (یہ فدیہ) اسے (عذاب سے) بچالے۔ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ وہ آگ تو ایسی شعلہ زن ہے کہ کھال (تک) اتار دے گی، اور وہ بلاوا دے گی اس شخص کو جس نے پیٹھ پھیری ہو گی اور روگردانی کی ہو گی اور (مال) جمع کیا ہو گا، اور اس کو اٹھا اٹھا رکھا ہو گا۔ بیشک انسان بے ہمت پیدا ہوا ہے کہ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو جزع فزع کرنے لگتا ہے۔ اور جب اسے خوش حالی ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔"

قیامت اور احوالِ قیامت کے بارے میں رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث سے بھی بہت علم حاصل ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص بیان کرتے ہیں کہ ایک بدو رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ صُور کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا (تو قیامت برپا ہو جائے گی)

(ترمذی)

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا

Marfat.com

کہ میں کیسے خوش رہ سکتا ہوں جب صورت یہ ہے کہ صُور (بجانے) والا (فرشتہ) صُور منہ میں لیے ہوئے ہے، اس کی پیشانی جھکی ہوئی ہے اور وہ کان لگائے انتظار کر رہا ہے کہ اسے (صُور) پھونکنے کا حکم دیا جائے تو وہ (صُور) پھونکے (اور قیامت برپا ہو جائے) حضورؐ کی یہ بات سن کر) مسلمانوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (جب صورتِ حالات یہ ہے تو پھر ہمیں بتایئے کہ) ہم کیا پڑھا کریں (حضورؐ نے فرمایا کہ تم پڑھا کرو حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ تَوَكَّلْنَا عَلَى اللّٰهِ (کافی ہے ہمارے لئے اللہ اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ ہم نے اللہ پر بھروسہ کیا) (اس حدیث کے ایک راوی) سفیان کبھی کبھی (یا اکثر) تَوَكَّلْنَا عَلَى اللّٰهِ کی جگہ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا کہتے تھے۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ سورج اپنے غروب ہونے کی جگہ سے طلوع کرے گا (یعنی مغرب سے) پھر جب وہ (مغرب سے) طلوع ہوگا اور لوگ اُسے دیکھ لیں گے تو (پھر) سب کے سب ایمان لے آئیں گے لیکن یہ ایسا وقت ہوگا کہ جو شخص اس سے پہلے ایمان نہ لاچکا ہوگا یا اپنے ایمان کی حالت میں کوئی نیکی نہ کمائی ہوگی اس کا اس وقت ایمان لانا اُسے فائدہ نہ دے گا (پھر جب قیامت قائم ہوگی تو وہ اس طرح ایک دم آجائے گی کہ) دو آدمیوں نے (خرید و فروخت کے لیے) اپنے درمیان اپنا کپڑا اپھیلا رکھا ہوگا مگر ابھی وہ باہم خرید و فروخت کرنے نہیں پائیں گے اور نہ اس کو لپیٹ سکیں گے کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ اور کوئی شخص اپنی دودھ والی اونٹنی کا دودھ لے کر چلا ہوگا مگر ابھی اُسے پینے نہیں پائے گا کہ قیامت قائم ہو جائیگی اور کوئی شخص اپنا حوض لیپ پوت رہا ہوگا مگر ابھی (اپنے جانوروں کو) اس میں پانی نہیں پلائے گا کہ قیامت قائم ہو جائیگی

Marfat.com

اور کوئی شخص اپنا لقمہ اٹھا کر اپنے منہ کی طرف لے جا رہا ہو گا مگر ابھی اسے کھانے نہیں پائے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ (بخاری)

حضرت مقدادؓ بن اسودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن سورج لوگوں سے اتنا قریب ہو جائے گا کہ بقدر ایک میل کے رہ جائے گا (اس حدیث کے ایک اور راوی) سُلَیْم بن عامر (ہیں جنہوں نے یہ حدیث حضرت مقدادؓ سے سُنی تھی۔ وہ) کہتے ہیں کہ خدا کی قسم، میں نہیں جانتا کہ میل سے حضرت مقدادؓ (یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم) کی مراد کیا تھی۔ آیا زمین کی مسافت (کا میل) یا وہ سلائی جس سے آنکھ میں سُرمہ لگایا جاتا ہے (کیونکہ عربی زبان میں سُرمہ لگانے والی سلائی کو بھی میل کہا جاتا ہے۔ غرضیکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (جب سورج اتنا قریب آجائے گا تو) لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ہوں گے۔ ان میں کوئی ایسا ہو گا جس کا پسینہ اس کے ٹخنوں تک ہو گا۔ اور ان میں کوئی ایسا ہو گا جس کا پسینہ اس کے گھٹنوں تک ہو گا۔ اور ان میں کوئی ایسا ہو گا جس کا پسینہ اسکی کمر تک ہو گا اور ان میں کوئی ایسا ہو گا جس کے منہ میں پسینے کی لگام ہو گی (یعنی پسینہ اس کے منہ میں جا رہا ہو گا) اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ (مسلم)

تیسویں پارے میں سُورۃ الزِلزال میں قیامت کا ذکر کرتے ہوئے زمین کے متعلق فرمایا گیا ہے یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا یعنی اس دن وہ اپنی خبریں بیان کرے گی۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا اور فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ اس کی خبریں کیا ہوں گی۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے

Marfat.com

ہیں رحضورؐ نے فرمایا کہ اس کی خبریں یہ ہوں گی کہ وہ ہر بندے اور ہر بندی کے بارے میں گواہی دے گی کہ اس نے اس کی پشت پر کیا کیا عمل کیا تھا۔ زمین (ایک ایک شخص کے بارے میں) کہے گی کہ اس نے فلاں اور فلاں اور فلاں دن (یہ) یہ عمل کیا تھا۔ پس یہ ہیں اس کی خبریں (جو وہ قیامت کے دن بیان کرے گی)

(ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) زمین کو مٹھی میں لے لے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور فرمائے گا کہ میں ہوں بادشاہ، زمین کے بادشاہ (اس وقت) کہاں ہیں !!!

(بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام آسمانوں کو لپیٹ لے گا۔ پھر انہیں اپنے دائیں ہاتھ میں لے لے گا۔ پھر فرمائے گا کہ میں ہوں بادشاہ! کہاں ہیں مغرور و سرکش؛ کہاں ہیں متکبر! پھر تمام زمینوں کو اپنے بائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا۔ پھر فرمائے گا کہ میں ہوں بادشاہ! کہاں ہیں غرور اور سرکشی کرنے والے! کہاں ہیں تکبر کرنے والے !!!

(مسلم)

حضرت عبداللہ بن انیسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ بندوں کو جمع کرے گا پھر انہیں ایسی آواز میں پکارے گا جسے دور والے بھی ویسے ہی سنیں گے جیسے قریب والے (فرمائے گا کہ) میں ہوں بادشاہ! میں ہوں اعمال کا بدلہ دینے والا !!

(بخاری)

Marfat.com

سورۃ بنی اسرائیل آیت ۹۷ میں اللہ تعالیٰ نے گمراہ لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ط (اور ہم قیامت کے روز ان کو اندھے، گونگے، بہرے کرکے منہ کے بل چلائیں گے)

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبیؐ کافر کا حشر اس کے منہ کے بل کیسے ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کیا وہ ذات جس نے اسے دنیا میں پاؤں کے بل چلایا اس بات پر قادر نہیں کہ قیامت کے دن اُسے اسکے منہ کے بل چلائے۔ حضرت قتادہ (جنہوں نے یہ حدیث حضرت انسؓ سے سُنی۔ اسے سن کر) کہا اٹھے کہ کیوں نہیں، قسم ہے اپنے پروردگار کی عزت کی (وہ یقیناً اس بات پر قادر ہے کہ کافر کو روز قیامت منہ کے بل چلائے)

(بخاری)

حضرت صفوانؓ بن عسّال بیان کرتے ہیں کہ ایک بلند آواز بدّو خدمت نبوی میں آیا اور عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک شخص بعض (نیک اعمال کرنے والے) لوگوں سے محبّت رکھتا ہے مگر اُن جیسے اچھے عمل نہیں کرسکا: (تو اس کا کیا انجام ہوگا) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ انسان (قیامت کے دن) اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے محبّت کی ہوگی

(ترمذی)

دانا انسان دُور اندیش ہوتا ہے۔ جس صورت حالات کے متعلق اُسے معلوم ہو کہ ایک نہ ایک دن اس سے ضرور دوچار ہونا ہے وہ چاہے کتنی ہی دُور نظر آتی ہو عقل مند اسے قریب ہی سمجھتا ہے اور اس کے لیے تیاری کرتا رہتا ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم مسلمانوں میں اسی دوراندیشی اور دانائی

Marfat.com

کے طالب تھے۔ موت اور مابعد الموت کے حالات ہر ذی نفس کو ایک دن لازماً پیش آنے ہیں۔ انہیں دور سمجھتے ہوئے ان سے بے پروائی برتنا اسی انسان کا کام ہو سکتا ہے جو غفلت اور نادانی میں مبتلا ہو۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غفلت اور نادانی کو مسلمانوں کے لیے ہمیشہ سخت مضر اور مہلک سمجھا۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مخصوص پیارے اور دل نشیں انداز میں انہیں موت اور مابعد الموت کی یاد دلاتے رہے۔

Marfat.com

نامۂ اعمال اور حساب

قرآن وحدیث ہمیں بتاتے ہیں کہ انسان نے زندگی میں جتنے بھی عمل کیے ہوں، اچھے یا بُرے، ان سب کا ریکارڈ ساتھ ساتھ تیار ہوتا جاتا ہے اور حشر کے دن وہ انسان کے حوالے کر دیا جائے گا تاکہ وہ خود دیکھ لے کہ وہ دنیا میں کیا کیا کر کے آیا ہے۔ اس ریکارڈ کو نامۂ اعمال کہا جاتا ہے اور یہ قیامت کے دن پیش ہوگا۔

نامۂ اعمال کا تصور دلانے سے بھی یہی مراد ہے کہ انسان ہر وقت چوکنا رہے اور خرابیاں کرنے سے بچے۔ جس دل میں یہ احساس گہرا ہوگا وہ کوئی غلط قدم اٹھاتے ہوئے ضرور جھجکے گا کہ جو خرابی کرنے لگا ہوں وہ ہمیشہ کے لیے لکھ لی جائے گی اور قیامت کے دن ظاہر ہو جائے گی۔

قرآن واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ریکارڈ اتنا مکمل ہوگا کہ ذرہ برابر بات بھی اس سے چھٹی نہیں ہوگی۔ جو نیکیاں اور جو برائیاں کر کے انسان قطعی بھول چکا ہوگا وہ بھی اس میں موجود ہوں گی اور جن اعمال کو انسان نے بالکل معمولی اور حقیر سمجھا ہوگا۔ وہ بھی اس میں درج ہوں گے۔

Marfat.com

کلام پاک میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ہر انسان پر فرشتے متعین ہیں جو اس کے اعمال لکھتے جاتے ہیں۔ ان فرشتوں کو کراماً کاتبین کہا گیا ہے جس کا مطلب ہے بزرگ لکھنے والے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن نیکوکاروں کو ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھوں میں دیئے جائیں گے اور وہ اس قدر خوش اور مسرور ہوں گے کہ دوسرے لوگوں سے بھی کہیں گے کہ آؤ ہمارا نامۂ اعمال پڑھو اور بُرے لوگوں کو ان کے اعمالنامے بائیں ہاتھوں میں اور پشتوں کے پیچھے سے دیئے جائیں گے اور وہ شدت غم والم سے پکار اٹھیں گے کہ کاش ہمارا نامۂ اعمال ہمیں دیا ہی نہ جاتا اور ہمیں پتہ ہی نہ چلتا کہ ہمارا حساب کیا ہے۔

یہاں وہی انسانی فطرت بیان ہوئی ہے کہ جب کوئی خوشی کی یا عزت بڑھانے والی بات پیش آتی ہے تو یہی خواہش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس کا علم ہو اور جب کسی رسواکن صورتِ حالات سے سابقہ پیش آتا ہے تو گویا انسان اسے اپنے آپ سے بھی چھپا جانا چاہتا ہے۔ کلام پاک کی مندرجہ ذیل آیات نامۂ اعمال ہی سے بحث کرتی ہیں:

"سو جس کا اعمالنامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ (خوش ہو کر) کہے گا کہ آؤ میرا اعمال نامہ پڑھو۔ میں یقین رکھتا تھا کہ میں اپنے حساب سے ملنے والا ہوں۔ سو وہ پسندیدہ عیش میں ہوگا۔ اعلیٰ جنّت میں جس کے خوشے جھکے ہوئے ہوں گے (اسے کہا جائے گا) کھاؤ اور پیو۔ یہ خوشگوار صلہ ان (اعمال) کا ہے جو تم نے گزشتہ دنوں میں کیے۔ لیکن جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا کہ کاش مجھے میرا عمل نامہ نہ دیا جاتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ کاش موت ہی خاتمہ کر چکی ہوتی۔ میرا مال میرے

کچھ بھی کام نہ آیا۔ میرا جاہ (بھی) مجھ سے گیا گزرا ہوا۔"

(الحاقۃ از ۱۹ تا ۲۹)

"لیکن جس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ پیچھے سے دیا جائے گا وہ موت مانگے گا۔"

(الانشقاق ۱۰-۱۱)

"بے شک ہمارے فرشتے تمہاری سب کارروائیاں لکھتے جاتے ہیں۔"

(یونس ۲۱)

"اور کتاب (اعمال لاکر) رکھی جائے گی تو تو گنہگاروں کو دیکھے گا کہ جو اس میں لکھا ہوگا اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے ہائے ہماری خرابی یہ کیسی کتاب ہے جو نہ کسی چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ کسی بڑی کو۔ سب ہی کو گھیر رکھا ہے اور جو کچھ انہوں نے کیا ہوگا اس کو وہ موجود پائیں گے اور (اے نبیؐ) تیرا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرتا۔"

(الکہف ۴۹)

"اور بے شک تم پر نگہبان مقرر ہیں (یعنی) بزرگ لکھنے والے وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہیں۔"

(الانفطار از ۱۰ تا ۱۲)

"اس روز لوگ متفرق پیش ہوں گے، تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھلائے جائیں سو جس نے ذرہ بھر بھی نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر بدی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔"

(الزلزال از ۶ تا ۸)

"اس روز ہر شخص جو کچھ بھلائی کر گیا ہے اس کو موجود پائے گا اور جو کچھ برائی کر گیا ہے اس کو بھی۔ وہ آرزو کرے گا کہ کاش اس میں اور اس دن میں زمانہ دراز حائل ہوتا۔"

(آل عمران ۳۰)

Marfat.com

کلام پاک سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ انسان نے اپنے مختلف اعضاء سے کام لے کر جو مختلف اقسام کے گناہ کیے ہوں گے تو وہ اعضاء بھی قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی دیں گے کہ اس شخص نے ہم سے فلاں اور فلاں برا کام کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"آج ہم ان کے مونہوں پہ مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو جو عمل وہ کیا کرتے تھے۔"

(یٰسین ۶۵)

"اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے، پھر ان کی صف بندی کی جائے گی یہاں تک کہ جب وہ اس آگ کے پاس آئیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے خلاف گواہی دیں گی جو جو عمل وہ کیا کرتے تھے اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی۔ وہ کہیں گی کہ ہم کو اس اللہ نے گویا کر دیا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی ہے اور اسی نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔"

(حٰمٓ السجدہ از ۱۹ تا ۲۱)

"بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے پوچھ گچھ ہونی ہے۔"

(بنی اسرائیل ۳۶)

حساب

سورۃ البقرہ آیت ۳۰ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"اور (وہ وقت یاد کرو) جب تمہارے رب نے فرشتوں

Marfat.com

سے کہا کہ میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں۔"

اس آیت سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ اس دنیا میں انسان کی حیثیت خدا کے نائب کی ہے جو خدا کی سلطنت میں خدا کا دین قائم کرنے کا فریضہ ادا کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ اس کی زندگی کا مقصد یہی ہے کہ وہ ایک وفادار نائب بن کر رہے اور جب تک اس دنیا میں موجود ہو اپنے بھیجنے والے کی نیابت کا ٹھیک ٹھیک حق ادا کرنے کے لیے کوشاں رہے۔ نیابت کی یہ مدت تب ہی تک ہے جب تک جسم اور روح کا رشتہ قائم ہے۔ جس وقت یہ رشتہ ختم ہوا اور انسان اس دنیا کو چھوڑ کر اپنے بھیجنے والے کی طرف واپس چلا گیا یہ مدت نیابت بھی ختم ہو گئی۔ اس کے بعد ضروری ہے کہ انسان سے پوچھ گچھ کی جائے کہ جب تک وہ اس منصب پر قائم رہا اس کا طرزِ عمل کیسا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اسے زندگی گزارنے اور اس دنیا میں خدا کا دین نافذ کرنے کے لیے بہت سی قوتوں صلاحیتوں اور مادی سازوسامان کی نعمتیں عطا کی تھیں۔ اب دیکھا جائے گا کہ اس نے ان قوتوں، صلاحیتوں اور مادی سازوسامان سے کیا کام لیا۔ آیا انہیں ان راہوں پر صرف کیا جن پر صرف کرنے سے نعمتیں دینے والا منعم حقیقی خوش ہوا یا ان راہوں پر صرف کر ڈالا جن پر صرف کرنے سے نعمتیں عطا کرنے والا ناراض ہو گیا۔ مثال کے طور پر ایک شخص کو خدا تعالیٰ نے دولت دی۔ دولت خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر اس شخص نے اس نعمت کو اپنی جائز ضروریات پر خرچ کیا، اس سے محتاجوں کی مدد کی، مظلوموں کی دادرسی کی اور تبلیغی کاموں پر صرف کیا تو منعم حقیقی اس سے خوش ہوگا۔ کیونکہ یہ وہ مصارف ہیں جو اسے پسند ہیں لیکن اگر اسی

Marfat.com

دولت کو اس نے شراب خوری، جوابازی، رشوت ستانی، سود خوری پر صرف کر ڈالا۔ تو ظاہر ہے کہ اس سے وہ نعمت بخشنے والا سخت ناراض ہوگا کیونکہ یہ وہ مصارف ہیں جو اسے سخت ناپسند ہیں۔

جیسے حساب کہا گیا ہے وہ یہی ہے کہ قیامت کے دن ہم سے مواخذہ ہوگا کہ جو جو نعمتیں ہمیں عطا کی گئی تھیں چاہے وہ جسمانی اعضاء اور قوتوں صلاحیتوں کی شکل میں تھیں یا مادی ساز و سامان کی شکل میں، انہیں ہم نے کن راہوں پر صرف کیا۔ آیا ان راہوں پر جو اللہ رب العلمین کو خوش کرنے والی تھیں یا ان پر جو اس کے غضب کو بھڑکانے والی تھیں۔

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ حساب صرف ان نعمتوں کا نہیں لیا جائے گا جو ہمیں عطا کی گئیں بلکہ ان ذمے داریوں کا بھی لیا جائے گا جو ہم پر ڈالی گئیں۔ ایک گھر کا مالک اس بات کا ذمے دار ہے کہ بیوی بچوں کو کما کر کھلائے، ان کی ضروریات پوری کرے، ان کے حقوق پورے کرے، انہیں حفاظت دے اور انہیں راہِ راست کی طرف چلانے کی کوشش کرتا رہے۔ ایسے ہی گھر کی مالکہ اس بات کی ذمے دار ہے کہ اپنے گھر کی حفاظت کرے، خاوند کی اطاعت کرے، اس کے ساتھ تعاون کرے، بچوں کی پرورش کرے اور خاوند کی کمائی کو دیانت داری سے خرچ کرے۔ ایک خادم اس بات کا ذمے دار کہ مالک کے مال میں بد دیانتی نہ کرے۔ کام سے جی نہ چرائے اور حرام کی تنخواہ نہ لے۔ اسی طرح مالک بھی ذمے دار ہے کہ خادم کے حقوق پورے کرے اس کی تنخواہ وقت پر دے اور پوری ادا کرے، اس سے اتنا کام نہ لے جتنا وہ نہ کر سکتا ہو اور اس کے دکھ درد میں اس کا ہمدرد ثابت ہو۔ ملک کا حکمران ذمے دار ہے کہ رعایا کے حقوق ادا کرے ان کی حفاظت اور خوشحالی

Marfat.com

کے لیے کوشاں رہے، صحیح معنوں میں ان کا خادم ثابت ہو اور ایک مسلمان کی حیثیت سے ان کے دین ایمان اور اخلاق کی بہتری کے لیے بندوبست کرتا رہے۔ دوسری طرف رعایا ذمہ دار ہے کہ حکمران کے احکام مانے، اس کے ساتھ تعاون کرے، حکومت کی طرف سے جو ذمے داریاں اس پر عائد ہوں ان سے جان بچانے کی کوشش نہ کرے اور بے وجہ مخالفتوں اور بغاوتوں کی طرف مائل نہ ہو۔

غرضیکہ دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں جسے خدا نے نعمتیں عطا نہ کی ہوں اور جس پر ذمے داریاں نہ ڈالی ہوں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حساب لیں گے اس بات کا بھی کہ جو نعمتیں تمہیں دی گئی تھیں انہیں تم نے کن راہوں پر صرف کیا، اور اس کا بھی کہ جو ذمے داریاں تم پر ڈالی گئی تھیں انہیں تم نے کہاں تک پورا کیا۔

قیامت کے حساب کے سلسلے میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب انسان سے مواخذہ ہوگا تو اس کے اپنے جسمانی اعضاء بھی گواہی دیں گے اور جو خرابیاں وہ ان اعضاء سے کام لے کر کر چکا ہوگا وہ انہیں بیان کر دیں گے۔ کیونکہ اعضاء اسے اس لیے نہیں دیئے گئے تھے کہ وہ ان سے کام لے کر گناہوں کی راہ پر چلے۔ بلکہ وہ تو اس لیے دیئے گئے تھے کہ اس کے اللہ کا فرماں بردار بندہ بننے میں اس کی امداد کریں۔ اب ان اعضاء سے غلط کام لے کر اس نے ان اعضاء پر ظلم کیا۔ چنانچہ قیامت کے دن وہ اس ظلم کی فریاد کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے آخرت کے اس حساب کے متعلق اپنے پاک کلام میں فرمایا ہے:

"جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا، پھر جو اعمال انہوں نے کئے ہوں گے ان سے انہیں خبردار کرے گا۔ اللہ نے انہیں گن

Marfat.com

رکھا ہے۔ اور وہ انہیں بھول گئے ہیں اور اللہ ہر شے پر شاہد ہے۔"

(المجادلہ ۶)

" پھر قیامت کے دن وہ انہیں ان کے اعمال سے آگاہ کرے گا۔
بیشک اللہ ہر شے کو جانتا ہے۔"

(المجادلہ ۷)

" پھر اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

(التکاثر ۸)

" اور جو تم کیا کرتے تھے اس کی بابت تم سے ضرور پوچھا جائے گا۔"

(النحل ۹۳)

" اور حساب لینے کے لیے ہم کافی ہیں۔"

(الانبیاء ۴۷)

احادیث میں بھی قیامت کے مواخذے کا جگہ جگہ ذکر آتا ہے:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ کسی دن یا کسی رات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو آپؐ کو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ملے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس وقت تمہارے اپنے گھروں سے باہر نکلنے کا سبب کیا ہے۔ ان دونوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بھوک (لگی ہے اور کھانے کو کچھ نہیں) آپؐ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جس چیز نے تمہیں باہر نکالا ہے اسی نے مجھے بھی نکالا ہے (اچھا تو پھر) اٹھ کھڑے ہو۔ پس وہ دونوں حضورؐ کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور حضورؐ (انہیں لے کر) ایک انصاری شخص کے ہاں تشریف لائے۔ دیکھا تو وہ اپنے گھر میں نہیں تھے۔ ان کی بیوی نے جب حضورؐ کو دیکھا تو کہا کہ خوش آمدید۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ فلاں کہاں ہے (یعنی ان انصاری کا پوچھا)۔ ان خاتون نے کہا

Marfat.com

کہ وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لانے گئے ہیں۔ اتنے میں وہ انصاری آگئے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھا تو کہا الحمدللہ آج مہمانوں کے لحاظ سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ معزز نہیں۔ پھر وہ گئے اور کھجور کا ایک خوشہ مہمانوں کے پاس لے آئے جس میں گدری کھجوریں بھی تھیں سوکھی بھی اور تازہ بھی اور عرض کیا کہ اس سے کھایئے۔ پھر ایک چھری پکڑی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ دیکھو دودھ دینے والی بکری ذبح نہ کرنا پھر ان انصاری نے ان کے لیے (بکری) ذبح کی (اور کھانا تیار کیا گیا) چنانچہ انہوں نے بکری (کا گوشت) اور اس خوشے کی کھجوریں کھائیں اور (پانی) پیا پس جب وہ سب سیر ہو گئے اور سیراب ہو گئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ قیامت کے دن تم سے ان نعمتوں کے بارے میں ضرور سوال ہوگا۔ بھوک نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا تھا۔ پھر تم ابھی واپس نہ لوٹے کہ یہ نعمتیں تمہیں حاصل ہو گئیں۔ (مسلم)

یعنی تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ان نعمتوں کے شکر کا حق ادا کیا تھا یا نہیں کیا تھا۔ نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی تین شکلیں بتائی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ دل میں شکر کا احساس ہو اور منہ سے خدا کا شکر ادا کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ ان نعمتوں میں اپنے ان بھائیوں کو شریک کیا جائے جنہیں وہ عطا نہیں ہوئیں مثلاً دولت کی نعمت حاصل ہو تو غریبوں کی امداد کی جائے۔ صحت کی نعمت حاصل ہو تو بیماروں کی تیمارداری کی جائے، علم کی نعمت حاصل ہو تو جاہلوں کو علم سکھایا جائے اور ان کی راہنمائی کی جائے۔ تیسرے یہ کہ ان نعمتوں کو ایسے کاموں پر صرف نہ کیا جائے جو نعمتیں عطا کرنے والے منعم حقیقی کو ناپسند ہیں مثلاً

Marfat.com

دولت کو ناجائز عیش وعشرت پر صرف نہ کیا جائے، صحت کو فسق وفجور کی نذر نہ کیا جائے، علم کو فخر وغرور اور غیر شرعی طور پر دنیا کمانے کا ذریعہ نہ بنایا جائے وغیرہ۔

حضرت ابُو برزہ اسلمی بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے کے قدم اس وقت تک نہیں ہٹیں گے جب تک اس سے (ذیل کی چار چیزوں کے بارے میں) سوال نہ کر لیا جائے (ایک) اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کن کاموں میں ختم کیا (دوسرے) اسکے علم کے بارے میں کہ اس سے کیا عمل کیا (تیسرے) اس کے مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے حاصل کیا اور کن مصارف پر صرف کیا، اور (چوتھے) اس کے جسم کے بارے میں کہ اُسے کن مصروفیات میں پُرانا کیا۔ (ترمذی)

یہ وہ چار سوال ہیں کہ اگر ہر انسان زندگی گزارتے ہوئے اس وقت کا تصور رکھے جب اس نے ان کا جواب دینا ہوگا تو لوگوں کی آخرت سنورنے کے علاوہ یہ دنیا بھی بہشت بن جائے۔ کیونکہ ہمارے اَن گنت دُکھ اور اذیتیں نتیجہ ہوتی ہیں عمر کو بے کار کاموں اور بد اعمالیوں میں صرف کرنے کا، علم حاصل کر کے بھی عمل سے غفلت برتنے کا، دولت کو حرام ذرائع سے کمانے اور حرام مصارف پر صرف کرنے کا اور جسمانی اعضاء اور قوتوں سے وہ کام لینے کا جنہیں خدا نے گناہ قرار دیا ہے۔ جو شخص اس وقت سے ڈرے گا جب اس نے ان چار سوالوں کا جواب دینا ہوگا وہ کوشش کرے گا کہ اس کی زندگی کے قیمتی اوقات، جنہیں مفید اور نیکی کے کاموں میں صرف کر کے وہ اس نازک وقت میں خدا کے حضور سرخرو ہو سکتا ہے، بے کار اور بُرے کاموں پر ضائع نہ ہونے پائیں، جو علم اُسے حاصل ہے اس پر عمل ہوتا رہے تاکہ وہ اس نازک

Marfat.com

وقت میں اس کے لیے فائدہ مند ثابت ہو، وہ مال کو پاک ذرائع سے حاصل کرے اور جائز مصارف پر صرف کرے تاکہ اس کا مال اس نازک وقت میں شرمندگی اور عذاب کا ذریعہ نہ بنے اور وہ اپنے جسم کے اعضاء اور قوتوں سے وہ کام نہ لے جن کے باعث کل اس نازک وقت میں اس کے اپنے اعضاء ہی اس کے خلاف گواہی دینے لگیں۔ جس معاشرے کے افراد میں یہ پرہیزگاری پیدا ہو جانے کے باعث معاشرے میں بداعمالی، بددیانتی اور بےعملی ختم ہو جائے گی اس کے دکھ اور اذیتیں کیوں نہ کم ہوں گے اور اس کا سکھ اور چین کیوں نہ بڑھے گا۔

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ تم میں سے ہر ایک راعی (یعنی نگران اور ذمہ دار) ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا (یعنی ان کے بارے میں جن کی نگرانی اور اصلاح کا وہ ذمہ دار ہے) پس جو شخص لوگوں پر امیر مقرر ہے وہ بھی راعی ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا اور مرد اپنے اہل خانہ پر راعی ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال ہو گا اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد پر راعیہ ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال ہو گا۔ اور غلام اپنے مالک کے مال پر راعی ہے اور اس سے اس (مال) کے بارے میں سوال ہو گا۔ آگاہ رہو کہ تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔

(مسلم)

اس حدیث میں یہ واضح فرمایا گیا ہے کہ ہر مرد اور ہر عورت سے قیامت کے دن سوال ہو گا کہ جو لوگ یا اشیاء ان کے زیر نگرانی تھیں اور جن کی حفاظت اور اصلاح وغیرہ کے وہ ذمہ دار تھے ان کی ذمہ داری انہوں

Marfat.com

نے کہاں تک پوری کی۔ کہاں تک ان کی حفاظت کی، کہاں تک ان کے حقوق ادا کیے وغیرہ۔

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے میں آپؐ ہنسے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں کس بات پر ہنسا ہوں۔ ہم نے عرض کیا کہ خدا اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں اس گفتگو پر ہنسا ہوں جو بندہ اپنے رب کے ساتھ کرے گا۔ وہ کہے گا کہ اے میرے رب کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیوں نہیں (ضرور دی ہے) بندہ کہے گا کہ پھر میں تو اپنے خلاف گواہی کے لیے اپنی ذات کے علاوہ کسی کو مجاز نہیں سمجھتا۔

اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ (اچھا) آج کے دن اپنے آپ کے بارے میں گواہی دینے کے لیے تو (خود) کافی گواہ ہے اور کراماً کاتبین ثانی گواہ ہیں۔ پھر اس کے منہ پر مہر کر دی جائے گی اور اس کے جسم کے اعضاء سے کہا جائے گا کہ بولو۔ چنانچہ وہ بول کر اس کے اعمال بتا دیں گے۔ پھر اس کے منہ سے مہر ہٹا دی جائے گی تو وہ اپنے اعضاء سے کہے گا۔ تم پر ہلاکت آئے دور دفع ہو جاؤ۔ میں تو تمہارے ہی لیے جھگڑا کر رہا تھا تاکہ تم عذاب کی تکلیف سے بچ جاؤ۔ مگر تم نے خود ہی بتا دیا کہ میں تم سے کیا کیا کام لیتا رہا ہوں۔

(مسلم)

اس حدیث میں جو بات واضح کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے اعضاء سے کام لے کر جو اعمال ہم نے کیے ہوں گے ہمارے اپنے اعضاء ہی ان اعمال کی گواہی دے دیں گے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا کہ اے بنو عبد مناف تم اپنی جانوں کو اللہ (کے عذاب) سے بچاؤ۔ اے بنو عبد المطلب تم اپنی جانوں کو اللہ (کے عذاب) سے بچاؤ۔ اے زبیرؓ بن عوام کی والدہ (اور) اللہ کے رسولؐ کی پھوپھی (صفیہ بنت عبد المطلب) اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہؓ تم دونوں اپنی جانوں کو اللہ (کے عذاب) سے بچاؤ، تم دونوں میرے مال میں سے جو چاہو مانگ لو مگر میں تمہیں اللہ (کے عذاب) سے بچانے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا۔ (بخاری)

عبد المطلب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے اور عبد مناف بھی حضورؐ کے آباء و اجداد میں سے تھے۔ آپؐ نے اپنے اہل خاندان یہاں تک کہ اپنی صاحبزادی سے بھی فرمایا کہ خدا کے عذاب سے بچنے کے لیے اعمال نیک اختیار کرو۔ صرف میرے رشتے دار ہونے کے باعث تم بخشے نہیں جاؤ گے۔

خدا ترس لوگ قیامت کے اس حساب سے ہمیشہ خائف رہا کرتے تھے۔ مواخذے کے بارے میں ان کا خوف اتنا زیادہ ہوتا تھا کہ بسا اوقات انہوں نے عہدے قبول کرنے سے صرف اس بنا پر انکار کر دیا کہ عہدے ان کے اختیارات اور ذمے داریوں کو بڑھا دیں گے اور پھر اگر وہ ان ذمے داریوں کو پورا نہ کر سکے تو قیامت کے دن کیا جواب دیں گے۔

بنو امیہ کے عالم اور دیندار خلیفہ عمر بن العزیزؒ کے متعلق بیان ہوا ہے کہ جب وہ خلیفہ بنائے گئے تو احساس ذمہ داری کے باعث اتنے پریشان ہوئے کہ ان کی ایک کنیز نے دیکھ کر کہا "آپ شاید متردد ہیں"۔

آپ نے جواب دیا: "یہ تشویشناک بات ہی ہے۔ مشرق و مغرب میں امت محمدیہ کا کوئی فرد ایسا نہیں جس کا مجھ پر حق نہ ہو اور اس حق کا ادا کرنا بغیر اطلاع اور مطالبے کے مجھ پر فرض نہ ہو"۔

Marfat.com

اس کے بعد آپ مسجد میں آئے اور منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا:

"لوگو! مجھ پر خلافت کا بار ڈال دیا گیا ہے، بغیر اس کے کہ مجھ سے رائے لی جاتی یا میں اس کا خواستگار ہوتا یا عام مسلمانوں سے مشورہ لیا جاتا۔ میری بیعت کا جو قلاوہ تمہاری گردنوں میں ہے میں اُسے خود نکال دیتا ہوں۔ اب تم جس کو چاہو اپنا خلیفہ مقرر کر لو"

اس پر لوگوں نے بآواز بلند کہا "ہم نے آپ کو اپنا خلیفہ منتخب کیا اور ہم آپ کی خلافت پر راضی ہوئے"

اس کے بعد جو چند سال آپ نے زندگی پائی، احساس ذمہ داری اور عاقبت کی جوابدہی سے لرزاں و ترساں رہے۔ ایک دفعہ آپ نے اپنے ایک فوجی افسر کو لکھا:

"...... خشیت کا سب سے زیادہ مستحق بندہ وہ ہے جو اس مصیبت میں مبتلا ہو جس میں کہ میں ہوں۔ خدا کے نزدیک مجھ سے زیادہ سخت حساب دینے والا اور مجھ سے زیادہ ذلیل کوئی نہیں ہے۔ میں اس حالت میں سخت دل گرفتہ ہوں اور مجھے خوف ہے کہ یہ میری ہلاکت کا سبب نہ بن جائے"

یہ الفاظ لکھنے سے آپ کی مراد یہی تھی کہ میرے کندھوں پر ذمے داریوں کا بوجھ بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ میں اس عظیم الشان سلطنت کا جو تین براعظموں میں پھیلی ہوئی ہے سربراہ ہوں اور سب رعایا کے حقوق ادا کرنے مجھ پر واجب ہیں۔ پتہ نہیں میں ان سب ذمہ داریوں کو ادا کر سکوں یا نہ کر سکوں۔

Marfat.com

اسی خط میں آپ آگے چل کر فرماتے ہیں :

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم جہاد کے لیے روانہ ہونا چاہتے ہو تو اے برادر من میری خواہش یہ ہے کہ جب تم جنگ کی صف میں کھڑے ہو تو خدا سے دُعا کرنا کہ وہ مجھے شہادت عطا فرمائے کیونکہ میری حالت نہایت سخت اور میرا خطرہ نہایت عظیم ہے۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا عام معمول یہ تھا کہ عشاء کے بعد اپنی مسجد میں بیٹھ کر دعائیں کرتے اور روتے جاتے۔ ایک دن آپ کی بیوی فاطمہ بنت عبد الملک نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا :

"میں نے غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میں اس امت کے چھوٹے بڑے اور سیاہ و سفید کی قسمت کا مالک ہوں۔ پھر میں نے بیکس، غریب محتاج، فقیر، گم شدہ، قیدی اور انہی کی طرح کے اور لوگوں کو یاد کیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ خدا ان کے بارے میں مجھ سے سوال کرے گا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق مجھ پر دعویٰ کریں گے۔ اس لیے اس تصور سے مجھے جان کا خوف پیدا ہو گیا۔ میری آنسو جاری ہو گئے اور میرا دل خوف زدہ ہو گیا اور میں جس قدر اس کو یاد کرتا ہوں میرا خوف بڑھتا جاتا ہے۔"

ان کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک کا بیان ہے کہ وہ اور لوگوں سے زیادہ نمازیں نہیں پڑھتے تھے نہ اور لوگوں سے زیادہ روزے رکھتے تھے۔ البتہ ان سے زیادہ کوئی خدا سے نہیں ڈرتا تھا۔"

ایک بار آپ سفر میں تھے۔ اسباب پیچھے رہ گیا تھا، اور آپ اور

Marfat.com

آپ کے ساتھی آگے نکل چکے تھے - ایک جگہ ٹھہر گئے اور آپ نے دیکھا کہ سفر کرنے والوں میں سے جو جو شخص اپنا سامان پہلے روانہ کر چکا تھا، ان کے پاس اب ان کا سامان پہنچ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ رو پڑے۔ آپ کے ایک چچا زاد بھائی نے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا:

"اسی طرح قیامت کے دن جو شخص زادراہ پہلے بھیج چکا ہوگا وہ اس کو مل جائے گا اور جس نے نہ بھیجا ہوگا اس کو کچھ نہیں ملے گا۔"

Marfat.com

میزان، صراط، شفاعت، کوثر

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر نیکی اور برائی دونوں کی صلاحیتیں رکھی ہیں اور انبیاء کے سوا اور کوئی ایسا انسان نہیں ہوتا جو پورے طور پر گناہوں سے پاک ہو۔ نیک سے نیک انسان بھی زندگی میں کوئی نہ کوئی خطا ضرور ہی کر لیتا ہے۔ ایسے ہی برے سے برا شخص بھی ایسا نہیں جس نے زندگی میں کوئی نہ کوئی نیکی نہ کی ہو۔ چنانچہ کسی شخص کا نیک ہونا یہ لازم نہیں کرتا کہ اس نے زندگی میں کوئی گناہ کیا ہی نہیں اور ایسے ہی کسی کے بد ہونے کا بھی یہ مطلب نہیں کہ اس سے کوئی کارِ ثواب ہوا ہی نہ ہو۔ بلکہ فیصلہ تو اس بات پر ہوتا ہے کہ کسی شخص نے کون سے کام زیادہ کیے ہیں۔

اگر کسی انسان کا غالب میلان نیکی کی طرف ہے اور زندگی میں اس کا عام رویّہ خدا ترسی، پرہیزگاری اور دیانت داری پر مبنی ہے اور اس کی زندگی کی اچھائیوں کی تعداد برائیوں سے زیادہ ہے تو اُسے نیکوکار کہا جائے گا اگرچہ اس نے چھوٹے موٹے گناہ بھی کیے ہوں گے۔

ایسے ہی اگر کسی کا عام میلان گناہ اور خدا کی نافرمانی کی طرف ہو، بُرے کاموں میں اسے راحت ملتی ہو اور اس کے گناہوں کی تعداد اس کی نیکیوں سے زیادہ ہو تو اسے بد کہا جائے گا اگرچہ اس نے زندگی میں کچھ نہ کچھ نیکیاں بھی

Marfat.com

ضرور کی ہوں گی۔

قرآن وحدیث میں ہمیں قیامت کے جو حالات وواقعات ملتے ہیں ان میں میزان کا ذکر بھی ہے۔ یعنی ترازو کا۔ ہم جانتے ہیں کہ ترازو چیزوں کو تولنے کے کام آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ ترازو انسانوں کے اعمال کو تولے گی تاکہ پتہ چلے کہ ہر فرد دنیا میں کس قسم کے اعمال زیادہ کر کے آیا ہے۔ آیا نیکیاں زیادہ کر کے آیا ہے یا برائیاں۔ میزان کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اس میں پورے انصاف سے اعمال تولے جائیں گے، اور کسی انسان سے ذرہ برابر بھی بے انصافی نہیں ہوگی۔ زندگی میں اگر کسی نے رائی کے دانے کے برابر بھی عمل کیا ہوگا، تو اللہ تعالیٰ وہ بھی لا حاضر کریں گے۔ اس میزان میں جس کا نیکیوں کا پلڑا بھاری رہے گا وہ خدا کی رضا سے سرفراز ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کے چھوٹے موٹے گناہ معاف فرما دے گا، اور اسے نجات دے کر ابدی بہشت میں داخل کر دے گا، لیکن جس کا نیکیوں کا پلڑا ہلکا رہے گا وہ خدا کے غضب کا شکار ہوگا اور دوزخ کا مستحق ٹھہرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے کہ اگر کوئی گناہ ہو جائے تو سچے دل سے توبہ کرنے کے علاوہ کوئی نیکی کرنے کی کوشش بھی کریں کیونکہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ (هود ۱۱۴)

"بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانبیاء آیت ۴۷ میں فرمایا ہے:

"اور قیامت کے دن ہم انصاف کے ترازو رکھیں گے۔ سو کسی شخص پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے لا موجود کریں گے اور ہم حساب لینے کے لیے

Marfat.com

کافی ہیں۔"

پھر سورہ المومنون آیات ۱۰۲-۱۰۳ میں ارشاد ہوا ہے:

"تو جس کی (نیکیوں کی) تول بھاری ہوگی وہی فلاح پانے والے ہیں اور جس کی تول ہلکی ہوگی وہ وہ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو گھاٹے میں رکھا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔"

سورۂ آل عمران آیت ۱۸۵ میں بیان کیا گیا ہے:

"اور قیامت کے دن تمہیں تمہارے پورے پورے اجر دیئے جائیں گے۔"

سورۃ القارعہ آیات ۶ تا ۱۱ میں ارشاد فرمایا ہے:

"پھر جس کی تول بھاری ہوگی وہ پسندیدہ عیش میں ہوگا، اور جس کی تول ہلکی ہوگی اس کا ٹھکانہ ہاویہ (جہنم) ہوگا۔ اور تم کیا جانو، وہ کیا ہے (وہ) بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔"

میزان کی طرح صراط یا پُل صراط کے متعلق بھی بتایا گیا ہے۔ جیسے کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، صراط ایک راستہ ہوگا جو جہنم کے اُوپر سے ہو کر گزرے گا۔ اور ہر انسان کو لازماً اس کے اُوپر سے ہو کر گزرنا ہوگا چاہے وہ نیک ہو یا بد۔ جیسے کہ قبر کے حالات میں گزر چکا ہے کہ قبر کی زندگی کا آرام دہ ہونا یا تکلیف دہ ہونا دنیوی زندگی کے اعمال پر منحصر ہے۔ یہی حال صراط کا بتایا جاتا ہے۔ اس پر سے گزرنے والے کے ایمان اور اعمال کی حالت جیسی رہی ہوگی ویسی ہی اسے صراط محسوس ہوگی۔ نیکوکاروں کے لیے وہ ایک وسیع راستہ ہوگا جس پر سے وہ آرام سے گزر جائیں گے اور بدعملوں کے لیے وہ تنگ راستہ ہوگا، وہ اس سے نہیں گزر سکیں گے بلکہ گر جائیں گے اور نیچے جہنم میں جا پڑیں

Marfat.com

گے۔ احادیث میں بھی صراط کا ذکر آیا ہے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ انہیں دوزخ یاد آیا تو وہ رونے لگیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں کس بات پر رونا آیا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ مجھے دوزخ یاد آگیا تو میں رونے لگی۔ تو کیا آپ قیامت کے دن اپنے گھر والوں کو یاد رکھیں گے۔ اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین مقامات ایسے ہیں جہاں کوئی بھی کسی کو یاد نہیں رکھے گا (ایک) میزان کے پاس (کوئی کسی کو یاد نہیں رکھے گا) یہاں تک کہ معلوم ہو جائے کہ آیا اس کی میزان ہلکی رہی یا بھاری (دوسرے) اعمالنامے دیے جانے کے وقت جب کہا جائے گا کہ لو دیکھو پڑھو میرا اعمالنامہ، یہاں تک کہ معلوم ہو جائے گا کہ اس کا اعمالنامہ کہاں رکھا گیا ہے، آیا اس کے داہنے ہاتھ میں یا اس کے بائیں ہاتھ میں یا اُسے اس کی پشت کے پیچھے سے دیا گیا ہے۔ اور (تیسرے) صراط کے پاس جب اُسے دوزخ کی پشت پر رکھا جائے گا (اور سب لوگوں کو حکم دیا جائے گا کہ اس کے اُوپر سے گزریں) (ابوداؤد)

جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے انسان کے اچھے اور بُرے دونوں طرح کے اعمال تولے جائیں گے جس کے اچھے اعمال کا پلڑا بھاری ہوا اُسے انعام کا مستحق سمجھا جائے گا اور جس کے اچھے اعمال کا پلڑا ہلکا رہا اور بُرے اعمال کا بھاری ہوا وہ سزا کا مستحق قرار دیا جائے گا اور انسان کا یہ حال ہو گا کہ جب تک اُسے معلوم نہ ہو جائے گا کہ اس کے نیک اعمال کا پلڑا ہلکا ہے یا بھاری اُسے مارے فکر کے کوئی بھی یاد نہ ہو گا۔ ایسے ہی یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ ہمارا ہر اچھا بُرا عمل لکھا جا رہا ہے۔ اور ہر انسان کی ایک کتاب تیار ہو رہی ہے جسے اعمالنامہ کہا جاتا ہے۔ قیامت کے دن ہر انسان کو

Marfat.com

اس کا اعمال نامہ دے دیا جائے گا۔ نیکوں کو ان کے دائیں ہاتھ میں اور بُروں کو ان کے بائیں ہاتھ میں یا پشت کے پیچھے سے۔ اس وقت بھی لوگوں کی فکرمندی اتنی شدید ہو گی کہ انہیں کوئی بھی یاد نہ ہو گا جب تک کہ معلوم نہ ہو جائے گا کہ اعمالنامہ کیسے دیا گیا ہے۔ دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں یا پشت کے پیچھے سے ایسے ہی یہ بھی بتایا گیا ہے کہ دوزخ کے اوپر ایک راستہ ہو گا جس پر سے ہر انسان کو گزرنا ہو گا۔ نیک لوگ اس پر سے آرام سے گزر جائیں گے اور بد اس پر سے گر کر نیچے دوزخ میں جا پڑیں گے لہٰذا اس صراط کے پاس بھی جسے عام زبان میں پُل صراط کہا جاتا ہے لوگ اتنے پریشان ہوں گے کہ کسی کو کسی کی ہوش نہ ہو گی۔ اعمالناموں کے سلسلے میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ "جب کہا جائے گا کہ لو دیکھو پڑھو میرا اعمالنامہ"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نیک لوگ اپنے اعمالنامے کو دائیں ہاتھ میں پا کر اس قدر خوش ہوں گے کہ لوگوں کو دکھاتے پھریں گے کہ لو پڑھو میرا اعمالنامہ۔

سورۃ ابراہیم آیت ۴۸ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝

"جس دن زمین اور آسمان بدل کر کچھ سے کچھ کر دیئے جائیں گے اور سب کے سب اللہ واحد قہار کے سامنے بے نقاب حاضر ہوں گے"۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں دریافت کیا يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ (اور پوچھا کہ) پھر لوگ اس دن کہاں ہوں گے تو حضورؐ نے فرمایا کہ (وہ) پُل صراط پر ہوں گے۔ (ابن ماجہ)

Marfat.com

شفاعت

شفاعت کا مطلب ہے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو بخشوانے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور میں ان کی سفارش کرنا۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار میں حضرت جابرؓ نے بیان کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ (بعض لوگ) شفاعت کے ذریعے دوزخ سے نکل آئیں گے۔ یہی مضمون اور احادیث میں بھی آیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے سب سے زیادہ فیض یاب کون ہوگا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہؓ میں جانتا تھا کہ تم سے پہلے کوئی شخص یہ بات مجھ سے نہیں پوچھے گا۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں حدیث سننے کی کتنی حرص ہے (اچھا تو پھر سنو) قیامت کے دن میری شفاعت سے سب سے زیادہ فیض یاب وہ شخص ہوگا جس نے اپنے دل کے خلوص سے یا (حضورؐ نے یہ فرمایا کہ) جی کے خلوص سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا۔

(بخاری)

حضرت جابرؓ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اذان (کی آواز) سن کر یہ دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ ۨ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ ۨ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ۔

"اے اللہ اس مکمل پکار کے رب اور سدا رہنے والی نماز کے رب۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ عطا کر اور فضیلت عطا کر اور آپ کو مقام محمود پہ پہنچا جس کا تو نے آپ سے وعدہ کیا ہوا ہے۔

(پس جس نے اذان سن کر یہ دعا کی) اس کے لیے قیامت کے دن (میری) شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (ابوداؤد)

اذان کو "مکمل پکار" کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اذان کامل اور بہت فضیلت والی شے ہے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف بلایا جاتا ہے۔ نماز کو "سدا رہنے والی" اس لیے کہا گیا ہے کہ نماز کا یہ نظام قیامت تک قائم رہے گا "وَسِیۡلَۃ" بہشت میں ایک خاص مقام ہے جو حضورؐ کے لیے مخصوص ہے۔ "مقام محمود" کا مطلب ہے وہ جگہ جہاں کھڑے ہونے والے کی سب تعریف کریں گے یعنی شفاعت کا مقام۔ حضورؐ لوگوں کی شفاعت کر کے ان کے عذاب سے بچنے کا ذریعہ بنیں گے، لہٰذا سب آپؐ کی تعریف و توصیف کریں گے۔

صحیح مسلم میں شفاعت کے بارے میں ایک لمبی سی حدیث آئی ہے جو انتہائی دلچسپ پیرائے میں بیان کی گئی ہے۔

مَعۡبَد بن ہلال عَنَزی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت انسؓ بن مالک کے پاس گئے اور (ان سے ملاقات کے لیے) ثابت کی سفارش چاہی۔ آخر ہم ان تک پہنچے اور وہ (اس وقت) چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے۔ ثابت نے ہمارے لیے اجازت مانگی اور (اجازت ملنے پہ) ہم اندر ان کے پاس گئے۔ انہوں نے ثابت کو اپنے ساتھ اپنے پلنگ پر بٹھایا۔ ثابت نے ان سے کہا: اے ابو حمزہؓ آپ کے (یہ) بھائی جو اہل بصرہ میں سے ہیں آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ انہیں شفاعت والی حدیث سنائیں۔ حضرت انسؓ بن مالک نے فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان کیا کہ جب قیامت کا دن ہو گا

Marfat.com

تو لوگ سخت اضطراب کی حالت میں ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو جائیں گے
پھر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئیں گے اور ان سے درخواست
کریں گے کہ اپنی اولاد کے لیے شفاعت کیجئے۔ وہ کہیں گے کہ میں اس کا اہل
نہیں ہوں تمہیں چاہیئے کہ ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ کے خلیل
(یعنی دلی دوست) ہیں۔ پھر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو
وہ (بھی یہی) کہیں گے کہ میں اسکا اہل نہیں ہوں۔ تمہیں چاہیئے کہ موسیٰ (علیہ السلام)
کے پاس جاؤ کیونکہ وہ کلیم اللہ ہیں (جن سے اللہ نے کلام فرمایا تھا) پھر حضرت موسیٰ
علیہ السلام کے پاس آیا جائے گا تو وہ (بھی) کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں
ہوں، تمہیں چاہیئے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ کہ وہ روح اللہ اور اللہ کا
کلمہ ہیں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا جائے گا تو وہ (بھی) کہیں گے کہ میں
اس کا اہل نہیں ہوں، تمہیں چاہیئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ۔ پھر
میرے پاس آیا جائے گا تو میں کہوں گا کہ میں اس کا اہل ہوں پھر میں چل پڑوں
گا اور اپنے ربّ سے پاس آنے کی اجازت طلب کروں گا بس مجھے اجازت
دے دی جائے گی۔ پھر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو جاؤں گا اور ایسے
قابل تعریف الفاظ میں اس کی حمد کروں گا جن پر میں اس وقت قادر نہیں ہوں
اللہ تعالیٰ (اس وقت) وہ الفاظ مجھے الہام کرے گا۔ پھر میں اس کے آگے
سجدے میں گر جاؤں گا۔ بس مجھے کہا جائے گا کہ اے محمدؐ، اپنا سر اٹھایئے اور
بات کیجئے، آپ کی بات سُنی جائے گی اور مانگیے آپ کو وہ عطا کیا جائے گا
اور شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا کہ
اے میرے ربّ، میری امّت، میری امت! بس فرمایا جائے گا کہ جایئے
اور جس کے دل میں گیہوں یا جَو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اسے دوزخ

Marfat.com

سے نکال لیجئے پس میں جاؤں گا اور (ایسے ہی) کروں گا (یعنی ان سب کو دوزخ سے نکال لاؤں گا جن کے دلوں میں گیہوں یا جَو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا) پھر میں اپنے رب کی طرف لوٹ آؤں گا۔ اور انہیں قابل تعریف الفاظ میں اس کی حمد کروں گا پھر اس کے آگے سجدے میں گر پڑوں گا۔ پس مجھے فرمایا جائے گا کہ اے محمدؐ اپنا سر اٹھایئے اور کہیئے آپ کی بات سُنی جائے گی، اور مانگیئے آپ کو وہ عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں پھر عرض کروں گا کہ میری امت، میری امت۔ پس مجھے فرمایا جائے گا کہ جایئے اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اسے دوزخ سے نکال لیجئے۔ پس میں جاؤں گا اور (ایسے ہی) کروں گا (کہ ان سب کو بھی دوزخ سے نکال لاؤں گا جن کے دلوں میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا) پھر میں اپنے رب کی طرف لوٹ آؤں گا اور انہیں قابل تعریف الفاظ میں اس کی حمد کروں گا پھر اس کے آگے سجدے میں گر پڑوں گا، پس مجھے فرمایا جائے گا کہ اے محمدؐ اپنا سر اٹھایئے اور بات کیجئے، آپؐ کی بات سنی جائے گی اور مانگیے آپ کو وہ عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس میں عرض کروں گا کہ اے میرے ربّ میری امت، میری امت! پس مجھے کہا جائیگا کہ جایئے اور جس کے دل میں رائی کے دانے سے بھی کم اس سے بھی کم، اس سے بھی کم ایمان ہو اس کو آگ سے نکال لیجئے، پس میں جاؤں گا اور (ایسے ہی) کروں گا (کہ ان کو بھی دوزخ سے نکال لاؤں گا جن کے دلوں میں رائی کے دانے سے بھی کم ایمان ہوگا) (حدیث کے راوی مَعْبَد بن ہلال عَنَزی بیان کرتے ہیں کہ) یہ حضرت انسؓ کی حدیث ہے جو انہوں نے ہمیں بتائی۔ پھر (ان سے گفتگو کرنے کے بعد) ہم ان سے رخصت ہو کر چلے۔ پھر جب ہم جبان (کے قبرستان) کی بلندی پر پہنچے تو ہم نے کہا، کاش کہ ہم حضرت حسن (البصریؒ) سے بھی مل لیتے اور

Marfat.com

انہیں سلام کر لیتے۔ وہ (ان دنوں) ابو خلیفہ کے گھر میں چھپے ہوئے تھے کیونکہ (عراق کا ظالم گورنر حجاج بن یوسف ان کے پیچھے پڑا ہوا تھا) غرضیکہ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں سلام کیا اور عرض کیا کہ اے ابو سعید، ہم آپ کے بھائی ابو حمزہؓ (یعنی حضرت انسؓ بن مالک) کے ہاں سے آئے ہیں۔ انہوں نے ہمیں شفاعت کے بارے میں ایک ایسی حدیث سنائی ہے کہ اس جیسی حدیث ہم نے کبھی نہیں سُنی تھی۔ انہوں نے کہا کہ وہ حدیث بیان کرو۔ ہم نے انہیں وہ حدیث سُنا دی تو وہ فرمانے لگے کہ آگے بتاؤ۔ ہم نے کہا کہ انہوں نے تو ہمیں اس سے زیادہ نہیں بتایا۔ وہ کہنے لگے کہ یہ حدیث تو حضرت انسؓ نے بیس برس پہلے ہمیں سنائی تھی ان دنوں وہ طاقت ور تھے اور ان کا حافظہ بھی قوی تھا۔ (اب تمہیں سناتے ہوئے) انہوں نے حدیث کا کچھ حصہ چھوڑ دیا ہے اب مجھے معلوم نہیں کہ آیا شیخ (یعنی حضرت انسؓ) بھول گئے ہیں یا انہوں نے اس بات کو پسند نہیں کیا کہ (وہ حصہ) تمہیں سنائیں، اس خوف کے باعث کہ کہیں تم اسی پر بھروسہ نہ کر لو (اور عمل کرنے سے لاپرواہ ہو جاؤ) ہم نے کہا کہ (پھر) آپ ہمیں (وہ حصہ) سُنا دیں۔ وہ ہنس پڑے اور کہا کہ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (یعنی انسان جلد باز مخلوق ہے۔ پھر فرمایا) میں نے یہ بات تمہیں صرف اسی لیے بتائی ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ (حدیث کا) وہ حصہ تمہیں سُنا دوں (جو حضرت انسؓ نے کسی وجہ سے نہیں سنایا۔ اچھا سنو حضورؐ فرماتے ہیں کہ) پھر میں چوتھی مرتبہ اپنے رب کی طرف لوٹ کر آؤں گا اور انہیں قابلِ تعریف الفاظ کے ساتھ اس کی حمد کروں گا پھر اس کے سامنے سجدے میں گر جاؤں گا۔ پس مجھے کہا جائے گا کہ اے محمدؐ اپنا سر اٹھائیے اور بات کیجئے آپؐ کی بات سنی جائے گی۔ اور مانگیے آپؐ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپؐ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا کہ اے میرے رب مجھے ان لوگوں کے بارے

Marfat.com

میں بھی اجازت مرحمت فرمائیے جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہو (کہ میں انہیں بھی دوزخ سے نکال لاؤں اس پر) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ آپؐ کا کام نہیں ہے بلکہ (یہ کام میں بطور خود بغیر کسی کی شفاعت کے کروں گا) مجھے قسم ہے اپنی عزت کی اور اپنی کبریائی کی اور اپنی عظمت کی اور اپنی سلطانی اور غلبے کی کہ میں ضرور ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لوں گا جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہوگا۔ (اس کے حدیث کے راوی معبد بن ہلال عنبزی) کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں (اس بات کی) کہ یہ حدیث ہمیں حضرت حسن البصریؒ نے سنائی اور انہوں نے اسے حضرت انسؓ بن مالک سے سنا۔ میں گمان کرتا ہوں کہ انہوں نے (یہ بھی) فرمایا (کہ حضرت انسؓ نے انہیں یہ حدیث سنائی تھی) بیس برس پہلے اس زمانے میں جب حضرت انسؓ طاقت ور تھے اور ان کا حافظہ بھی قوی تھا۔ (مسلم)

حوض کوثر

قیامت کے سلسلے میں حضورؐ نے جو کچھ بیان فرمایا ہے اس میں حوض کوثر کا ذکر بھی آتا ہے۔ یہ پانی کا ایک حوض ہوگا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا جائے گا۔ ایمان والوں کو اس سے پانی پلایا جائے گا جسے پینے کے بعد پھر وہ کبھی پیاس کا شکار نہیں ہوں گے۔ حوض کوثر کے بارے میں مزید معلومات ذیل کی احادیث میں بیان ہوئی ہیں۔

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کوثر کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ ایک نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ یعنی جنت میں۔ وہ دودھ سے زیادہ سفید ہے اور اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا ہے اس میں ایسے پرندے ہیں جن کی گردنیں

Marfat.com

اونٹوں کی گردنوں کی طرح لمبی ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ (پرندے) تو خوب عیش میں ہوں گے۔ اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو کھانے والے (یعنی اہل جنت) ان سے زیادہ عیش میں ہوں گے۔

(ترمذی)

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے۔ اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں اور وہ موتی اور یاقوت پر بہتی ہے۔ اس کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہے اور اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔

(ترمذی)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (معراج کے موقع پر) میں جنت میں چل رہا تھا کہ میرے سامنے ایک نہر آگئی جس کے دونوں کناروں پر موتی کے گنبد تھے۔ میں نے فرشتے سے کہا کہ یہ کیا ہے اس نے کہا کہ یہ (نہر) کوثر ہے جو اللہ نے آپؐ کو عطا کی ہے۔ پھر اس نے اس کی گیلی مٹی میں ہاتھ مارا اور اس میں سے مُشک نکالا۔ پھر میرے لئے سدرۃ المنتہیٰ کو بلند کیا گیا تو میں نے دیکھا کہ اس کے پاس ایک بہت بڑا نور تھا

(ترمذی)

سدرۃ المنتہیٰ کے متعلق بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ ایک بیری ہے جو عرش الٰہی کی دائیں جانب ہے۔ یہ فرشتوں کی گزرگاہ کی آخری حد ہے۔

حضرت حارثہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ میرا حوض اتنا (بڑا) ہے جتنا صنعاء اور مدینہ منورہ کے درمیان کا فاصلہ ہے۔ یہ سن کر ایک اور راوی مُستورد نے حضرت حارثہؓ سے کہا کہ کیا آپ نے حضورؐ کو حوض کوثر کے برتنوں کا ذکر کرتے نہیں سُنا۔ حضرت حارثہؓ

نے جواب دیا کہ نہیں۔ مُستَوْرِد نے کہا کہ اس پر (یعنی حوض کوثر پر) ستاروں
کی طرح برتن دکھائی دینگے۔ (مسلم)

صنعا عرب کے جنوبی علاقے یمن کا ایک مشہور شہر ہے مدینہ منورہ سے صنعا بڑی دور کی مسافت پر واقع ہے۔

حضرت سعیدؒ بن جُبَیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے کوثر کے (مفہوم کے) بارے میں فرمایا کہ کوثر وہ خیر (و برکت) ہے جو اللہ تعالیٰ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے (حضرت سعیدؒ بن جبیر نے یہ حدیث ایک اور راوی ابو بشر سے بیان کی) ابو بشر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعیدؒ بن جُبَیر سے کہا کہ لوگوں کا خیال تو یہ ہے کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے۔ اس پر حضرت سعیدؒ (بن جبیر) نے فرمایا کہ (وہ بھی درست کہتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ کوثر نام کی) جو نہر جنت میں ہے وہ بھی اس خیر (و برکت) کا ایک حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو عطا کی ہے۔ (بخاری)

کوثر کا مفہوم "بہت خیر و برکت" بھی ہے اور کوثر جنت کی اس نہر کا نام بھی ہے جو حضورؐ کو عطا فرمائی گئی ہے۔ حضرت سعیدؒ بن جبیر کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو ہر طرح کی خیر و برکت عطا فرمائی ہے اور اسی خیر و برکت کی ایک شکل نہر کوثر بھی ہے۔

حضرت اسماءؓ (بنت ابی بکرؓ) بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے حوض (کوثر) پر انتظار کروں گا ان لوگوں کا جو پانی پینے کے لیے میرے پاس آئیں گے پھر بعض لوگوں کو میرے سامنے سے پکڑ لیا جائے گا۔ اس پر میں کہوں گا کہ (انہیں کیوں پکڑا گیا ہے) یہ تو میری امت ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم نہیں جانتے کہ (تمہارے بعد) یہ الٹے پاؤں واپس پلٹ گئے تھے (حضرت اسماءؓ سے یہ حدیث ابن ابی ملیکہ نے سنی تو) ابن ابی ملیکہ دعا کرتے تھے

Marfat.com

کہ خدایا ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اس بات سے کہ ہم الٹے پاؤں پھر جائیں یا فتنے میں مبتلا ہو جائیں۔

(بخاری)

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حوض (کوثر) پر تمہارا پیش خیمہ ہوں گا۔ تم میں سے بعض لوگ میرے پاس لائے جائیں گے، یہاں تک کہ جب میں جھکوں گا کہ انہیں پانی دوں تو انہیں میرے سامنے سے کھینچ لیا جائے گا۔ اس پر میں کہوں گا کہ اے میرے رب، یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا بدعتیں کیں۔

(بخاری)

مندرجۂ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص دین کے اصولوں سے ہٹ جائے گا یا اس میں بدعتیں پیدا کرے گا وہ حوضِ کوثر سے سیراب ہونے کا مستحق نہیں سمجھا جائے گا۔

Marfat.com

بہشت اور دوزخ

آخرت کی جن حقیقتوں پر ایمان لانا ایک مومن کے لیے فرض ہے ان میں بہشت اور دوزخ بھی ہیں جو انسانوں کے آخری اور اَبدی ٹھکانے ہیں۔ قرآن مجید میں بہشت اور دوزخ کے متعلق اتنی زیادہ آیات آئی ہیں کہ اگر انہیں علیحدہ جمع کیا جائے تو ایک اچھی خاصی کتاب تیار ہو جائے۔ ایسے ہی کتب حدیث میں بھی بہشت اور دوزخ کے بارے میں بہت احادیث ہیں:

جنت اور دوزخ کے بارے میں قرآن و احادیث میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس کے بارے میں یہ ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ ان دونوں جگہوں کی اصلی حقیقت کا علم وہاں پہنچ کر مشاہدے ہی سے ہو سکتا ہے کیونکہ جن مقامات کو نہ کسی انسانی آنکھ نے کبھی دیکھا نہ کسی انسانی کان نے کبھی اس کی آوازیں ہی سنیں، ان میں جو کچھ بھی احوال و کیفیات ہیں ان کو بیان کرنے کے لیے انسانی زبان میں الفاظ ہی نہیں ہو سکتے بس اتنا ہی کیا گیا ہے کہ انسانی زبانوں میں پائے جانے والے الفاظ کی مدد سے وہاں کے احوال و کیفیات کا کچھ تصور دلا دیا گیا ہے۔ باقی وہاں کے احوال درحقیقت کیا ہوں گے یہ اللہ ہی کے علم میں ہے اور انسانوں کے علم میں بھی اس وقت آجائیں گے جب وہ وہاں پہنچ جائیں گے۔ جنت اور دوزخ کے احوال پڑھتے وقت اس بیان کردہ حقیقت کو ذہن میں رکھنا چاہیئے

Marfat.com

دراصل آیات واحادیث میں جو جنت اور دوزخ کا ذکر فرمایا گیا ہے اس کا یہ مقصد ہے ہی نہیں کہ لوگوں کے سامنے وہاں کا مکمل جغرافیہ اور وہاں کے احوال کا پورا اور ٹھیک ٹھیک نقشہ آجائے، بلکہ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ لوگوں میں دوزخ اور اس کے عذاب کا خوف پیدا ہو اور وہ ان برائیوں سے بچیں جو دوزخ میں لے جانے والی ہیں اور جنت اور اس کی بہاروں اور لذتوں کا شوق اُبھرے، تاکہ وہ اچھے اعمال اختیار کریں جو جنت میں پہنچانے والے اور وہاں کی نعمتوں کا مستحق بنانے والے ہیں۔

چنانچہ جنت اور دوزخ کے بارے میں آیات واحادیث کا اصلی حق یہی ہے کہ ان کے پڑھنے سننے سے شوق اور خوف کی کیفیتیں پیدا ہوں نہ کہ انسان وہاں کے احوال کی ٹھیک ٹھیک اور اصلی شکلیں متعین کرنے کے چکر میں پڑ کر اس مقصد ہی کو نظر انداز کر دے جس کے لیے یہ آیات و احادیث آئی ہیں۔

ذیل کی آیات واحادیث میں جنت اور دوزخ دونوں کا ساتھ ساتھ ذکر کیا گیا ہے:

" دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہیں، جو جنتی ہیں وہی اپنی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔" (الحشر ۲۰)

" اور جنتی دوزخیوں کو پکار کر کہیں گے کہ جو وعدہ ہم سے ہمارے پروردگار نے کیا تھا ہم نے اس کو سچ پایا۔ کیا تم نے بھی اس وعدے کو سچ پایا جو تم سے تمہارے پروردگار نے کیا تھا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہاں۔ پھر ان کے درمیان ایک پکارنے والا پکارے گا کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے جو (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اسے ٹیڑھا کرنا چاہتے ہیں اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔" (الاعراف ۴۴، ۴۵)

Marfat.com

"بھلا وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے ایک صاف اور صریح ہدایت پر ہے اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جس کو اس کے بُرے عمل اچھے کر کے دکھلائے گئے ....."

(محمد ۱۴)

"کیا آپ کو اس چھا جانے والی آفت (یعنی قیامت) کی کچھ خبر پہنچی ہے؟ کچھ چہرے اس روز خوف زدہ ہوں گے، سخت مشقت کر رہے ہوں گے، تھکے جاتے ہوں گے۔ شدید آگ میں جُھلس رہے ہوں گے (اور) کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلائے جائیں گے (اور) ان کو بجز ایک خاردار جھاڑ کے اور کوئی کھانا نصیب نہیں ہو گا۔ جو نہ تو (کھانے والوں کو) فربہ کرے گا اور نہ (ان کی) بھوک کو رفع کرے گا اور کچھ چہرے اس روز بارونق (اور) اپنے (نیک) اعمال کی بدولت خوش ہوں گے (اور) بہشت بریں میں ہوں گے جس میں (وہ) کوئی لغویات نہیں سنیں گے۔ اس (بہشت) میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے (اور) اس میں اونچے اونچے تخت (بچھے) ہوں گے اور آبخورے دھرے ہوں گے اور برابر برابر لگے ہوئے گدے (تکیے) ہوں گے اور سب طرف نفیس فرش پھیلے پڑے ہوں گے۔"

(الغاشیہ از ۱ تا ۱۶)

"کچھ چہرے اس دن (ایمان کی وجہ سے) روشن اور (مسرت کے باعث) خنداں و شاداں ہوں گے اور کچھ چہروں پر اس روز (کفر کی وجہ سے) خاک اڑ رہی ہو گی (اور) کلونس چھائی ہو گی۔ یہی کافر و فاجر لوگ ہوں گے۔"

(سورہ عبس از ۳۸ تا ۴۲)

Marfat.com

قرآن مجید کے ستائیسویں پارے میں سورہ واقعہ میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن لوگ تین حصوں میں بانٹ دیے جائیں گے۔ ایک گروہ ان لوگوں کا ہو گا جو بہت ہی زیادہ نیکوکار ہوں گے۔ انہیں السابقون کہا گیا ہے، یعنی آگے نکل جانے والے مراد ہے کہ بہت اعلیٰ درجے کے لوگ۔

دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہو گا جو سابقون جتنے نیکوکار تو نہیں ہوں گے، تاہم نیک لوگ ہوں گے انہیں "داہنے ہاتھ والے" کہا گیا ہے۔

تیسرا گروہ بُرے اور بدعمل لوگوں کا ہو گا۔ انہیں "بائیں ہاتھ والے" کہا گیا ہے پھر ان تینوں گروہوں کی جزا و سزا کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ ارشاد ہوا ہے:

"جب قیامت واقع ہو گی جس کے واقع ہونے میں کوئی خلاف نہیں ہے تو وہ (بعض کو) پست کر دے گی (اور بعض کو) بلند کر دے گی۔ جبکہ زمین کو سخت زلزلہ آئے گا اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پھر وہ پراگندہ غبار ہو جائیں گے اور تم تین قسم ہو جاؤ گے، سو جو داہنے ہاتھ والے ہیں (تو وہ) داہنے ہاتھ والے کیسے اچھے ہیں اور جو بائیں ہاتھ والے ہیں (تو وہ) بائیں ہاتھ والے کیسے بُرے ہیں۔ اور جو اعلیٰ درجے کے ہیں وہ تو اعلیٰ ہی درجے کے ہیں جو خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص قرب رکھتے ہیں۔ (یہ مقرب لوگ) نعمتوں والے باغوں میں ہوں گے۔ ان کا ایک گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہو گا اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں سے ہوں گے۔ وہ لوگ سونے کے بنے ہوئے تاروں کے تختوں پر تکیے لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے آس پاس ایسے لڑکے، جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، آبخورے اور آفتابے اور بہتی ہوئی شراب سے بھرا ہوا جام لے کر آئیں جائیں گے (یہ شراب ایک پاک نشہ آور شے ہو گا کہ اس سے) نہ ان کو درد سر ہو گا اور نہ

Marfat.com

عقل میں فتور آئے گا۔ اور (وہ لڑکے ان کے پاس وہ) میوے (لے کر آئیں جائیں گے) جن کو وہ پسند کریں گے اور (نیز) پرندوں کا وہ گوشت جوان کو مرغوب ہو گا ..... الخ۔ اور جو داہنے ہاتھ والے ہیں (تو وہ) داہنے ہاتھ والے کیسے اچھے ہیں وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے کانٹے کی بیریاں ہوں گی اور تہ بہ تہ کیلے ہوں گے اور لمبا لمبا سایہ ہو گا اور چلتا ہوا پانی ہو گا، اور کثرت سے میوے ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے اور نہ ان کی روک ٹوک ہو گی..... الخ۔

اور بائیں ہاتھ والے (تو وہ) بائیں ہاتھ والے کیسے برے ہیں۔ وہ لو کی لپیٹ میں ہوں گے اور کھولتے ہوئے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں، جو نہ ٹھنڈا ہو گا اور نہ فرحت بخش۔ وہ لوگ اس سے قبل (یعنی دنیا میں) بڑی خوشحالی میں رہتے تھے اور بڑے بھاری گناہ (یعنی شرک وکفر) پر اصرار کرتے اور یوں کہا کرتے تھے کہ جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں (ہو کر) رہ گئے تو کیا (اس کے بعد) ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے، اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی (زندہ کیے جائیں گے)، آپ کہہ دیجئے کہ سب اگلے اور پچھلے جمع کیے جائیں گے، ایک معین تاریخ کے وقت۔ پھر اے گمراہو؛ جھٹلانے والو تمہیں زقوم کے درخت سے کھانا ہو گا پس اس سے پیٹ بھرنا ہو گا۔ پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پینا ہو گا پھر پینا بھی پیاسے اونٹوں کا سا (غرض کہ) ان لوگوں کی قیامت کے روز یہ دعوت ہو گی۔ ہم نے تم کو (اول بار) پیدا کیا ہے (جس کو تم بھی تسلیم کرتے ہو تو) پھر تم (دوسری دفعہ پیدا کیے جانے کی) تصدیق کیوں نہیں کرتے ؟

(الواقعہ رکوع نمبر ۱، اور رکوع نمبر ۲ میں سے)

Marfat.com

احادیث نبوی میں بھی بہشت اور دوزخ کی بڑے دلچسپ اور پیارے انداز میں عکاسی کی گئی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت تکالیف سے گھری ہوئی ہے اور دوزخ نفسانی خواہشات سے گھری ہوئی ہے۔ (مسلم)

اس جامع حدیث میں حضورؐ نے جو کچھ واضح فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ جنت حاصل کرنا ہو تو مشقت اور تکالیف میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عائد کردہ عبادات کو ان کی تمام شرائط پوری کرتے ہوئے ادا کرنا، مخلوق کے حقوق کا دھیان رکھنا، ملک و ملت کی خدمات بجالانا، تنگی تکالیف، دکھ مصیبت میں صبر و استقلال سے کام لینا اور زندگی کے ہر نشیب و فراز میں خدا کی رضا کو پیش نظر رکھنا، یہ سب کام ایسے ہیں جنہیں کرتے ہوئے بہر حال تکلیف سے دوچار ہونا پڑتا ہے مگر اس کا اجر اللہ تعالیٰ کی جنت ہے۔ گویا جنت ان تکالیف سے گھری ہوئی ہے کہ ان سے گزر کر ہی جنت تک پہنچا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی جو شخص نفسانی خواہشات پوری کرنے میں لگا رہے گا وہ انجام کار دوزخ کا مستحق ہو جائے گا۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ خواہشات سے یہاں مراد ناجائز خواہشات ہیں۔ جائز خواہشات پوری کرنے سے انسان دوزخ کا حقدار نہیں ہوتا البتہ یہ ضرور ہے کہ جائز خواہشات کو پورا کرتے ہوئے بھی مبالغے سے کام لینا اور اکثر اوقات خواہشات ہی کو پورا کرنے میں لگے رہنا بہر حال خطرناک ہے کیونکہ جائز خواہشات کے معاملے میں بھی بہت زیادتی کرنا آخر انسان کو خدا کی یاد اور آخرت کی نیک انجامی کے خیال سے غافل کر دیتا ہے اور عجب نہیں کہ خواہشات بن جانے کے باعث آخر انسان ناجائز خواہشات بھی پوری کرنے لگے

Marfat.com

اور دوزخ کا مستحق ہو جائے۔ گویا نفسانی خواہشات نے دوزخ کو گھیر رکھا ہے اور جو ان میں مبتلا رہے گا آخر دوزخ میں پہنچ کر ہی دم لے گا۔ یہی مضمون ہے جو آگے والی حدیث میں زیادہ وضاحت سے بیان فرمایا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کو پیدا کیا تو حضرت جبرئیلؑ کو جنت کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ (جاکر) جنت کو دیکھو اور (راحت و آرام کے) اس (ساز و سامان) کو دیکھو جو میں نے اس میں اہل جنت کے لیے تیار کیا ہے۔ پس جبرئیلؑ جنت میں آئے اور اسے (دیکھا) اور اس (ساز و سامان) کو دیکھا جو خدا تعالیٰ نے اس میں اہل جنت کے لیے تیار کر رکھا تھا۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف واپس لوٹے (اور) عرض کیا کہ (خدایا تو نے یہ جنت اتنی پر کشش اور آرام دہ بنائی ہے کہ) تیری عزت کی قسم جو کوئی بھی اس کے بارے میں سن پائے گا وہ (پوری کوشش کرے گا کہ اس میں داخل ہو اور آخر کار) اس میں داخل ہو کر رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جنت کے بارے میں حکم فرمایا (کہ اسے تکالیف اور مشقتوں سے گھیر دیا جائے) تو اسے تکالیف سے گھیر دیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ سے فرمایا کہ جنت کی طرف جاؤ اور دیکھو کہ میں نے اس میں اہل جنت کے لیے کیا کچھ تیار کیا ہے۔ پس جبرئیلؑ (دوبارہ) جنت کی طرف گئے تو دیکھا کہ وہ تو تکلیف دہ امور سے گھری ہوئی ہے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کی طرف واپس آئے اور عرض کیا کہ (خدایا) آپ کی عزت کی قسم (اب تو) مجھے یہ خوف ہے کہ اس میں کوئی بھی داخل نہیں ہو سکے گا۔ (پھر) اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

(حضرت جبرئیلؑ سے) فرمایا کہ (اب) دوزخ کی طرف جاؤ اور اسے دیکھو اور ان (عذاب دینے والی) چیزوں کو بھی دیکھو جو میں نے اس میں دوزخیوں کے لیے مہیا کی ہیں (لہٰذا حضرت جبرئیلؑ دوزخ کی طرف گئے) اور کیا دیکھا کہ (اس کی ہولناکی کا وہ عالم ہے کہ گویا) اس کا ایک حصّہ دوسرے حصّے پر سوار ہو رہا ہے۔ پھر جبرئیلؑ اللہ تعالیٰ کی طرف واپس آئے اور عرض کیا کہ (خدایا) تیری عزت کی قسم (دوزخ تو ایسی ڈراؤنی جگہ ہے کہ) جو کوئی اس کے بارے میں سُن پائے گا (وہ اس سے بچنے کی پوری کوشش کرے گا لہٰذا) وہ کبھی اس میں داخل نہ ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے بارے میں حکم فرمایا (کہ اسے نفسانی خواہشات سے گھیر دیا جائے) پس اسے نفسانی خواہشات سے گھیر دیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے (جبرئیلؑ کو) حکم دیا کہ (دوبارہ) دوزخ کی طرف جاؤ، چنانچہ وہ اس کی طرف گئے اور (پھر واپس آکر) عرض کیا (خدایا) تیری عزت کی قسم (اب تو) مجھے خوف ہے کہ اس سے ایک بھی نہ بچ سکے گا سبھی اس میں جا داخل ہوں گے۔

(ترمذی)

حضرت عبداللہ (رضی) (بن مسعود) بیان کرتے ہیں کہ رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت تم میں سے کسی کے جُوتے کے تسمے سے بھی زیادہ اس کے قریب ہے اور یہی صورت دوزخ کی بھی ہے۔ (ترمذی)

جنت اور دوزخ کا انسان کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ اس کے قریب ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ موت انسان کے ہر وقت قریب ہے ایک سانس لیا ہے خدا معلوم دوسرا آئے گا یا نہیں آئے گا اور اگرچہ انسان کا مستقل طور پر جنت یا دوزخ میں جانا تو قیامت کے بعد ہی ہوگا مگر اس کے اچھے یا بُرے اعمال کی جزا یا سزا تو قبر ہی میں ملنی شروع ہو جاتی ہے

Marfat.com

پھر قیامت کے بارے میں بھی تو کچھ نہیں کہا جا سکتا ہو سکتا ہے کہ وہ بھی قریب ہی آ گئی ہو اور اس کے بعد تو پھر جنت یا خدا نخواستہ دوزخ ہی ہے۔ لہذا انسان جنت اور دوزخ کے بالکل قریب ہوتا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اپنی غفلت کے باعث اسے اس کا احساس نہ ہو۔

ایک دوسرا مفہوم بھی جو اس حدیث پاک سے نکل سکتا ہے یہ ہے کہ انسانی دل کی کیفیات بڑی پُر اسرار ہوتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص بُرائی کے راستے پر جا رہا ہو کر کوئی اچانک واقعہ اس کے دل کو بدل دے اور وہ نیکی کی راہ اختیار کر کے جنت کا مستحق ہو جائے۔ گویا جنت اس کے بالکل ہی قریب تھی اور وہ فوراً اس میں داخل ہو گیا۔ ایسے ہی عین ممکن ہے کہ کوئی شخص نیکی کی راہ پر جا رہا ہو مگر کسی اچانک واقعے سے متاثر ہو کر برائی کی راہ اختیار کر کے دوزخ کا مستحق ہو جائے گویا دوزخ اس کے بالکل قریب ہی تھی کہ وہ فوراً اس میں داخل ہو گیا۔ جب صورت یہ ہے تو پھر بُرائی کی راہ پر چلنے والے کے لیے نا اُمید ہو جانے کا کوئی موقع نہیں۔ جنت اس کے بالکل ہی قریب ہے۔ وہ سچی توبہ کر کے نیکی کی راہ اختیار کرے اور اس میں آ جائے۔ اور نیکی کی راہ پر چلنے والے کے لیے فخر اور خود پسندی کی کوئی گنجائش نہیں۔ دوزخ اس کے قریب ہی ہے۔ کیا پتہ کب اس کا دل بدل جائے اور وہ برائی کی راہ اختیار کر کے اس میں آ داخل ہو۔ لہذا اس دنیوی زندگی کو گزارتے ہوئے ایک طرف نا امید ہو جانے سے بچنا ضروری ہے اور دوسری طرف فخر و خود پسندی کے لیے قطعی کوئی جواز نہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ اور جنت نے باہم بحث کی۔ دوزخ نے کہا کہ مجھ میں جبّار اور متکبر

Marfat.com

لوگ داخل ہوں گے اور جنت نے کہا کہ مجھ میں کمزور اور مسکین لوگ داخل ہوں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے، تیرے ذریعے میں جسے چاہوں گا عذاب دوں گا اور کبھی یوں بھی فرماتے کہ تیرے ذریعے میں جسے چاہوں گا تکلیف دوں گا اور جنت سے فرمایا کہ تو میری رحمت ہے، تیرے ذریعے میں جس پر چاہوں گا رحم فرماؤں گا اور تم دونوں میں سے ہر ایک نے بھرا جانا ہے۔

(مسلم)

حدیث میں اس بات کی طرف بھی اشارہ موجود ہے کہ وہ مغرور لوگ جو دنیا میں کمزوروں پر جبر کرتے اور تکبّر سے کام لیتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنے عذاب کا نشانہ بنانے کے لیے اپنی عذاب دینے کی جگہ یعنی جہنّم میں داخل کر دے گا اور وہ کمزور اور مسکین لوگ جنہیں جبّار اور متکبّر لوگ ادنیٰ سمجھتے ہوئے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، آخرت میں خدا کی رحمت کے مقام یعنی بہشت میں جگہ پائیں گے اور اس طرح وہ جبّار اور متکبّر لوگ دیکھ لیں گے کہ فی الحقیقت کون ادنیٰ تھا اور کون اعلیٰ۔

حضرت انس ؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے تین بار جنت مانگے تو جنّت کہتی ہے کہ اے خدا، اسے جنّت میں داخل فرما دے۔ اور جو شخص تین بار دوزخ سے پناہ مانگے تو دوزخ کہتی ہے کہ اے خدا اسے دوزخ سے پناہ عطا فرما۔

(ترمذی)

حضرت انس ؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ دوزخ میں برابر لوگ ڈالے جاتے رہیں گے (مگر وہ بھرے گی نہیں بلکہ) وہ کہتی رہے گی کہ کیا کچھ اور بھی ہے۔ یہاں تک کہ رب العزّت اس میں اپنا

Marfat.com

قدم رکھیں گے تو پھر اس کا ایک حصّہ دوسرے حصّے سے جُڑ جائے گا (یعنی وہ سکڑ جائے گی) اور کہے گی کہ (خدایا) تیری عزت اور کرم کی قسم بس بس۔ اور جنّت میں برابر حصّہ خالی رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے (اور) مخلوق پیدا کرے گا اور اُسے جنّت کے خالی حصّے میں سکونت پذیر کرے گا۔ (یعنی جنّت اور جہنّم دونوں بہت زیادہ وسیع ہوں گے) (مسلم)

حضرت علاء بن زیاد (تابعی) دوزخ کا ذکر کر رہے تھے کہ ایک آدمی نے کہا کہ آپ (دوزخ سے ڈرا ڈرا کر) لوگوں کو (بخشش سے) ناامید کیوں کر رہے ہیں انہوں نے فرمایا کہ کیا میں قدرت رکھتا ہوں کہ لوگوں کو ناامید کروں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ط (الزمر ۵۳)

" اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔" نیز وہ (یہ بھی) فرماتا ہے کہ

وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ۔ (المومن ۴۳)

اور حد سے گزرنے والے آگ میں جانے والے ہیں۔

(لہذا میں لوگوں کو ناامید نہیں کر رہا بلکہ حد سے گزرنے والوں کو دوزخ سے ڈرا رہا ہوں) مگر تم لوگ یہی پسند کرتے ہو کہ تمہارے بُرے اعمال کے باوجود تمہیں جنّت (ہی) کی خوش خبری دی جائے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اسی لیے مبعوث فرمایا تھا کہ جو شخص آپ کی اطاعت کرے اُسے جنّت کی خوش خبری دے دیں اور جو کوئی آپ کی نافرمانی کرے اسے دوزخ سے ڈرائیں۔

(بخاری)

Marfat.com

اس حدیث میں اسی بنیادی حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کا ایمان اسی صورت میں صحیح طور پر قائم رہ سکتا ہے کہ اس کے دل میں خدا کے عذاب کا خوف بھی ہو اور اس کی رحمت کی امید اور شوق بھی۔ کلام پاک میں عام طور پر ہمیں یہی نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں جہنم کا ذکر کیا ہے ساتھ ہی جنت کا بھی کر دیا ہے اور انسانوں کو اپنی رحمت اور اپنے قہر دونوں کی اطلاع فرمائی ہے۔ کیونکہ انسان کا بے انتہا خوف کا شکار ہو جانا یا نامناسب حد تک پُر امید ہو جانا دونوں اس کے ایمان اور اسلامی سیرت و کردار کے لیے مُضر ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی جنّت میں داخل ہوگا اُسے اس کا دوزخ والا (وہ) ٹھکانہ دکھایا جائے گا (جو اُسے ملتا) اگر وہ بُرائی کرتا تاکہ (جنّت ملنے پر) وہ زیادہ شکر گزار ہو۔ اور جو کوئی بھی دوزخ میں داخل ہوگا اُسے اس کا جنّت والا (وہ) ٹھکانہ دکھا دیا جائے گا (جو اُسے ملتا) اگر وہ نیکی کرتا تاکہ (اس سے محروم رہ کر دوزخ میں چلے جانا) اس کے لیے موجب حسرت ہو۔

(بخاری)

Marfat.com

بہشت

کلامِ پاک اور حدیثِ رسولؐ میں جنت کی جو تفصیلات دی گئی ہیں ان کا مطالعہ کرنے سے تصور کی آنکھوں کے سامنے ایک ایسی دلفریب سرزمین آجاتی ہے جہاں راحت ہی راحت اور سکون ہی سکون ہے۔ وہاں ایک ابدی زندگی ہے جس کو نہ کسی موت پر جا کر ختم ہونا ہے اور نہ کسی غم کے کانٹے سے الجھنا ہے۔

انسان کی دنیوی زندگی جس طرح غموں کی آماجگاہ بنی رہتی ہے اُسے پیشِ نظر رکھتے ہوئے اگر ایک ایسی زندگی کا تصور کیا جائے جہاں غم کا وجود ہی نہیں ہوگا تو دل رنجور بے تاب ہو جاتا ہے کہ اے کاش وہاں پہنچنا نصیب ہو جائے جہاں دُکھوں کے نشتروں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نجات مل جاتی ہے۔

جس پاک سرزمین میں خونریز جنگیں اور ان کی پیدا کردہ ہولناکیاں نہیں ہوتیں جہاں وبائیں پھُوٹ کر آبادیوں کو ویرانے نہیں بناتیں۔ جہاں بیماریوں اور بے روزگاریوں کی اذیتیں پاگل نہیں کرتیں۔ جہاں انسان ایک دوسرے سے حسد اور بغض نہیں رکھتے، ایک دوسرے کو فریب نہیں دیتے، ایک دوسرے کے منہ سے نوالے نہیں چھینتے، ایک دوسرے کی نیتوں پر حملے نہیں کرتے۔ اور ایک دوسرے کے گلے نہیں کاٹتے، جہاں نسلوں، رنگتوں اور زبانوں کی بنا پر خون کی ندیاں نہیں بہائی جاتیں۔ جہاں والدین کے دلوں میں یہ ہول نہیں ہوتا کہ

Marfat.com

اولاد فضا کے بُرے اثرات قبول کر کے کہیں بدکردار نہ ہو جائے۔ جہاں "کل کیا ہو گا" کا خدشہ راتوں کی نیندیں حرام نہیں کرتا، جہاں بے وفائی، بے مروّتی، احسان ناشناسی اور طوطا چشمی دل کے ٹکڑے نہیں اڑاتیں، جہاں قوموں کی بدکرداریاں اور بدعملیاں رُسواکن عذابوں اور ذلتوں کو جنم نہیں دیتیں، وہ سرزمین کتنی خوبصورت کتنی مقدس، کتنی ارفع اور کتنی دلفریب ہو گی! خوش بخت وہ انسان جو وہاں پہنچ جائے!

آیات و احادیث ہیں جو تفصیلات دیتی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ غم کے فقدان کے علاوہ جنّت میں کسی قسم کا معمولی سا جسمانی آزار بھی نہ ہو گا، نہ سردی کی شدت کی تکلیف ہو گی نہ گرمی کی، نہ تکان ہو گی نہ کوئی بیماری۔ انسان ایک ابدی آرام اور سکون کی حالت میں رہے گا اور کسی ایسی شے کا وجود نہیں ہو گا جو اس سکون میں ذرا سا بھی رخنہ ڈالے۔

آیات و احادیث میں بہشت کی خوبصورتی، سرسبزی اور دلفریبی کی بڑی دلکش تفصیلات دی گئی ہیں۔ اس دنیوی زندگی میں انسان کے لیے جو اشیاء دل پسند اور جاذب توجہ رہی ہیں انہیں کا نام لے کر وہاں کی جاذبیت اور دلفریبی کا تصور دلایا گیا ہے۔ باغات، پودے، پھول، پھل اور بہتے پانی انسانوں کے لیے ہمیشہ کشش کا باعث رہے ہیں۔ چنانچہ اس سرزمین کی تفصیلات بتانے میں انہیں چیزوں کا بار بار ذکر کیا گیا ہے۔ انسان طبعاً اس کو پسند کرتا آیا ہے کہ اس کی غذا، اس کا لباس اور اس کی رہائش گاہ اچھی سے اچھی ہو۔ چنانچہ اسے بتایا گیا ہے کہ اگر زندگی میں تم نیکوکاری کی راہ پر چلتے رہے اور ان مرغوب چیزوں کو حرام ذرائع سے حاصل کرنے کی کوشش نہ کی تو یہ سب کچھ تمہیں مل جائے گا۔ اور ملے گا بھی اس طرح کہ پھر کبھی بھی نہیں چھنے گا۔ انسان کو ہمیشہ یہ آرزو رہی ہے کہ اُسے عزت و آبرو

Marfat.com

حاصل ہو اور اس کا اکرام کیا جائے۔ چنانچہ اسے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر اپنی دنیوی زندگی میں اس نے خدا اور رسولؐ کے احکام کے مطابق اپنے فرائض اور بنی نوع انسان کے حقوق ادا کیے تو آخرت میں اسے وہ عزت افزائی حاصل ہوگی کہ اللہ رب العالمین خود اور اس کے فرشتے اسے سلام کہیں گے۔

انسان کے لیے یہ شے ہمیشہ پسندیدہ رہی ہے کہ کسی کے دل میں اس کے خلاف دشمنی، کینہ اور بغض نہ ہو۔ چنانچہ اسے بتایا گیا ہے کہ بہشت میں کسی کے دل میں کسی کے خلاف دشمنی، کینہ اور بغض نہیں ہوگا۔ اہل بہشت کے دل پرندوں کے دلوں کی طرح نرم اور حسد سے خالی ہوں گے۔

انسان نے ہمیشہ خوبصورتی اور نوعمری کو پسند کیا ہے اور بدصورتی اور بڑھاپے سے پناہ مانگی ہے۔ چنانچہ اسے بتایا گیا ہے کہ بہشت میں سب لوگ حسین اور نوعمر ہوں گے وہاں بدصورتی اور بڑھاپے کا وجود نہیں ہوگا۔

انسان نے ہمیشہ صحت، تندرستی اور زندگی کو پسند کیا ہے۔ چنانچہ اسے بتایا گیا ہے کہ اہلِ بہشت ہمیشہ صحتمند رہیں گے اور کبھی بھی موت سے ہمکنار نہیں ہوں گے۔

آخرت کی زندگی کی یہ چیز کہ وہ زندگی قائم اور دائمی ہوگی، بڑی ہی اہم چیز ہے۔ یہ وہ شے ہے کہ جتنا بھی اس پر غور کیا جائے۔ یہ ایمان کو بڑھانے کا باعث بنتی ہے۔ اگر موجودہ مختصر سی زندگی میں نیکی، صبر، دیانت داری، فرض شناسی اور اطاعت خدا و رسولؐ اختیار کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک ایسی زندگی خوشگوار ہو جاتی ہے جس کا شروع کا کنارہ تو ہے لیکن آخری کنارہ کوئی نہیں ہے تو پھر یہ کس قدر نفع کا سودا ہے، اور کتنا نادان اور کوتاہ نظر ہے وہ شخص جو یہ سودا کرنے سے سستی برتتے یا سرے سے اسے نفع کا سودا سمجھنے ہی سے

Marfat.com

انکار کر دے۔ امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے مال کا چوتھا حصّہ اس شہر کے سب سے زیادہ ہوشیار، سمجھ دار آدمی کو دیا جائے۔ ائمۂ اربعہ نے متفقہ فیصلہ کیا کہ چوتھا حصّہ اس کو دیا جائے جو فکرِ آخرت رکھتا ہو اور متقی ہو۔

آخرت کی نعمتوں میں ایک عظیم نعمت یہ ہوگی کہ بندۂ ناچیز اپنے عظیم اور جلیل معبود کا دیدار کرے گا جسے وہ موجودہ زندگی میں کبھی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ یہ سب لذّتوں سے بڑی لذت ہوگی۔ اور پھر تمام نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت یہ ہو گی کہ اہلِ جنّت کو اپنے پیدا کرنے والے کی دائمی رضامندی اور خوشنودی حاصل ہو جائے گی۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان سے خوش اور راضی ہو جائے گا اور اس بات کا خدشہ کلی طور پر مٹ جائے گا کہ اب وہ کبھی بھی ان سے ناراض ہو۔ جس انسان کو یہ نعمت حاصل ہو جائے تو پھر اس سے بڑی اور کون سی نعمت ہے جس کی وہ آرزو کرے۔

جنّت کے متعلق قرآن مجید میں بہت زیادہ آیات آئی ہیں ان ہی سے کچھ یہاں نقل کی جاتی ہیں:

"اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف اور اس بہشت کی طرف لپکو جس کا پھیلاؤ اتنا ہے جیسے آسمان اور زمین کا پھیلاؤ۔ ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو خدا اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عنایت کرتا ہے اور اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔"

(الحدید ۲۱)

"اور جب تو وہاں (یعنی بہشت کی طرف) نظر ڈالے گا تو وہاں نعمتیں اور ایک بڑی بادشاہت دیکھے گا۔" (الدھر ۲۰)

Marfat.com

"جنتی اس دن اچھی قرار گاہ اور بہتر خواب گاہ میں ہوں گے۔"

(الفرقان ۲۴)

"اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے وہ باغہائے بہشت کے سبزہ زاروں میں ہوں گے۔ جو کچھ ان کو درکار ہو گا۔ ان کے پروردگار کے ہاں ان کے لیے موجود ہو گا، یہی بڑا فضل ہے یہی وہ چیز ہے جس کی خوشخبری خدا اپنے ان بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے۔"

(الشوریٰ ۲۲، ۲۳)

"تو کوئی شخص بھی نہیں جانتا کہ لوگوں کے نیک عملوں کے بدلے میں کیسی کیسی آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لیے پردۂ غیب میں مخفی ہے۔"

(السجدہ ۱۷)

"پرہیزگاروں کے لیے جس جنت کا وعدہ کیا جارہا ہے اس کی تمثیل یہ ہے کہ اس کے تلے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ اس کے پھل اور اس کا سایہ سدا بہار ہوں گے۔ یہ ہے ان لوگوں کا انجام جو پرہیزگاری کرتے رہے۔"

(الرعد ۳۵)

"نہ اس (جنت) میں انہیں کوئی تکلیف چھوئے گی اور نہ وہ اس سے باہر نکالے جائیں گے۔"

(الحجر ۴۸)

"نہ اس میں سورج کی تپش دیکھیں گے اور نہ کڑاکے کی سردی۔"

(الدھر ۱۳)

(جنتیوں کی اتنی عزت افزائی کی جائے گی کہ) انہیں پروردگار مہربان کی طرف سے سلام کہا جائے

Marfat.com

"اور (جنتی) کہیں گے کہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہم سے غم کو دور کیا۔ بیشک ہمارا پروردگار بخشنے والا قدر دان ہے جس نے ہمیں اپنے فضل سے ابدی رہنے کے گھر میں اتارا۔ نہ اس میں ہمیں کوئی تکلیف چھوتی ہے اور نہ اس میں ہمیں کوئی ماندگی چھوتی ہے۔"

(فاطر ۳۴-۳۵)

"اور فرشتے ہر دروازے سے ان پر داخل ہوں گے، اور (کہیں گے کہ) تم پر سلام ہو اس لیے کہ تم نے صبر کیا تھا۔ سو آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔"

(الرعد ۲۳، ۲۴)

"البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان کی ضیافت کے لیے فردوس کے باغ ہوں گے جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہاں سے اٹھنا نہیں چاہیں گے۔"

(الکہف ۱۰۷، ۱۰۸)

"ان کے لیے وہاں میوے ہوں گے اور ان کے لیے وہ (سب کچھ) ہوگا جو وہ مانگیں گے۔ پروردگار مہربان کی طرف سے انہیں سلام کہا جائے گا۔"

(یٰس ۵۷-۵۸)

"تو اس روز مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو دیکھے گا کہ ان کا نور ان کے آگے آگے اور ان کی داہنی طرف دوڑ رہا ہوگا (انہیں کہا جائے گا) آج تم لوگوں کے لیے خوشی ہے۔ باغ ہیں جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں، انہیں میں ہمیشہ رہو گے، یہی ہے بڑی کامیابی۔"

(الحدید ۱۲)

"اور جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہے ان کو ٹولیاں بنا بنا کر بہشت کی طرف لے جایا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ

Marfat.com

بہشت کے پاس پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھولے جا چکے ہوں گے اور بہشت کے محافظان سے کہیں گے کہ السلام علیکم (اور کہیں گے کہ) تم مزے میں رہو، سو اس میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہو جاؤ اور یہ کہیں گے کہ خدا کا شکر ہے جس نے اپنا وعدہ ہمیں سچ کر دکھایا اور ہم کو اس سرزمین کا مالک بنایا کہ ہم بہشت میں جہاں چاہیں رہیں تو عمل کرنے والوں کا کیا اچھا اجر ہے، اور تو فرشتوں کو دیکھے گا کہ عرش کے گرداگرد حلقہ باندھے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا، اور یہ صدا ہو گی کہ سب تعریفیں خدا کو سزاوار ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔"

(الزمر ۷۳، ۷۴، ۷۵)

(نیکوکار انسان سے کہا جائے گا)

"اے روح مطمئن تو اپنے پروردگار کی طرف چل تو اس سے خوش (اور) وہ تجھ سے خوش۔ پھر ہمارے بندوں میں جا مل اور ہماری بہشت میں جا داخل ہو۔" (الفجر ۲۷ تا ۳۰)

"یہ (نیکوکار لوگ) خدائی گروہ ہیں۔ جان لو کہ خدائی گروہ ہی فلاح حاصل کرنے والا ہے۔" (المجادلہ ۲۲)

"کتنے ہی چہرے (ہوں گے کہ) اس دن چمکتے ہوں گے، ہشاش بشاش اور خوش و خرم۔" (عبس ۳۸، ۳۹)

"کتنے ہی چہرے (ہوں گے کہ) اس دن تر و تازہ ہوں گے۔ جو اپنے پروردگار کو دیکھ رہے ہوں گے۔" (القیمہ ۲۲، ۲۳)

"تو ان (نیکوکاروں) کے چہروں پر نعمت کی تازگی معلوم کرے گا۔"

Marfat.com

(المطففین ۲۴)

"اور جو کچھ کدورت ان کے دلوں میں (ایک دوسرے کی طرف سے) ہوگی ہم اسے نکال دیں گے۔"

(الاعراف ۴۳)

"وہ اس (جنت) میں سوائے پہلی موت کے (جس کا مزہ چکھ چکے) اور موت کا مزہ نہیں چکھیں گے۔ اور اللہ انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے گا۔"

(الدخان ۵۶)

"ان کا پروردگار ان کو اپنی مہربانی اور خوشنودی اور ایسے باغوں کی بشارت دیتا ہے جس میں ان کے لیے دائمی نعمتیں ہوں گی۔"

(التوبہ ۲۱)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی بشر کے دل میں (اس کا) خیال گزرا (یہ بے مثال نعمتیں نیکوکاروں کے لیے) ذخیرہ کی ہوئی ہیں۔ چھوڑو (ان نعمتوں کو) جنہیں تم (قرآن وحدیث کے ذریعے) جان چکے ہو۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ (السجدہ ۱۷)

"پھر جیسا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے اعمال کی جزا میں ان کے لیے چھپا رکھا گیا ہے اس کی کسی متنفس کو خبر نہیں ہے۔" (بخاری)

یہ جو فرمایا گیا ہے کہ چھوڑو ان نعمتوں کو جن پر تم اطلاع پا چکے ہو اس سے مراد یہ واضح کرنا ہے کہ بہشت کی وہ نعمتیں جن کی ابھی تمہیں اطلاع نہیں دی گئی وہ

Marfat.com

ان نعمتوں سے بہت اعلیٰ وارفع ہیں جن کی اطلاع تمہیں مل چکی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جنت میں داخل ہو جائے گا وہ (ہمیشہ) عیش میں رہے گا، اُسے کوئی رنج و تکلیف نہیں پہنچے گی۔ نہ اس کے کپڑے پرانے ہوں گے اور نہ اس کا شباب فنا ہوگا۔ (مسلم)

حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (جنت میں) ایک پکارنے والا پکارے گا کہ (اے اہل جنت) تمہارے لیے یہ مقرر ہو چکا ہے کہ تم صحت مند رہو گے، کبھی بھی بیمار نہیں ہو گے اور تمہارے لیے یہ مقرر ہو چکا ہے کہ تم زندہ رہو گے، کبھی بھی نہیں مرو گے۔ اور تمہارے لیے یہ مقرر ہو چکا ہے کہ تم جوان رہو گے، کبھی بھی بوڑھے نہیں ہو گے۔ اور تمہارے لیے یہ مقرر ہو چکا ہے کہ تم عیش و آرام میں رہو گے، کبھی بھی رنج و تکلیف کا شکار نہیں ہو گے۔ بس یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا:

وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (الاعراف ۴۳)

"اس وقت ندا آئے گی کہ یہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے ہو تمہیں ان اعمال کے بدلے میں ملی ہے جو تم کرتے رہے تھے۔"

(مسلم)

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہلِ جنت سے فرمائے گا کہ اے جنت والو، وہ (جواباً) عرض کریں گے لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ (اے ہمارے رب ہم تیری خدمت میں بار بار حاضر ہیں، تیری عبادت کے ساتھ موافقت کرتے ہیں اور ساری کی ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تم

Marfat.com

راضی اور خوش ہو۔ وہ عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم راضی اور خوش نہ ہوں جب صورت یہ ہے کہ آپ نے ہمیں وہ کچھ عطا فرما دیا ہے جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا میں تمہیں اس سے بھی افضل شے عطا نہ کروں وہ عرض کرینگے کہ اے ہمارے ربّ اس سے افضل اور کون سی شے ہو گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ (اس سے افضل شے یہ ہے کہ) میں تم پر اپنی خوشنودی نازل کرتا ہوں۔ پس اس کے بعد میں تم سے کبھی بھی ناراض نہیں ہوں گا۔

(مسلم)

حُمیدؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ بن مالک کو بیان کرتے سُنا کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس بندے کے لیے اللہ کے پاس بھلائی ہوتی ہے وہ مرنے کے بعد یہ نہیں چاہتا کہ دنیا کی طرف واپس آئے چاہے اُسے دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے (سب) دے دیا جائے سوائے شہید کے۔ وہ چونکہ شہادت کی فضیلت دیکھ چکا ہوتا ہے اس لیے وہ پسند کرتا ہے کہ دنیا کی طرف واپس آئے اور ایک دفعہ پھر (اللہ کی راہ میں) قتل کیا جائے (حمید راوی یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ) میں نے حضرت انسؓ بن مالک کو رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم سے (یہ بھی) روایت کرتے سُنا کہ اللہ کی راہ میں رات کے وقت نکلنا یا دن کے وقت نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کی بہشت میں کمان بھر جگہ یا چابک بھر جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اگر اہل جنّت میں سے کوئی عورت زمین والوں کی طرف رُخ کرے تو جو کچھ آسمان اور زمین کے بیچ میں ہے سب کو روشن کر دے اور خوشبو سے بھر دے اور بے شک اس کا وہ دوپٹہ جو اس کے سر پر ہے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

(بخاری)

قرآن و حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اہل جنّت اپنے اپنے اعمال کے لحاظ

Marfat.com

سے مختلف درجوں میں ہوں گے۔ بعض ہلکے درجوں والے ہوں گے اور بعض اعلیٰ درجات کے مالک ہوں گے اور بالاخانوں میں رہیں گے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ہلکے درجات والے) اہلِ جنت اپنے اُوپر بالاخانوں والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم (آسمان کے) مشرقی یا مغربی کنارے پر موتی کی طرح چمکتا ہوا ستارہ دیکھتے ہو جو ڈوبنے کے قریب ہوتا ہے۔ یہ اس لیے ہوگا کہ اہل جنت کے درمیان (درجات کی) فضیلت کا فرق ہوگا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ (کیا) یہ انبیاء کے مقامات ہوں گے جن پر کوئی اور نہیں پہنچ سکے گا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کیوں نہیں پہنچ سکے گا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انبیاء کی تصدیق کی (وہ وہاں پہنچ سکیں گے)

(مسلم)

یہ حدیث انسان کو اس بات کا شوق دلاتی ہے کہ وہ نیکی کے معاملے میں حریص ہو اور حتی الامکان زیادہ سے زیادہ نیکی کرے تاکہ وہ صرف جنت ہی کا مستحق نہ ٹھہرے بلکہ جنت میں بھی اعلیٰ سے اعلیٰ درجات حاصل کر سکے۔ کیونکہ نیکیوں کی کمی یا زیادتی کے باعث اہلِ جنت کے درجات میں اتنا فرق ہوگا کہ ایک عام جنتی کے مقابلے میں بلند درجات والے جنتی اتنے زیادہ بلند ہوں گے جتنے ہمارے مقابلے میں وہ ستارے بلند ہیں جنہیں ہم آسمان کے کناروں پر دیکھتے ہیں۔

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک بازار ہے جس میں جنتی لوگ ہر جمعہ کو آیا کریں گے، پھر شمالی ہوا چلا کرے گی اور وہ ان کے چہروں اور کپڑوں میں (جنت کی زمین کی مٹی یعنی مشک) بھر دیا کرے گی جس سے ان کا حسن وجمال اور زیادہ بڑھ جایا کرے گا،

Marfat.com

پھر جب وہ اس حالت میں واپس اپنے گھر والوں کے پاس آئیں گے کہ ان کا حسن و جمال زیادہ بڑھ چکا ہوگا تو ان کے اہل خانہ ان سے کہیں گے کہ خدا کی قسم ہمارے (پاس سے جانے کے) بعد تو تم اور بھی زیادہ حسین وجمیل ہو گئے ہو تو وہ (جواب میں) کہیں گے کہ خدا کی قسم تم بھی تو ہمارے (جانے کے) بعد حسن وجمال میں (پہلے سے) زیادہ بڑھ گئے ہو۔

(مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا اُن کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گی اور اُن کے بعد جو لوگ جنت میں جائیں گے (ان کے چہرے) آسمان کے جگمگاتے ستاروں سے زیادہ روشن ہوں گے (یہ جنتی لوگ کوئی ایسا کام نہیں کریں گے جس سے دنیا میں گھن آتی ہے) نہ وہ پیشاب کریں گے، نہ پیخانہ کریں گے، نہ ناک صاف کریں گے، نہ تھوکیں گے۔ ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کا پسینہ مُشک کی طرح (خوشبو دار) ہوگا۔ ان کی انگیٹھیوں میں عُود سُلگتا ہوگا اور ان کی بیویاں بڑی بڑی آنکھوں والی حُوریں ہوں گی۔ ان کے اخلاق ایک جیسے ہوں گے (لہذا ان میں باہم حسد بغض اور لڑائی جھگڑا نہ ہوگا) وہ اپنے باپ آدمؑ کی صورت پر ہوں گے اور قد میں ساٹھ ہاتھ ہوں گے۔

(مسلم)

انسانی دُکھوں میں سے بہت سے دُکھوں کی تہہ میں انسانوں کے باہمی تعلقات کی خرابی کارفرما ہوتی ہے۔ بہشت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ ہوگی کہ لوگوں کے باہمی تعلقات انتہائی خوشگوار ہوں گے۔ مسلم کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا الخ کی حدیث اکیس ۲۱ میں بھی مندرجہ بالا حدیث کا مضمون بیان ہوا ہے اس کے آخر میں حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کے (یعنی اہل جنت کے)

درمیان کوئی مخالفت نہیں ہوگی، نہ ان (کے دلوں) میں ایک دوسرے کے لیے بغض ہوگا۔ سب کے دل (باہمی الفت ومحبت کے باعث مل کر گویا) ایک دل ہو گئے ہوں گے۔ وہ صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ مدینۂ منورہ میں ایک شخص وفات پا گیا جو مدینے ہی میں پیدا ہوا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلمؐ نے اس پر نماز (جنازہ) پڑھی اور پھر فرمایا کہ کاش کہ وہ اپنی جائے پیدائش کے سوا کسی اور جگہ فوت ہوتا۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسولؐ اللہ یہ کیوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی جائے پیدائش کے سوا کسی اور جگہ فوت ہوتا ہے تو اس کی جائے پیدائش سے لے کر اس کی موت کے مقام تک (جتنی زمین بنتی ہے اتنی) زمین اسے جنت میں دی جاتی ہے (کیونکہ وہ ایک پردیسی کی حیثیت سے مرا ہوتا ہے۔)

(النسائی)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں بعض لوگ ایسے جائیں گے جن کے دل (نرمی اور توکل میں) پرندوں کے دلوں کی مانند ہوں گے۔

(مسلم)

قرآن اور حدیث دونوں میں ایک لفظ "عِلِّیُّوْن" استعمال ہوا ہے جس کے ایک سے زیادہ مطلب بتائے گئے ہیں مثلاً فرشتوں کا وہ دفتر جس میں نیک لوگوں کے اعمال لکھے جاتے ہیں عِلِّیُّوْن کہلاتا ہے، ایسے ہی اس کا مطلب جنتِ اعلیٰ بھی بتایا گیا ہے اور ساتواں آسمان بھی۔ اس کے علاوہ وہ لوگ جو شہر کے اونچے مقامات پر رہتے ہیں، امیر اور شریف لوگ وہ بھی اھلِ عِلِّیِّیْن کہلاتے ہیں۔ غرضیکہ جنت میں عِلِّیُّوْن والوں میں سے ہونا بہت زیادہ عزت اور

شرف کی بات ہوگی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلیتین والوں میں سے ایک شخص (عام) اہل جنت کی طرف جھانکے گا تو جنت اس کے چہرے کے باعث اس طرح روشن ہو جائے گی گویا وہ موتی کا سا چمکتا ہوا تارا ہو (اور حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ) بے شک ابو بکرؓ اور عمرؓ بھی انہیں میں سے ہوں گے بلکہ ان سے بھی زیادہ ہوں گے۔

(ابو داؤد)

حضرت سہیلؓ بن سعد بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے (جو اتنا بڑا ہے) کہ سوار اس کے سائے میں سو برس تک چلتا رہے گا مگر اسے طے نہیں کر سکے گا۔

(مسلم)

حارثہ بن وہب خزاعی بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں جنت والے نہ بتا دوں (کہ وہ کون ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ) ہر کمزور شخص جسے لوگ کمزور اور حقیر سمجھتے ہیں (لیکن اس کی نیکوکاری اور خدا پرستی کا یہ عالم ہے کہ) اگر وہ خدا کے اعتماد پر قسم کھالے تو خدا اس کی قسم کو پورا کر دے (ایسا ہر شخص جنتی ہے۔ پھر فرمایا کہ) کیا میں تمہیں دوزخ والے نہ بتادوں (کہ وہ کون ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ) ہر سخت جھگڑالو، غلط نسب کا دعویٰ کرنے والا، متکبر (دوزخی ہے)

(مسلم)

حضرت عبداللہؓ (بن مسعود) بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا اور سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا۔ یہ ایک ایسا شخص ہوگا جو اوندھے منہ دوزخ

Marfat.com

سے نکلے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اُسے فرمائے گا کہ جا کر جنت میں داخل ہو جا۔ پس وہ جنّت کے پاس آئے گا تو اس کا یہ خیال ہوگا کہ یہ تو بھری ہوئی ہے۔ چنانچہ وہ واپس لوٹ جائے گا اور عرض کرے گا کہ اے میرے رب میں نے تو اسے بھری ہوئی پایا اس پر اللہ تعالیٰ (دوبارہ) فرمائے گا کہ جا کر جنت میں داخل ہو جا۔ پھر وہ اس کی طرف آئے گا تو اُسے یہی خیال گزرے گا کہ جنّت بھری ہوئی ہے۔ پس وہ واپس جا کر (پھر) عرض کرے گا کہ اے میرے رب میں نے تو اُسے بھری ہوئی پایا۔ اللہ تعالیٰ (تیسری بار) فرمائے گا کہ جا کر جنّت میں داخل ہو جا، تیرے لیے تو (وہاں) دنیا کے برابر (جگہ) ہے اور اس سے دس گنا (زیادہ) ہے یا (یوں فرمایا) کہ تیرے لیے تو (وہاں) دنیا سے دس گنا زیادہ (جگہ) ہے۔ (اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کے پیش نظر اس کیلئے مشکل ہو جائے گا کہ یقین کرے کہ واقعی اسے اتنا بڑا انعام دیا گیا ہے۔ وہ سمجھے گا کہ شاید اس سے مذاق کیا جا رہا ہے) چنانچہ وہ عرض کرے گا کہ (اے خدا) تو بادشاہ ہو کر مجھ سے مذاق کر رہا ہے۔ یا (حضورؐ نے یوں فرمایا کہ وہ کہے گا کہ تُو بادشاہ ہو کر) مجھ سے ہنسی کر رہا ہے۔ (اس حدیث کے راوی بتاتے ہیں کہ) پھر میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ (یہ بات بتاتے ہوئے) آپؐ ہنسے یہاں تک کہ آپؐ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ (راوی یہ بھی بتاتے ہیں کہ) کہا جاتا تھا کہ یہ شخص اہل جنّت میں سب سے کم رتبے والا ہوگا۔ (بخاری)

حضرت عمرانؓ بن حُصینؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی شفاعت کے ذریعے سے ایک گروہ دوزخ سے نکلے گا اور جنّت میں داخل ہو جائے گا (پھر اس نسبت سے کہ پہلے وہ لوگ دوزخ میں رہ چکے ہوں گے اور وہاں سے نجات پا کر جنت میں آئے ہوئے) ان کا نام "جہنّم والے"

Marfat.com

رکھا جائے گا۔

(بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرما رہے تھے۔ آپؐ کے پاس ایک دیہاتی شخص (بیٹھا) تھا۔ (حضورؐ نے فرمایا کہ) اہل جنت میں سے ایک شخص اپنے رب سے کھیتی باڑی کرنے کی اجازت مانگے گا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ کیا تجھے وہ سب کچھ حاصل نہیں جو تو چاہتا ہے۔ وہ عرض کرے گا کہ کیوں نہیں لیکن میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ کھیتی باڑی کروں (پس) اللہ تعالیٰ اُسے کھیتی باڑی کرنے کی اجازت مرحمت فرما دے گا تو، پھر وہ جلدی کرے گا اور بیج بو دے گا تو پلک جھپکنے سے پہلے پہلے وہ اُگ بھی آئے گا اور کھیتی پک بھی جائے گی اور کاٹ بھی لی جائے گی اور غلّے کے پہاڑوں جیسے ڈھیر لگ جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ لے لے۔ اے آدمؑ کے بیٹے۔ کوئی چیز تیرا پیٹ نہیں بھرتی۔ (حضورؐ کی یہ بات سن کر) اس دیہاتی نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ آپ اس شخص کو قریشی یا انصاری پائیں گے کیونکہ یہی لوگ کھیتی باڑی کرنے والے ہیں۔ ہم تو کھیتی باڑی نہیں کرتے۔ اس پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔

(بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لایا اور نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے اللہ تعالیٰ پر (اس کا یہ) حق ہے کہ وہ اُسے جنت میں داخل کرے چاہے اس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی ہو یا اسی سرزمین میں بیٹھا رہا ہو جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ، کیا ہم یہ بات لوگوں کو بتا نہ دیں۔ حضورؐ نے (اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے) فرمایا کہ جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ نے ان لوگوں کے لیے تیار کئے ہوئے ہیں جو خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ ہر

Marfat.com

دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ پس جب تم اللہ سے (کچھ) مانگو تو اس سے فردوس مانگو کیونکہ وہ جنّت کے وسط میں واقع ہے اور اس کا بلند ترین حصّہ ہے۔ اسکے اوپر (خدائے) رحمٰن کا عرش ہے اور اسی میں سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔

(بخاری)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مومن دوزخ سے چھٹکارا پائیں گے تو انہیں ایک پُل پر روک لیا جائے گا جو جنّت اور دوزخ کے درمیان ہوگا پھر انہیں ایک دوسرے سے بدلہ دلایا جائے گا ان مظالم کا جو انہوں نے دنیا میں ایک دوسرے پر کیے ہوں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ (گناہوں سے) پاک صاف ہو جائیں گے تو انہیں جنّت میں داخل ہونے کی اجازت مل جائے گی، پس مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمّد (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی جان ہے کہ تم میں سے ہر شخص اپنے جنّت والے گھر کے راستے کو زیادہ جانتا ہوگا بہ نسبت دنیا والے گھر کے راستے کے۔

(بخاری)

حضرت مُغیرہؓ بن شُعبہ نے منبر پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ نے اپنے رب سے سوال کیا کہ اے میرے رب، جنّتیوں میں سے کون آدمی سب سے نیچے درجے کا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (سب سے نیچے درجے والا) ایک (ایسا) شخص ہوگا جو جنّتیوں کے جنّت میں داخل ہونے کے بعد آئے گا۔ اس سے کہا جائے گا کہ (جنّت میں) داخل ہو جا۔ وہ کہے گا کہ میں کیسے داخل ہوں۔ لوگ اپنی اپنی جگہ لے چکے ہیں اور جو جو لینا تھا اُسے حاصل کر چکے ہیں۔ اُسے کہا جائے گا کہ کیا تو اس سے راضی ہے کہ تجھے اتنا ہو جتنا دنیا کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کا تھا

وہ عرض کرے گا کہ ہاں میرے پروردگار میں راضی ہوں۔ اس پر ارشاد ہو گا کہ اچھا تیرے لیے اتنا ہی ہے اور اس کے برابر اور اس کے برابر اور اس کے برابر (یعنی اس سے تین گنا اور زیادہ) وہ عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار میں راضی ہوں۔ ارشاد ہو گا کہ اچھا تیرے لیے یہ سب ہے اور اس کا دس گنا ہے، وہ عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار میں راضی ہو گیا۔ ارشاد ہو گا کہ اچھا تیرے لیے اس سب کے علاوہ وہ بھی ہے جس کے لیے تیرا دل چاہے اور جس سے تیری آنکھوں کو لذت ملے۔

(ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کا جنت میں ادنیٰ ترین مرتبہ یہ ہو گا کہ اس سے کہا جائے گا کہ تمنا کر۔ پس وہ تمنا کرے گا اور تمنا کرے گا (یعنی اپنی ہر تمنا بیان کر دے گا) پھر اس سے کہا جائے گا کہ کیا تو تمنا کر چکا۔ وہ کہے گا کہ جی ہاں (میں نے اپنی سب تمنائیں بیان کر دی ہیں) پھر اس سے کہا جائے گا کہ جو (جو) تمنائیں تو نے کی ہیں وہ (سب) تمہیں دی جاتی ہیں اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور دیا جاتا ہے۔

(مسلم)

عبدالرحمٰن بن کعبؓ بن مالک اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت کعبؓ کی وفات ہونے لگی تو براء بن معرور کی بیٹی امّ بشر ان کے پاس آئیں اور انہیں کہنے لگیں کہ اے ابو عبدالرحمٰن اگر آپ (وفات کے بعد) فلاں شخص سے ملیں تو اُسے میری طرف سے سلام کہہ دیں۔ انہوں نے کہا کہ۔ اے امّ بشر اللہ آپ کی مغفرت فرمائے ہم اتنے مشغول ہوں گے

Marfat.com

کہ اس کام کی فرصت نہیں ہو گی۔ ام بشر نے کہا کہ اے ابو عبدالرحمن کیا آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہیں سُنا تھا کہ مومنوں کی رُوحیں سبز پرندوں کی شکل میں جنت کے درخت سے لٹکتی ہوں گی (یعنی جنت کے میوے کھاتی ہوں گی) انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں (سُنا تھا) ام بشر نے کہا کہ بس یہی مطلب ہے (یعنی جب وہ بھی اور آپ بھی دونوں پرندوں کی شکل میں جنت میں ہوں گے تو پھر سلام پہنچانا کیا مشکل ہو گا) (ابن ماجہ)

رؤیت باری تعالیٰ

حضرت عدیؓ بن حاتم بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (آخرت میں) تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کا رب اس طرح گفتگو کرے گا کہ اس کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان نہ کوئی ترجمان ہو گا اور نہ کوئی پردہ جو اُسے چھپائے۔ (بخاری)

حضرت ابو سعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ اے خدا کے رسولؐ کیا ہم (آخرت میں) اپنے رب کو دیکھیں گے۔ آپؐ نے فرمایا کیا دوپہر کے وقت جبکہ (آسمان پر) بادل بھی نہ ہو تم لوگوں کو سورج کو دیکھنے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ جُڑنے (یعنی ہجوم و اژدہام کرنے) کی ضرورت ہوتی ہے ہم نے عرض کیا کہ نہیں (اژدہام کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے، ہر شخص اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو کر اطمینان سے سورج کو دیکھ سکتا ہے) حضورؐ نے فرمایا کہ کیا چاند کی چودہویں رات (جب کہ آسمان پر بادل بھی نہ ہو تمہیں چاند کو دیکھنے کے لیے ایک دوسرے کو نہ پہنچانے (یعنی ایک دوسرے کے ساتھ دھکم دھکا کرنے) کی ضرورت ہوتی ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ نہیں (چاند بھی ہر ایک کو اپنی اپنی جگہ کھڑے ہی نظر

Marfat.com

آجاتا ہے۔ ایک دوسرے کو دھکے دینے کی کیا ضرورت ہے، حضورؐ نے فرمایا کہ جس طرح تمہیں ان دونوں کو دیکھنے کے لیے ایک دوسرے کو ضرر پہنچانے کی ضرورت نہیں ہوتی اسی طرح تمہیں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے لیے بھی ایک دوسرے کو ضرر پہنچانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

(ابن ماجہ)

اگر کوئی چیز کسی خاص جگہ ہی سے نظر آتی ہو اور بہت سے لوگوں نے اسے دیکھنا ہو تو اس جگہ بھیڑ ہو جائے گی۔ بہت سے لوگوں کے ایک جگہ جمع ہو جانے کے باعث لوگ ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے کو دھکے دیں گے اور ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے اور اس سے ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کا ذریعہ بھی بن جائیں گے کیونکہ ہر ایک کی خواہش ہوگی کہ میں ضرور دیکھ لوں۔ لیکن اگر وہ دیکھی جانے والی شے ایسی ہو کہ ہر جگہ سے نظر آسکتی ہو تو پھر دیکھنے والوں کو کسی ایک جگہ ہجوم کرنے اور ایک دوسرے سے جھگڑا کرنے اور ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ہر شخص جہاں کھڑا ہوگا وہیں سے اُسے دیکھ لے گا جیسے چاند یا سورج کو دیکھنے کے لیے باہم کش مکش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ وہ تو ہر ایک کو ہر جگہ سے نظر آجاتے ہیں۔ اس حدیث میں حضورؐ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار ہونے کے بارے میں جو کچھ فرمایا اس کا یہی مطلب ہے کہ ہر انسان بغیر کسی تکلیف کے اور بغیر کسی دوسرے کے ساتھ کسی قسم کی کش مکش کیے آرام سے اور بڑی وضاحت سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کر لے گا۔

حضرت صُہیبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ (یونس ۲۶)

Marfat.com

"جن لوگوں نے بھلائی کا طریقہ اختیار کیا ان کے لیے بھلائی ہے اور مزید فضل"۔

اور فرمایا کہ جب جنّت والے جنّت میں اور دوزخ والے دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے جنّت والو اللہ کے پاس تمہارے لیے ایک وعدہ ہے جسے وہ تمہارے لیے پورا کرنا چاہتا ہے اس پر جنّتی کہیں گے کہ وہ کیا ہے (اللہ تعالیٰ نے تو پہلے ہی ہم پر بے پناہ انعامات فرمائے ہیں) کیا اس نے ہمارے نیک اعمال کو بھاری نہیں کر دیا اور ہمارے موہنوں کو سفید نہیں کر دیا (جو عزت و بخشش کی علامت ہے) اور ہمیں جنّت میں داخل نہیں کر دیا اور ہمیں دوزخ سے نجات نہیں دے دی (اب کیا انعام باقی رہ گیا ہے جس سے اللہ تعالیٰ ہمیں سرفراز فرمانا چاہتے ہیں) پھر (کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اور اہلِ جنّت کے درمیان کا) حجاب اٹھا لیا جائے گا اور اہلِ جنّت اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے لگیں گے۔ پس خدا کی قسم کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی نعمتیں انہیں عطا کر رکھی ہوں گی ان میں کوئی بھی ان کے نزدیک اللہ کا دیدار کرنے سے زیادہ محبوب اور آنکھ کی ٹھنڈک پہنچانے والی نہ ہوگی (یعنی یہ دیدار انہیں سب نعمتوں سے زیادہ محبوب ہوگا)

(ابن ماجہ)

حضرت سعیدؒ بن مُسیّب بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے ملے تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں خدا سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تجھے جنّت کے بازار میں جمع کرے۔ حضرت سعیدؒ نے پوچھا کہ کیا جنّت میں بازار ہوگا؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ہاں۔ مجھے رسول خدا صلیّ اللہ علیہ وسلّم نے خبر دی تھی کہ جب اہل جنّت جنّت میں داخل ہوں گے تو وہاں اپنے اپنے اعمال کے درجے کے لحاظ سے اتریں گے (یعنی جس نے جتنے زیادہ اچھے اعمال کیے ہوں گے اتنے ہی بڑے درجے پر وہ فائز ہوگا) دنیا کے دنوں میں جمعہ کے دن کی جتنی مقدار تھی (یا دنیا کے دنوں میں

Marfat.com

ایک ہفتے کی جتنی مقدار تھی) اس کے مطابق (نہیں (شرف ملاقات کی) اجازت بخشی جائے گی۔

پس وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کریں گے اور وہ ان کے لیے اپنے تخت کو ظاہر کر دے گا اور بہشت کے چمنوں میں سے ایک چمن میں ان کے لیے نمودار ہوگا (یعنی انہیں اپنا جمالِ مبارک دکھائے گا)۔ پھر اہلِ بہشت کے (بیٹھنے کے) لیے (منبر) رکھے جائیں گے۔ نور کے منبر اور موتی کے منبر اور یاقوت کے منبر اور زبرجد کے منبر اور سونے کے منبر اور چاندی کے منبر (یہ سب کرسیاں ہوں گی جن پر اعلیٰ درجے کے جنتی بیٹھیں گے) اور اہلِ جنت میں سے جو کم درجے والے ہوں گے حالانکہ ان میں کوئی گھٹیا نہ ہوگا۔ (غرضیکہ ان میں جو کم درجے والے ہوں گے) وہ مشک اور کافور کے ٹیلوں پر (بیٹھے) ہوں گے۔ وہ یہ نہیں سمجھیں گے کہ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں کی بیٹھنے کی جگہ ان کی جگہوں سے افضل ہے (بلکہ ہر جنتی اپنی ہی جگہ کو بہترین سمجھے گا)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا ہم اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں (دیکھو گے) کیا تم سورج کو دیکھنے میں باہم جھگڑا کرتے ہو، اور چودہویں رات کے چاند کو دیکھنے میں باہم جھگڑا کرتے ہو۔ ہم نے عرض کیا کہ نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ایسے ہی تم اپنے پروردگار عزّ وجل کو دیکھنے میں بھی باہم جھگڑا نہیں کرو گے۔ اور اس مجلس میں کوئی ایسا باقی نہ رہے گا جس سے اللہ تعالیٰ نے مخاطب ہو کر بات نہ کی ہو گی۔ یہاں تک کہ تم میں سے ایک شخص سے فرمائے گا کہ اے فلاں کیا تجھے وہ دن یاد نہیں جب تو نے ایسے اور ایسے کیا تھا۔ اور اُسے اس کی بعض دنیاوی (باتیں) یاد دلائے گا جو اس نے دنیا میں کی ہوں گی۔ وہ عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار کیا تو نے مجھے بخش نہیں دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیوں نہیں (میں نے تجھے بخش دیا تھا) اور میری بخشش کے وسیع ہونے ہی کے باعث تو تو اپنے اس مرتبے تک پہنچا

ہے۔ پھر (اللہ تعالیٰ کے اس دربار سے) وہ (سب درباری) اسی حالت میں ہوں گے کہ ایک ابر ان کے اوپر سے آکر انہیں ڈھانپ لے گا اور ان پر ایسی خوشبو برسائے گا کہ انہوں نے اسکی مہک جیسی کوئی چیز کبھی بھی نہ پائی ہو گی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ (اب) کھڑے ہو جاؤ (اور چلو) اس انعام و اکرام کی طرف جو میں نے تمہارے لئے تیار کر رکھا ہے، اور جو پسند ہو لے لو۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ پھر ہم بازار میں آئیں گے جسے فرشتوں نے گھیر رکھا ہو گا اور اس میں وہ کچھ ہو گا کہ نہ آنکھوں نے اس کی مانند دیکھا نہ کانوں نے سُنا نہ دلوں میں اس کا خیال گزرا۔ پھر جس جس شے کو ہم پسند کریں گے وہ ہمارے لئے بار کر دی جائے گی۔ نہ وہاں کوئی چیز بکے گی اور نہ خریدی جائے گی اور اس بازار میں اہل جنّت ایک دوسرے سے ملیں گے۔ پھر سامنے سے ایک بلند مرتبے والا شخص آئے گا اور اس سے وہ شخص ملے گا جس کا مرتبہ اس سے کم ہو گا، حالانکہ ان میں کوئی بھی گھٹیا نہ ہو گا۔ پھر وہ کم رُتبے والا بلند رُتبے والے کا (شاندار) لباس دیکھے گا تو ڈر جائے گا لیکن ابھی اس کی اس سے گفتگو کا آخری حصہ ختم نہیں ہوا ہو گا کہ اس کم رُتبے والے کے جسم پر بھی بلند رُتبے والے سے بہتر لباس بن جائے گا اور ایسا اس لیے ہو گا کہ (وہ دوسرے کے لباس کو اپنے لباس سے بہتر دیکھ کر غم زدہ نہ ہو، کیونکہ اہل جنّت میں سے) کسی کے شایاں نہیں کہ وہ جنّت کے اندر غم زدہ ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ پھر ہم اپنے گھروں کی طرف لوٹیں گے تو ہماری بیویاں ہم سے ملیں گی اور کہیں گی کہ خوش آمدید، تم اس حالت میں آئے ہو کہ تمہارا حسن و جمال اور خوشبو اس وقت سے کہیں زیادہ ہے جب تم ہمیں چھوڑ کر گئے تھے ہم جواب دیں گے کہ (بات یہ ہے کہ) آج ہم اپنے صاحب جبروت پروردگار کے پاس

Marfat.com

بیٹھے تھے لہذا ہمیں اسی حالت میں لوٹنا سزاوار تھا جس میں ہم لوٹے ہیں (یعنی حسن و جمال اور خوشبو میں آگے سے زیادہ ہو کر)

(ابن ماجہ)

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ بہشت میں احباب سے ملاقاتیں ہوں گی اور والدین اور صالحین کی زیارتیں ہوں گی اس وقت سے مجھے جنت کی آرزو زیادہ ہو گئی ہے۔

Marfat.com

دوزخ

انسانوں کے اعمال درست رکھنے کے لیے جزا کے ساتھ سزا بھی لازمی ہے۔ اگرچہ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ مختلف انسان مختلف طبیعتوں کے مالک ہوتے ہیں، بعض کو جزا کی امید اور شوق زیادہ جلدی سدھار دیتا ہے، بہ نسبت سزا کے خوف کے۔ اور بعض کو سزا کا خوف جلدی راہ راست پر لاتا ہے بہ نسبت جزا کی امید کے۔ تاہم انسانی معاشرے کو بہ حیثیت مجموعی درست رکھنے کے لیے دونوں چیزیں انتہائی ضروری ہیں۔ ایک تبلیغ کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ انسانوں کو نیکی کے خوشگوار انجام کی تفصیلات بتا کر ان کے دلوں میں اخروی کامیابی حاصل کرنے کا اشتیاق پیدا کرنے کی کوشش کرے، لیکن وہ اپنے فرائض کو کماحقہٗ ادا کرنے سے تاصر رہے گا اگر اس نے انہیں بدعملی اور نافرمانی کی اذیت دہ سزا سے بھی واقف نہ کرایا۔ افراد اور گروہ دونوں کو درست رکھنے کے لیے قانون کی طاقت اور سزاؤں کا نظام لازمی ہے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث شریفہ دونوں میں اس کا پورا پورا التزام کیا گیا ہے کہ جہاں انسان کو نیک اعمال کا خوشگوار انجام بتایا جائے وہاں انہیں برے اعمال کی ہولناک سزاؤں سے بھی ڈرایا جاتا رہے تاکہ ان کے دلوں میں وہ ایمان جاگزیں رہے جس کے

Marfat.com

متعلق فرمایا گیا ہے کہ:

"ایمان خوف اور امید کے درمیان ہوتا ہے۔"

کتاب اللہ اور احادیث مقدسہ میں دوزخ کی سزاؤں کی جو تفصیلات دی گئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ ایک انتہائی ہولناک جگہ ہوگی۔ اس کی ہولناکیوں کی اس طرح عکاسی کی گئی ہے کہ دل سینوں کے اندر دہل جاتے ہیں۔ ان تفصیلات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ دوزخ میں صرف جسمانی عذاب ہی نہیں ہوگا بلکہ ذلت اور رسوائی کی تکلیف اور ندامت و شرمندگی کی اذیت بھی ہوگی۔ انسان جب یہ بُرا انجام دیکھ لے گا تو تڑپ تڑپ اٹھے گا کہ اے کاش! ہمیں پھر دنیا میں جانے کا موقع ملے تو اب ہم بڑے ہی نیک بن کر زندگی گزاریں۔ مگر یہ خواہش بس ایک لغو خواہش ہوگی جس کے پورا ہونے کا قطعی کوئی امکان نہیں ہوگا۔ پھر انتہائی اذیت دہ صورت حالات میں ایک مزید اذیت کی بات یہ ہوگی کہ اس عذاب میں کوئی کسی کی امداد کو نہیں آئے گا اور کوئی کسی کے دُکھ کو دُور نہیں کر سکے گا۔ جن مالوں اور اولادوں کی محبت میں اندھے ہو کر کسی انسان نے یہ عذاب سمیٹے ہوں گے وہ اس دن ذرّہ بھر بھی کام نہیں آ سکیں گے محض اپنی تنہا جان ہوگی جو اپنی بدکرداریوں کے انجام تلے پسی چلی جا رہی ہوگی۔

قرآن پاک سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اہلِ دوزخ نے دنیا میں جن گمراہ کرنے والے رہنماؤں کے پیچھے چل کر گمراہیاں اختیار کی ہوں گی اس دن وہ انہیں اس قدر بُرے لگیں گے کہ وہ خدا سے دعا مانگیں گے کہ خدایا انہیں دُگنا عذاب دے کہ یہ خود بھی گمراہ تھے اور انہوں نے ہمیں بھی گمراہ کیا۔ یہ وہ وقت ہوگا کہ ان گمراہ رہنماؤں اور ان کے پیروی کرنے والوں کے درمیان احترام اور محبت کے تمام تعلقات ٹوٹ چکے ہوں گے اور وہ ایک دوسرے سے بیزار ہو رہے

Marfat.com

ہوں گے۔

المختصر دوزخ ایک ایسی جگہ ہو گی جہاں ہر قسم کی اذیت کے سامان ہوں گے جسمانی اذیت کے بھی، ذہنی اذیت کے بھی اور روحانی اذیت کے بھی۔ ذیل کی آیات، احادیث واضح کر دیتی ہیں کہ وہ کس قسم کی ہولناک اور تکلیف دہ جگہ ہو گی۔

"جب وہ (دوزخ) ان (دوزخیوں) کو دُور کے فاصلے سے دیکھے گی، تو وہ اس کا چیخنا اور چنگھاڑنا سنیں گے۔"

(الفرقان ۱۲)

"جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے تو وہ اس کا دھاڑنا سنیں گے اور وہ جوش کھا رہی ہو گی۔ قریب ہے کہ غصّے سے پھٹ جائے، جب اس میں کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو اس کے محافظ ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ وہ کہیں گے کہ کیوں نہیں، ضرور ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا، لیکن ہم نے اُسے جھٹلایا اور کہا کہ خدا نے کچھ بھی نازل نہیں کیا تم خود ہی ایک بڑے خبط میں پڑے ہو اور (پھر وہ اہلِ دوزخ شدّتِ ندامت سے) کہیں گے کہ ہم اگر (اس ڈرانے والے کی بات) سُن لیتے یا عقل ہی سے کام لیتے تو (آج) ہم اہلِ دوزخ میں سے نہ ہوتے۔ غرض اپنے جرم کا اقرار کریں گے۔ سو لعنت ہے اہلِ دوزخ پر۔"

(الملک از ۷ تا ۱۱)

"تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔"

(البقرہ ۲۴)

"اس (دوزخ) کے سات دروازے ہیں۔ ہر ایک دروازے

Marfat.com

کے لیے اُن میں سے بانٹا ہوا ایک حصّہ ہے۔"

(الحجر ۴۴)

"اور جب کافر دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے (تو ان سے کہا جائیگا کہ) تم اپنی دنیا کی زندگی میں مزے اڑا چکے اور اُن سے فائدہ اٹھا چکے تو آج تم کو ذلّت کی سزا دی جائے گی۔ یہ اس کا بدلہ ہے کہ تم ناحق زمین میں اکڑا کرتے تھے اور اس کا بدلہ ہے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے۔"

(الاحقاف ۲۰)

"آج تم کو ذلّت کے عذاب کی سزا دی جائے گی، اس لیے کہ تم خدا پر تہمت رکھ کر ناحق بکا کرتے تھے اور اس کی آیتوں سے اکڑا کرتے تھے۔"

(الانعام ۹۳)

"اور جس نے ہماری یاد سے روگردانی کی تو اس کی زندگی ضیق میں گزرے گی اور قیامت کے دن ہم اس کو اندھا اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا۔ اور میں تو دیکھتا تھا۔ خدا فرمائے گا۔ ایسا ہی (ہے) ہماری آیات تیرے پاس آئیں مگر تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج تو بھلایا جا رہا ہے۔ جو شخص حد سے بڑھ چلا، اور اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان نہ لایا، ہم اس کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں اور آخرت کا عذاب بہت ہی سخت اور دیرپا ہے۔"

(طٰہٰ از ۱۲۴ تا ۱۲۷)

"اور جب وہ (دوزخی) زنجیروں میں جکڑے ہوئے اس کے کسی تنگ گوشے میں ڈالے جائیں گے تو اس موقع پر وہ موت

Marfat.com

مانگیں گے۔" (الفرقان ۱۳)

"اور جب وہ عذاب دیکھیں گے تو دل ہی دل میں نادم ہوں گے اور جو لوگ کافر ہیں ان کی گردنوں میں ہم طوق ڈالیں گے۔"

(سبا ر ۳۳)

"اور انہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا سو وہ ان کی آنتیں کاٹ ڈالے گا۔"

(محمد ۱۵)

"(اہلِ دوزخ) لُو اور گرم پانی میں ہوں گے۔"

(الواقعہ ۴۲)

"جب کبھی بھی وہ غم کی وجہ سے اس (دوزخ) سے نکلنے کا ارادہ کریں گے اسی میں پھر لوٹا دیئے جائیں گے، اور (ان سے کہا جائے گا کہ تم) جلنے کا عذاب چکھو۔" (الحج ۲۲)

"اور جو دوزخ میں ہوں گے وہ دوزخ کے داروغوں سے کہیں گے کہ اپنے پروردگار سے دُعا کرو کہ وہ ایک دن ہم سے عذاب ہلکا کر دے۔ وہ جواب دیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے رسول کھلی دلیلیں لے کر نہیں آئے تھے؟ وہ (جواب میں) کہیں گے کہ کیوں نہیں (بیشک آئے تھے) وہ (داروغے) کہیں گے کہ پھر تم خود ہی دُعا کر لو، اور کافروں کی دُعا تو بے کار ہی ہے۔"

(المومن ۴۹ - ۵۰)

"اور جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا کہ اے کاش! مجھ کو میرا نامۂ اعمال نہ ملا ہوتا، اور مجھ کو اپنے حساب

Marfat.com

کی خبر ہی نہ ہوئی ہوتی کہ کیا ہے۔ اے کاش! مرنے سے میرا خاتمہ ہو گیا ہوتا۔ میرا مال میرے کام نہ آیا۔ مجھ سے میری بادشاہت لٹ گئی (پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا کہ) اس کو پکڑو اور اس کے گلے میں طوق ڈالو۔ پھر اس کو جہنم میں دھکیل دو۔ پھر زنجیر سے جس کی ناپ گزوں میں ستر گز ہے اس کو خوب جکڑ دو یہ خدائے بزرگ پر ایمان نہیں لاتا تھا اور مسکینوں کے کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا تھا، تو آج یہاں کوئی بھی اس کا دوست دار نہیں۔"

(الحاقہ از ۲۵ تا ۳۵)

"آگ ان کے منہ جھلس دے گی اور ان کے جبڑے باہر نکل آئیں گے (ان سے پوچھا جائے گا کہ) کیا یہ نہیں تھا کہ میری آیتیں تم پر پڑھی جاتی تھیں تو تم انہیں جھٹلاتے تھے وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم پر ہماری بدنصیبی غالب آگئی تھی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں اس سے نکال۔ اگر ہم پھر (ایسے کام) کریں تو بے شک ہم ظالم ہیں۔ خدا فرمائے گا کہ اسی میں خوار پڑے رہو۔ اور مجھ سے بات نہ کرو۔ میرے بندوں میں سے ایک فریق جو کہا کرتا تھا کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے پس تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے تو تم نے اُن (نیک لوگوں) کا ٹھٹھا بنا لیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے تمہیں میری یاد بھی بھلا دی اور تم ان پر ہنسا کرتے تھے۔"

(المومنون از ۱۰۴ تا ۱۱۰)

"اور وہ اس میں چلائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں نکال تا کہ

Marfat.com

ہم ان عملوں کے خلاف جو ہم کیا کرتے تھے، نیک عمل کریں (تو انہیں کہا جائے گا کہ) کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں نصیحت پکڑنے والا نصیحت پکڑتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا تھا، تو اب تم مزا چکھو۔ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔"

(فاطر ۳۷)

"جو لوگ منکر ہیں اللہ کے ہاں نہ تو ان کے مال ہی ان کے کچھ کام آئیں گے اور نہ ان کی اولاد ہی اور یہی ہیں دوزخ کا ایندھن۔"

(آل عمران ۱۰)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بھی دوزخ کے بارے میں بہت کچھ معلومات بہم پہنچاتی ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (دوزخ کی) آگ کو ہزار سال تک دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سُرخ ہو گئی۔ پھر اُسے ہزار سال تک دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہو گئی۔ پھر اُسے ہزار سال تک دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ کالی ہو گئی۔ پس (اب) وہ کالی سیاہ ہے۔ (ترمذی)

کلام پاک میں واضح فرمایا گیا ہے کہ اہلِ دوزخ کا کھانا تھوہر ہو گا۔ تھوہر کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ یہ ایک سخت کڑوا اور بدبودار پھل ہو گا اور اس کو کھانا بہت مشکل ہو گا۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

اِتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ

Marfat.com

مُّسْلِمُوْنَ۔ (آل عمران ۱۰۲)

"اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم کو موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلم ہو۔"

(نیز) حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تھوہر کا ایک قطرہ بھی دنیا میں ٹپک پڑے تو (اپنی کڑواہٹ اور عفونت وغیرہ کے باعث تمام) اہل دنیا کی معاش کو برباد کر دے، پس کیا حال ہو گا ان کا جن کا کھانا ہی یہ (تھوہر) ہو گا۔

(ترمذی)

حضرت عبداللہؓ (بن مسعود) بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) دوزخ کو لایا جائے گا، اس دن اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اُسے کھینچ رہے ہوں گے۔

(مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری (یہ دنیا کی) آگ دوزخ کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے ۔ عرض کیا گیا کہ یا رسولؐ اللہ یہ (دنیا کی آگ) ہی (جلانے اور عذاب دینے کے لیے) کافی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ اس پر انہتر حصے زیادہ کر دی گئی ہے۔ ہر حصے میں دنیا کی آگ جتنی گرمی ہے۔

(بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ اچانک آپؐ نے کسی چیز کے گرنے کی آواز سُنی۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ (آواز) کیا ہے، ہم نے عرض کیا کہ خدا اور

Marfat.com

اس کا رسولؐ خوب جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ ایک پتھر ہے جسے ستّر برس پہلے دوزخ میں پھینکا گیا تھا اور وہ اب تک برابر دوزخ میں گر رہا تھا یہاں تک کہ (اب) اس کی تہہ میں جا پہنچا ہے۔

(مسلم)

اس حدیث میں حضورؐ نے دوزخ کی گہرائی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ دوزخ اتنی گہری ہے کہ ایک پتھر اس میں پھینکا گیا تو اسے تہہ تک پہنچنے میں ستّر برس لگ گئے۔

سورۃ الحج آیت ۱۹ اور ۲۰ میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے متعلق فرمایا ہے کہ اُن کے لیے آگ کے لباس کاٹے جا چکے ہیں ان کے سروں پہ کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔

يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ۞

"جس سے ان کی کھالیں ہی نہیں پیٹ کے اندر کے حصّے تک گل جائیں گے۔"

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گرم پانی دوزخیوں کے سروں پر ڈالا جائے گا تو وہ سرایت کرتا ہوا ان کے پیٹوں تک جا پہنچے گا اور جو کچھ پیٹ میں ہوگا (یعنی انتڑیاں وغیرہ) اُسے کاٹ دے گا یہاں تک کہ پھر دوزخیوں کے قدموں کے راستے باہر نکل آئے گا۔ اور یہی (وہ) "گل جانا" ہے (جس کا سورۃ الحج آیت ۲۰ میں ذکر ہوا ہے) پھر (ان کی انتڑیاں وغیرہ) دوبارہ ویسی ہی (ٹھیک) ہو جائیں گی جیسے پہلے تھیں (اور پھر انہیں گرم پانی کاٹ کر قدموں کے راستے باہر نکل جائے گا اور بار بار ایسے ہی ہوتا رہے گا)

(ترمذی)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (سورۃ المومنون کی آیت ۱۰۴ کے ان الفاظ کو) پڑھا وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ

Marfat.com

(جن کا مطلب یہ ہے کہ دوزخ میں کافروں کے دانت ظاہر ہو جائیں گے پھر آپ نے کلام پاک کے ان الفاظ کی وضاحت کرتے ہوئے) فرمایا کہ آگ کافر کو بھون دے گی جس سے اس کا اوپر والا ہونٹ سکڑ جائے گا یہاں تک کہ اس کے سر کے وسط تک جا پہنچے گا۔ اور اس کے نیچے کا ہونٹ لٹک جائے گا یہاں تک کہ اس کی ناف تک جا پہنچے گا (لہذا دانت ظاہر ہو جائیں گے)

(ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافر (کا جسم دوزخ میں بہت بڑھ جائے گا۔ یہاں تک کہ اس) کی جلد کی موٹائی بیالیس ہاتھ ہوگی اور اس کی ڈاڑھ اُحد (پہاڑ) کے برابر ہوگی اور دوزخ میں اس کے بیٹھنے کی جگہ اتنی ہوگی جتنی مکے سے مدینے تک کی مسافت۔

(ترمذی)

حضرت سمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ لوگوں میں بعض ایسے ہیں جنہیں آگ ان کے ٹخنوں تک پکڑے گی اور ان میں بعض ایسے ہیں جنہیں آگ ان کی کمر تک پکڑے گی اور ان میں بعض ایسے ہیں جنہیں آگ ان کی گردن تک پکڑے گی۔

(مسلم)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ میں سے سب سے ہلکے عذاب والا شخص وہ ہوگا جسے آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی۔ (ان) جوتیوں کی حرارت سے اس کا دماغ کھولتا رہے گا۔

(مسلم)

حضرت نعمانؓ بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اہل دوزخ میں سے سب سے ہلکے عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کے جوتے اور تسمے آگ کے ہوں گے۔ اُن کے باعث اس کا دماغ ایسے کھول رہا ہوگا

Marfat.com

جیسے ہنڈیا جوش مارتی ہے۔ وہ سمجھے گا کہ اور کسی کو اس سے زیادہ شدید عذاب نہیں دیا جا رہا حالانکہ وہ اہل دوزخ میں سے سب سے ہلکے عذاب والا ہوگا۔

(مسلم)

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ قیامت کے دن کافر کو لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ بتا کہ اگر تیرے پاس زمین بھر سونا ہوتا تو کیا تو اسے اس (عذاب) سے بچنے کے لیے بطور فدیہ دے دیتا۔ وہ کہے گا کہ ہاں (دے دیتا) اس پر اُسے کہا جائے گا کہ تجھ سے ایک ایسی بات کا مطالبہ کیا گیا تھا جو اس سے زیادہ آسان تھی (یعنی یہ کہ خدائے واحد پر ایمان لاؤ اور شرک سے بچو)

(بخاری)

حضرت سمُرہ بن جُندُب بیان کرتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (صبح کی) نماز ادا فرما لیتے تو ہماری طرف رُخ کر لیتے اور فرماتے کہ تم میں سے کس نے رات کو کوئی خواب دیکھا ہے، پھر اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو وہ بیان کرتا، پھر آپؐ جو خدا کو منظور ہوتا فرماتے۔ ایک دن آپؐ نے ہم سے (یہی) سوال کیا اور فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ جی نہیں آپؐ نے فرمایا لیکن میں نے آج رات دو آدمیوں کو (خواب میں) دیکھا۔ وہ میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑا۔ پھر مجھے (گھر سے) نکال کر ارض مقدس کی طرف لے گئے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی بیٹھا ہوا ہے اور ایک (پاس) کھڑا ہے۔ ہمارے بعض اصحاب نے (اس حدیث کے ایک راوی) موسیٰؑ سے (اس طرح) روایت کیا ہے کہ اس کھڑے انسان کے ہاتھ میں لوہے کا ایک آنکڑا ہے۔ وہ اس آنکڑے کو اس (بیٹھے ہوئے شخص) کے مُنہ کی ایک باچھ میں داخل کرتا ہے، یہاں تک کہ

Marfat.com

وہ آنکڑا (اس کی باچھ کو چیرتا ہوا) اس کی گردن کے پچھلے حصّے تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر وہ اس کی دوسری باچھ کے ساتھ بھی ایسے ہی کرتا ہے اور (اس دوران میں) اس کی پہلی باچھ جڑ جاتی ہے۔ پھر وہ شخص واپس آتا ہے اور (اس کی پہلی باچھ کے ساتھ ازسرِنو) ویسے ہی کرتا ہے (اور اسی طرح وہ کبھی اس کی ایک باچھ کو اور کبھی دوسری کو چیر کر اُسے عذاب دے رہا ہے) میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو (میرے) ان دونوں (ساتھیوں) نے کہا کہ (آگے) چلیئے پس ہم چل پڑے یہاں تک کہ ایک شخص کے پاس پہنچے جو چت لیٹا ہوا تھا اور (دوسرا) شخص ایک پتھر لیے اس کے سر پر کھڑا تھا۔ وہ اس (پتھر) سے اس (لیٹے ہوئے شخص) کا سر توڑتا تھا۔ جب وہ اُسے پتھر مارتا تو پتھر لڑھک جاتا اور وہ شخص اس کو پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے جاتا اور ابھی وہ اس (لیٹے ہوئے شخص) کی طرف واپس نہ آیا ہوتا کہ اس کا سر جُڑ کر ویسے ہی ہو جاتا جیسے پہلے تھا۔ پھر وہ (پتھر مارنے والا) اس کی طرف واپس آتا اور (پھر) اُسے (پتھر) مارتا میں نے کہا کہ یہ کون ہے تو (میرے) ان دونوں (ساتھیوں) نے کہا کہ (آگے) چلیئے۔ پس ہم چل پڑے (اور) ایک سوراخ کے پاس پہنچے جو تنور کی مانند تھا۔ اس کا اوپر کا حصّہ تنگ تھا اور نیچے کا وسیع تھا۔ اس کے نیچے آگ روشن تھی۔ جب آگ کی لپیٹ اُوپر آتی تو وہ لوگ (جو اس کے اندر تھے) اُوپر آجاتے یہاں تک کہ باہر نکلنے کے قریب ہو جاتے اور جب آگ دھیمی ہو جاتی تو وہ اس میں واپس چلے جاتے۔ اور اس میں مرد اور عورتیں تھیں جنہوں نے لباس نہیں پہنا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو وہ دونوں کہنے لگے کہ (آگے) چلیئے۔ چنانچہ ہم چل پڑے یہاں تک کہ ایک خون کی نہر پر پہنچے۔ اس میں ایک شخص کھڑا تھا اور نہر کے وسط میں (یا جیسے کہ اس حدیث کے دو اور راویوں) یزید بن ہارون

Marfat.com

اور وہب بن جریر نے کہا ہے کہ نہر کے کنارے پر ایک (اور) شخص تھا جس کے سامنے پتھر رکھے تھے جو شخص نہر میں تھا وہ آگے بڑھتا اور جب وہ (نہر سے) نکلنے کا ارادہ کرتا تو وہ شخص (جس کے سامنے پتھر تھے) اس کے منہ میں ایک پتھر مارتا اور جہاں سے وہ آیا ہوتا اُسے وہیں لوٹا دیتا۔ پس جب بھی وہ آتا تاکہ (نہر سے) نکل جائے (دوسرا) شخص اس کے منہ میں پتھر مارتا اور وہ جہاں سے آیا ہوتا وہیں لوٹ جاتا (حضورؐ فرماتے ہیں کہ) میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ تو ان دونوں نے کہا کہ (آگے) چلیے، پس ہم چل پڑے یہاں تک کہ ہم ایک ہرے بھرے سرسبز چمن میں پہنچے جس میں ایک بہت ہی بڑا درخت (کھڑا) تھا اس کی جڑ میں ایک بوڑھا شخص اور کچھ بچے تھے۔ دیکھا تو درخت کے قریب ہی ایک (اور) شخص تھا جس کے آگے آگ تھی جسے وہ جلا رہا تھا۔ پھر وہ دونوں مجھے اس درخت میں چڑھا لے گئے اور مجھے ایک ایسے گھر میں داخل کر دیا کہ اس سے زیادہ خوبصورت اور اعلیٰ پائے کا گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس میں بوڑھے مرد (بھی) تھے اور جوان (بھی) اور عورتیں (بھی) اور بچے (بھی) پھر وہ دونوں مجھے وہاں سے لے کر نکلے اور مجھے درخت پر چڑھا لے گئے اور مجھے ایک ایسے گھر میں داخل کیا جو (پہلے گھر سے بھی) زیادہ خوبصورت اور اعلیٰ پائے کا تھا۔ اس میں بوڑھے اور جوان تھے۔ (پھر) میں نے (ان دونوں سے) کہا کہ تم نے ساری رات مجھے گھمایا ہے، پس جو کچھ میں نے دیکھا ہے اس کے متعلق مجھے بتاؤ (کہ یہ سب کچھ کیا ہے) انہوں نے کہا کہ اچھا (بتاتے ہیں) وہ شخص جس کو آپؐ نے دیکھا کہ اس کی باچھ چیری جا رہی تھی وہ بہت جھوٹا تھا۔ وہ جھوٹ بولتا تھا پھر لوگ اس سے وہ جھوٹ سن کر آگے پھیلاتے تھے یہاں تک کہ وہ ساری دنیا میں پھیل جاتا تھا، پس قیامت کے دن تک اس کے ساتھ ایسے ہی ہوتا رہے گا (کہ اس کی باچھیں بار بار چیری جائیں گی اور بار بار وہ جُڑ جائیں

Marfat.com

گی اور پھر چیری جائیں گی)۔ اور جس شخص کو آپؐ نے دیکھا کہ اس کا سر توڑا جا رہا تھا تو وہ ایک ایسا شخص تھا جسے خدا نے قرآن کا علم عطا فرمایا تھا مگر وہ رات کو اس سے غافل ہو کر سو رہتا اور دن کے وقت اس (کی تعلیمات) پر عمل نہ کرتا۔ پس قیامت کے دن تک اس کے ساتھ ایسے ہی ہوتا رہے گا (کہ بار بار اس کا سر توڑا جاتا رہے گا) اور جن لوگوں کو آپؐ نے سوراخ میں دیکھا تھا تو وہ بدکار لوگ تھے اور جس کو آپؐ نے (خون کی) نہر میں دیکھا تھا وہ سود خور تھے اور وہ بوڑھے شخص جو درخت کی جڑ میں تھے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے ارد گرد جو بچے تھے وہ لوگوں کی اولاد تھے اور جو شخص آگ جلا رہا تھا وہ دوزخ کا دروغہ "مالک" تھا اور پہلا گھر جس میں آپؐ داخل ہوئے تھے وہ عام مومنوں کا گھر تھا اور یہ گھر شہیدوں کا گھر ہے اور میں جبرئیلؑ ہوں اور یہ (میرے ساتھی) میکائیلؑ ہیں۔ پھر (انہوں نے کہا کہ) اپنا سر اٹھائیے، پس میں نے سر اٹھایا تو دیکھا تو میرے اوپر ایک ابر سا تھا۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ آپؐ کا مقام ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو کہ میں اپنے مقام میں داخل ہو جاؤں۔ ان دونوں نے کہا کہ (ابھی) آپؐ کی عمر باقی ہے جو آپؐ نے پوری نہیں کی۔ اگر آپؐ اپنی عمر پوری کر چکے ہوتے تو اپنے مقام میں داخل ہو جاتے (لہٰذا جب آپؐ کی عمر پوری ہو جائے گی آپؐ اس میں داخل ہو جائیں گے)۔

(بخاری)

حضرت علیؓ کے پوتے امام زین العابدین علیؒ بڑے ہی نیک اور عبادت گزار بزرگ گزرے ہیں۔ آپ سفر میں ہوتے یا گھر میں کبھی تہجد کی نماز نہ چھوٹتی۔

ایک بار آپ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی۔ پاس پڑوس کے لوگ دوڑ پڑے۔ بڑا شور وغل ہوا۔ لوگوں نے آپ سے کہا: اے نواسۂ رسولؐ کے بیٹے آگ لگ گئی۔ لیکن آپ اطمینان سے سجدے میں پڑے رہے آگ بجھا دی گئی۔

جب آپ نماز سے فارغ ہوئے لوگوں نے کہا کہ حضرت ہم نے آپ کو آوازیں دیں۔ مگر آپ نے توجہ نہیں فرمائی۔ آخر آپ کو کس چیز نے اس آگ سے اس قدر بے پروا کر دیا۔

آپ نے فرمایا: "آتشِ جہنم نے۔"

Marfat.com

بہشت کے مستحق ــــــ کون ہیں؟

کلامِ پاک میں کئی آیات ایسی آئی ہیں جن میں ان صفات کو گنایا گیا ہے جو انسان اپنے اندر پیدا کر کے جنّت کا مستحق ہو سکتا ہے، ارشاد فرمایا ہے:

"اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے انہیں خوشخبری سُنا دو کہ ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔"

(البقرہ ۲۵)

"جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہے ان کا ثواب ان کے پروردگار کے ہاں انہیں ملے گا اور ان پر نہ خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

(البقرہ ۲۷۷)

"سچے مسلمان تو بس وہی ہیں کہ جب خدا کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب آیاتِ الٰہی انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو اور بھی زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ (ہر حال میں) اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔"

(الانفال ۲)

Marfat.com

"اور جو لوگ اپنے رب کی رضامندی کے جویاں رہ کر صبر کرتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے ان کو روزی دی ہے اس میں سے چھپکے بھی اور ظاہر کر کے بھی خرچ کرتے ہیں اور بد سلوکی کو حُسنِ سلوک سے ٹال دیتے ہیں۔"

(الرعد ۲۲)

"(بالتحقیق ان مسلمانوں نے فلاح پائی) جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور جو لغو باتوں سے ایک طرف رہنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ کے طریقے پر عمل کرنے والے ہیں اور جو اپنے ناموس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

(المومنون از ۲ تا ۵)

"اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھنے والے ہیں۔"

(المومنون ۸)

"(اور مومنین کو حق تعالیٰ کی طرف سے ندا ہو گی کہ) اے میرے بندو، تم پر آج کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہو گے۔ (یہ وہ بندے ہوں گے) جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور (ہمارے) فرمانبردار تھے۔"

(الزخرف ۶۸-۶۹)

"بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر (اس پر) قائم رہے سو ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

(الاحقاف ۱۳)

"وہی تو ہے جس نے اہلِ ایمان کے دلوں میں سکینت پیدا کی تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو جائے۔" (الفتح ۴)

Marfat.com

"جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کے برخلاف ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے انہیں قوت دی ہے اور وہ ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا، اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں۔ خوب سن لو کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔"

(المجادلہ ۲۲)

"(یہ وہ لوگ ہیں) جو فراغت اور تنگی (دونوں) میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

(آل عمران ۱۳۴)

"اور جو (ایسے ہیں کہ) جب کوئی بے جا حرکت کر بیٹھتے ہیں یا اپنے آپ پر کوئی ظلم کر ڈالتے ہیں تو اللہ کو یاد کر لیتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنے لگتے ہیں، اور اللہ کے سوا کون گناہ بخشتا ہے، اور وہ اپنے کیئے پر جانتے بوجھتے اصرار نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی جزا ان کے پروردگار کی طرف سے بخشش ہے اور (بہشت کے) باغ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے لیے کیسا اچھا معاوضہ ہے۔" (آل عمران ۱۳۵، ۱۳۶)

Marfat.com

"جو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر (برابر) یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے رہتے ہیں۔"

(آل عمران ۱۹۱)

"لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرے، ان کے لیے باغات ہیں، جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ مہمانی ہو گی اللہ کی طرف سے اور جو چیزیں خدا کے پاس ہیں وہ نیک بندوں کے لیے بدرجہا بہتر ہیں۔"

(آل عمران ۱۹۸)

"جن کی جانیں فرشتے ایسی حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں۔"

(النحل ۳۲)

"اور جو سچی بات لے کر آیا اور اس کو سچ جانا، یہی لوگ پرہیز گار ہیں۔"

(الزمر ۳۳)

"جو خدا سے بے دیکھے ڈرا، اور رجوع ہونے والا دل لے کر آیا۔"

(ق ۳۳)

"وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے اور اخیر شب میں استغفار کیا کرتے تھے اور ان کے مالوں میں سوالی اور محروم کا حق تھا۔"

(الذٰریٰت ۱۷، ۱۹)

"اور جو اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشوں سے روکتا رہا تو بس (اس کا) بہشت ہی ٹھکانا ہے۔"

(النٰزعٰت ۴۰، ۴۱)

"کیا تم نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

Marfat.com

حالانکہ ابھی اللہ نے نہ اُن کو جانا ہے جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور نہ صابروں کو جانا ہے "

(آل عمران ۱۴۲)

" اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے مہاجرین کو جگہ دی اور مدد دی یہی پکے مسلمان ہیں، ان کے لیے معافی ہے اور عزت کی روزی "

(الانفال ۷۴)

" اور وہ مہاجرین اور انصار جنہوں نے سب سے پہلے دعوت ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت کی اور وہ جنہوں نے نیکو کاری کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہوا، اور وہ اس سے راضی ہوئے "

(التوبہ ۱۰۰)

" اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے، ان کے عملوں کو خدا ہرگز رائیگاں نہیں ہونے دے گا۔ انہیں مقصود کو پہنچا دے گا اور ان کی حالت درست رکھے گا اور انہیں جنت میں داخل کرے گا۔ جس کی انہیں (خوب) پہچان کرا دے گا "

(محمد ۴، ۵، ۶)

" تو کیا وہ شخص جو یہ یقین رکھتا ہے کہ جو کچھ تیری طرف تیرے پروردگار کی جانب سے اتارا گیا ہے حق ہے، اس کے برابر ہو جائے گا جو (راہ راست سے) اندھا ہے۔ بات یہ ہے کہ نصیحت تو وہی پکڑتے ہیں جو عقلمند ہیں جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں، اور قول و قرار کو نہیں توڑتے، اور وہ جو اس رشتے کو ملائے رکھتے ہیں جس کے

Marfat.com

ملانے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور
بُرے حساب سے ڈرتے ہیں اور وہ جو اپنے پروردگار کی خوشنودی
چاہنے کے لیے صبر کرتے اور نماز پڑھتے ہیں اور جو مال ہم نے انہیں دیا
ہے اس میں سے چھپا کر اور علانیہ (راہ خدا میں) خرچ کرتے اور نیکی
کے ساتھ بدی کو دفع کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت
کا گھر ہے (یعنی) ہمیشہ رہنے کے باغ جن میں وہ خود اور ان کے
باپوں اور بیویوں اور اولاد میں سے جو جو صالح ہو گا داخل ہوں گے
اور فرشتے ان پر ہر دروازے سے داخل ہوں گے (اور کہیں گے کہ)
تم پر سلامتی ہے اس لیے کہ تم نے صبر کیا تھا سو آخرت کا گھر کیا
ہی اچھا ہے۔"

(الرعد: ۱۹ تا ۲۴)

"اور جو اللہ سے دُعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار، ہمیں
ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عنایت
فرما اور ہم کو پرہیز گاروں کا پیشوا بنا۔"

(الفرقان ۷۴)

"اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے، ہم انہیں ضرور
جنت میں بالا خانوں میں جگہ دیں گے۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں
گی وہ ہمیشہ ان ہی میں رہیں گے۔ عمل کرنے والوں کا اجر کیا ہی اچھا
ہے۔ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔"

(العنکبوت ۵۸، ۵۹)

"اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کی تاکید کی۔"

Marfat.com

(الاحقاف ۱۵)

"وہ نذر کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہو گی۔ وہ خدا کی محبت کے لیے محتاج اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو تم کو محض اللہ کی رضامندی کے لیے کھلاتے ہیں ہم نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکر گزاری۔ بیشک ہم تو اپنے پروردگار سے اس دن (کے عذاب) سے ڈرتے ہیں جو منہ بگاڑ دے گا، اور تیوری پر بل ڈال دے گا تو اللہ بھی ان کو اس دن کی برائی سے بچالے گا، اور ان پر تازگی اور خوشی ڈالے گا۔"

(الدھر از ۷ تا ۱۱)

"بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان دار مرد اور ایماندار عورتیں اور فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں، اور سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں، اور صابر مرد اور صابر عورتیں اور خاکساری کرنے والے مرد اور خاکساری کرنے والی عورتیں، اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنے ناموس کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور خدا کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں ان سب کے لیے اللہ نے گناہوں کی معافی تیار کر رکھی ہے اور بہت بڑا اجر۔"

(الاحزاب ۳۵)

"اور خدائے رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان کے منہ آتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ

Marfat.com

سلام۔ اور جو راتوں کو اپنے پروردگار کے آگے سجدہ کرتے ہیں اور قیام کرتے ہیں اور جو دُعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار عذاب دوزخ کو ہم سے دُور ہی رکھیو۔ اس کا عذاب تو جان کا لاگو ہے۔ وہ بُری جگہ ہے چاہے اس میں تھوڑا ٹھہرنا ہو یا ہمیشہ ٹھہرنا ہو۔ اور جو خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے اور اور نہ بہت تنگی کرتے ہیں، بلکہ میانہ روی رکھتے ہیں اور جو خدا کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی جان کو جسے خدا نے حرام کیا ہوا ہو، قتل نہیں کرتے سوائے حق کے اور (جو) بدکاری نہیں کرتے۔"

(الفرقان از ۶۳ تا ۶۸)

"اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب بیہودہ کاموں کے پاس ہو کر گزرتے ہیں تو متانت سے گزر جاتے ہیں اور جو (ایسے ہیں کہ) جب ان کو ان کے پروردگار کی آیتیں سنا کر نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اندھے اور بہرے ہو کر ان پر نہیں گرتے۔"

(الفرقان ۷۲، ۷۳)

"اور جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم پہ چلے گا، اس کو اللہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔"

(النساء ۱۳)

"اور تو کیا سمجھا کہ گھاٹی کیا ہے۔ وہ ہے گردن کا چھڑا دینا یا بھوک کے دن یتیم رشتہ دار یا مسکین خاک نشین کو کھانا کھلانا۔ اس کے علاوہ ان لوگوں میں ہونا جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو صبر کی ہدایت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی ہدایت کرتے رہے۔" (البلد از ۱۲ تا ۱۷)

Marfat.com

"جس کے اعمال تول میں زیادہ وزنی ٹھہریں گے وہ خاطر خواہ عیش میں ہوگا۔"

(القارعہ ۶، ۷)

"بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو مال ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے چھپا کر اور کھلے طور پر خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں گھاٹا نہیں ہے۔"

(فاطر ۲۹)

اللہ تعالیٰ کی ان پاک آیات کی بنا پر جنت کے مستحق لوگوں کی صفات مندرجہ ذیل ہیں:

وہ ایمان لاتے ہیں۔

نیک اعمال کرتے ہیں۔

نماز پڑھتے ہیں۔

زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

جب خدا کا نام لیا جاتا ہے تو خوفِ خدا سے ان کے دل دہل جاتے ہیں۔

جب وہ اللہ کی آیات سنتے ہیں تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو جاتا ہے۔

وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

وہ اللہ کی خوشنودی کی خاطر صبر سے کام لیتے ہیں۔

کوئی ان سے بدسلوکی کرے تو وہ جواب میں حسن سلوک کرتے ہیں۔

نماز پڑھتے ہیں تو خشوع و خضوع سے پڑھتے ہیں۔

وہ لغو باتوں سے ایک طرف رہتے ہیں۔

وہ اپنے آپ کی اصلاح کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

Marfat.com

وہ اپنے ناموس کی حفاظت کرتے ہیں اور پاک دامن رہتے ہیں۔

وہ امانتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

وہ عہد کو پورا کرتے ہیں۔

وہ اللہ کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

وہ خدا کے فرماں بردار رہتے ہیں۔

وہ خدا کی راہ میں خفیہ بھی خیرات کرتے ہیں اور علانیہ بھی۔

وہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ایک ہے، پھر اسی پر قائم رہتے ہیں۔

یہ وہ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں میں تحمل پیدا کیا ہوا ہے۔

وہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔

وہ اللہ اور رسولؐ کے مخالفین سے دوستی نہیں رکھتے چاہے وہ رشتے دار ہی کیوں نہ ہوں۔

چاہے فراغت کی حالت ہو یا تنگی کی، وہ دونوں حالتوں میں خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

وہ غصے پر قابو رکھتے ہیں۔

وہ لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

وہ لوگوں کے ساتھ نیکی کا سلوک کرتے ہیں۔

اگر ان سے کوئی گناہ ہو جائے تو وہ فوراً خدا کو یاد کرنے لگتے اور گناہ کی معافی مانگنے لگتے ہیں۔

وہ اپنے گناہوں پر اصرار نہیں کرتے۔

وہ کھڑے، بیٹھے، لیٹے اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔

وہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر غور کرتے ہیں۔

Marfat.com

وہ خدا سے ڈرتے ہیں۔

جس وقت فرشتے ان کی روح قبض کرتے ہیں وہ پاک ہوتے ہیں۔

وہ سچی بات کو سچ جانتے ہیں۔

ان کا دل خدا کی طرف رجوع کرنے والا دل ہوتا ہے۔

وہ راتوں کو کم سوتے اور رات کے آخری حصّے میں گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔

وہ مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں، دونوں قسم کے ضرورت مندوں کی مالی امداد کرتے ہیں۔

وہ قیامت کے دن پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں۔

وہ اپنے نفس کو بُری خواہشات سے روکتے ہیں۔

وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔

وہ ہجرت کرتے ہیں اور مہاجروں کی مدد کرتے ہیں۔

وہ ضرورت کے وقت اللہ کی راہ میں جان بھی دے دیتے ہیں۔

وہ اللہ کی بھیجی ہوئی تعلیم کو سچا سمجھتے ہیں۔

وہ رشتے داروں سے تعلقات قائم رکھتے ہیں۔

وہ بُرے حساب سے ڈرتے ہیں۔

وہ اکڑباز اور مغرور نہیں، بلکہ زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔

وہ اللہ سے اچھی دعائیں مانگتے ہیں۔

وہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرتے ہیں۔

اگر انہوں نے کوئی نذر مانی ہوئی ہو، تو اُسے پورا کرتے ہیں

وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے باعث ضرورت مندوں کو کھانا کھلاتے ہیں، یتیم

Marfat.com

نہ ان سے اس کا بدلہ چاہتے ہیں ، نہ ان سے شکر گذاری کی توقع رکھتے ہیں ۔

وہ سچ بولتے ہیں ۔

وہ خاکساری کا رویہ اختیار کرتے ہیں ۔

وہ روزہ رکھتے ہیں ۔

وہ خدا کو کثرت سے یاد کرتے ہیں ۔

اگر جاہل ان سے جہالت کریں تو سلام کر کے ایک طرف ہو جاتے ہیں ۔

راتوں کو کھڑے عبادت کرتے ہیں ۔

دوزخ کے عذاب سے نجات کی دعائیں کرتے رہتے ہیں ۔

وہ نہ فضول خرچ ہوتے ہیں نہ بخیل ۔

وہ کسی کو قتل نہیں کرتے ۔

وہ بدکار نہیں ہوتے ۔

وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے ۔

بیہودہ کاموں کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار اور متانت سے گزر جاتے ہیں ۔

وہ اپنے پروردگار کی آیتوں پر غور کرتے ہیں اور انہیں سمجھتے ہیں ۔ ان پر اندھے بہرے ہو کر نہیں گرتے ۔

اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر چلتے ہیں ۔

لوگوں کو غلامی یا قرض کی لعنت کے پھندے سے آزاد کراتے ہیں ۔

وہ یتیم رشتے داروں اور مسکینوں کو کھانا کھلاتے ہیں ۔

وہ ایک دوسرے کو صبر کرنے کی ہدایت کرتے ہیں

Marfat.com

وہ ایک دوسرے کو رحم کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔

وہ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں۔

جو لوگ ان صفات سے متصف ہوں گے، وہ آخرت کی زندگی میں کامیابی اور کامرانی حاصل کریں گے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے خالق کی خوشنودی حاصل کرلیں گے۔ یہی اصلی کامیابی ہے۔

Marfat.com

دوزخ کے مستحق ——— کون ہیں؟

ذیل کی آیات میں وہ بُری صفات بتائی گئی ہیں جن کے موصوف دوزخ کے مستحق ہوجاتے ہیں:

"اور جو ان میں سے یہ دعویٰ کرے گا کہ خدا کے سوا میں بھی ایک معبود ہوں تو اس کو ہم جہنم کی سزا دیں گے سرکشوں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔"

(الانبیاء ۲۹)

"اس میں شک نہیں کہ جو اللہ کے ساتھ شریک گردانے، تو اللہ کی طرف سے بہشت اس پر حرام ہو چکی اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔"

(المائدہ ۷۲)

"اور جو تم میں سے اپنے دین سے برگشتہ ہوگا اور کفر ہی کی حالت میں مر جائے گا، تو ایسے لوگوں کا کیا کرایا دنیا اور آخرت میں اکارت گیا اور یہی ہیں دوزخی وہ ہمیشہ دوزخ ہی میں رہیں گے۔"

(البقرہ ۲۱۷)

" ان (نافرمانوں) کے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں، اور ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں

Marfat.com

وہ چوپاؤں کی مثل ہیں بلکہ وہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں، اور یہی لوگ غافل ہیں۔"

(الاعراف ۱۷۹)

"وہ گنہگاروں سے پوچھیں گے کہ تمہیں کس چیز نے دوزخ میں ڈالا۔ وہ کہیں گے کہ ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے اور محتاج کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور بے ہودہ بکواس کرنے والوں کے ساتھ (مل کر) بکواس کیا کرتے تھے، اور جزا کے دن (یعنی قیامت) کو جھٹلاتے تھے۔ یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی۔" (المدثر ۴۰ تا ۴۷)

"اللہ تعالیٰ نے (شیطان سے) فرمایا چلا جا کہ جو کوئی بھی ان میں سے تیرا تابع ہوگا تو بے شک دوزخ تم لوگوں کا پورا عوض ہے۔"

(بنی اسرائیل ۶۳)

"اور جو لوگ منکر ہیں ان کے حمایتی شیطان ہیں کہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں میں دھکیلتے ہیں۔ یہی لوگ دوزخی ہیں۔ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔" (البقرہ ۲۵۷)

"بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا، ہم بالیقین ان کو دوزخ میں داخل کریں گے۔"

(النساء ۵۶)

"بلکہ انہوں نے قیامت کو جھٹلایا اور جو قیامت کو جھٹلائے گا اس کے لیے ہم نے دوزخ تیار کی ہے۔"

(الفرقان ۱۱)

"جن لوگوں نے اللہ کے حضور حاضر ہونے کو جھٹلایا، بلاشبہ وہ لوگ

Marfat.com

گھاٹے میں رہے یہاں تک کہ جب قیامت ایک دم اُن پر آموجود ہوگی تو وہ چلا اٹھیں گے کہ افسوس ہماری کوتاہی پر جو قیامت کے بارے میں ہم سے ہوئی اور وہ اپنے (گناہوں کے) بوجھ اپنی پیٹھوں پر لادے ہوں گے دیکھو تو کیا ہی بُرا بوجھ ہے جو یہ لوگ لادے ہوں گے "

(الانعام ۳۱)

"اور قومِ نوح نے بھی جب رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو غرق کر دیا اور انکو لوگوں کے لیے نشانی بنا دیا ....."

(الفرقان ۳۷)

" جو اس کتاب کو جھٹلاتے ہیں اور ان کتابوں کو بھی جو ہم نے اپنے پیغمبروں کی معرفت بھیجیں، سو عنقریب انہیں حقیقت معلوم ہو جائے گی "

(المومن ۷۰)

"غرضکہ تکبر کرنے والوں کا کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے "

(النحل ۲۹)

(ان کافروں سے کہا جائے گا) " یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلایا کرتے تھے "

(الطور ۱۴)

" بے شک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو دوزخ میں جمع کرنے والا ہے "

(النسار ۱۴۰)

" جو لوگ کفر اور ظلم کرتے رہے، ان کو خدا نہ توبخشے ہی گا اور نہ انہیں جہنم کے راستے کے سوا کوئی راستہ دکھائے گا، جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے "

(النسار ۱۶۸، ۱۶۹)

Marfat.com

"اور اس دن ہم دوزخ ان کافروں پر پیش کریں گے جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا تھا، اور وہ سننے کی تاب نہ لایا کرتے تھے۔"

(الکہف ۱۰۰/۱۰۱)

"تو کیا جو کافر ہوئے ہیں انہوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ میرے سوا میرے بندوں کو کارساز بنائیں۔ بے شک ہم نے دوزخ کو کافروں کی مہمانی کے لیے تیار کر رکھا ہے۔"

(الکہف ۱۰۲)

"ان کی سزا یہ جہنم ہے اس لیے کہ انہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں اور ہمارے پیغمبروں کی ہنسی اڑائی۔"

(الکہف ۱۰۶)

"اور جو لوگ کافر ہیں (دنیا میں اس طرح) رستے بستے اور کھاتے (پیتے) ہیں۔ جس طرح چارپائے کھاتے ہیں اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔"

(محمدؐ ۱۲)

"ہاں جو روگردانی اور انکار کرے، تو خدا اس کو بڑا عذاب دے گا۔"

(الغاشیہ ۲۳، ۲۴)

"جنہوں نے اپنے دین کو ہنسی کھیل بنا رکھا تھا، اور دنیا کی زندگی انہیں دھوکے میں ڈالے ہوئے تھی تو آج ہم بھی ان کو بھلا دیں گے جیسے انہوں نے اپنے اس دن کے پیش آنے کو بھلا دیا...۔"

(الاعراف ۵۱)

"... اور جس عذاب کی ہنسی اڑاتے تھے، وہ انہیں گھیرے میں لے لے گا۔"

(الجاثیہ ۳۳)

Marfat.com

"اور جس دن نافرمان (پشیمانی کی شدت کے باعث) اپنے ہاتھ کاٹے گا (اور) کہے گا کہ اے کاش! میں رسولؐ کے ساتھ رستے لگ لیتا۔" (الفرقان ۲۷)

"اور قیامت کے دن تو دیکھے گا کہ جن لوگوں نے خدا پر جھوٹ بولا ہے ان کے منہ کالے ہوں گے۔" (الزمر ۶۰)

"بلکہ (اس کافر نے) جھٹلایا، اور منہ موڑا پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چلتا بنا (تو اے شخص) تجھ پر تُف ہے پھر تُف ہے۔ پھر (اے شخص) تجھ پر تُف ہے، پھر تُف ہے۔" (القیٰمۃ از ۳۲ تا ۳۵)

"اور جس نے بُخل کیا، اور (اپنے خُدا سے) بے نیازی برتی اور عمدہ بات کو جھٹلایا تو ہم اس کو سخت راستے کے لیے سہولت دیں گے (یعنی اس کے لیے وہ اعمال آسان ہو جائیں گے جن کے باعث وہ مشکل جگہ یعنی دوزخ میں جائے۔)" (اللیل از ۸ تا ۱۰)

"اور جو لوگ بندگی سے عار رکھتے اور تکبر کرتے تھے خدا انہیں عذاب دردناک کی سزا دے گا۔" (النساء ۱۷۳)

"اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے اور ان سے اکڑ بیٹھیں گے وہی دوزخی ہیں کہ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔" (الاعراف ۳۶)

"سو جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو مقدم رکھا تو اس کا ٹھکانہ بس دوزخ ہے۔" (النٰزعٰت از ۳۷ تا ۳۹)

"بیشک وہ لوگ جنہوں نے ایمان دار مردوں اور ایماندار عورتوں کو مصیبتوں میں مبتلا کیا، پھر توبہ نہ کی ان کے لیے دوزخ کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلنے کا عذاب ہے۔" (البروج ۱۰)

"کیا تم (خدا کی) کتاب کے ایک حصّے پر ایمان رکھتے ہو اور دوسرے حصّے کا انکار کرتے ہو تو تم میں سے جو بھی یہ کام کرے، اس کی سزا اس کے سوا کیا ہے کہ

Marfat.com

دنیا کی زندگی میں رسوائی ہو اور قیامت کے دن سخت عذاب کی طرف لوٹائے جائیں۔"
(البقرہ ۸۵)

"اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے اور اللہ کی باندھی ہوئی حدوں سے بڑھ چلے تو اللہ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا۔۔۔۔" (النساء ۱۴)

"اور بے شک بدکار دوزخ میں ہوں گے۔" (الانفطار ۱۴)

"اور جنہوں نے بدیاں کمائیں، تو ہر بدی کی سزا اس کے برابر ملے گی اور ذلت ان پر سوار ہو گی۔ انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ہو گا (ان کے چہرے ایسے سیاہ ہوں گے) گویا ان کے چہروں کو کالی رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔۔۔۔"
(یونس ۲۷)

"اور جو لوگ بُری چالیں چلتے ہیں، ان کے لیے سخت عذاب ہے۔"
(فاطر ۱۰)

"اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے رہتے ہیں، اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، ان کو عذاب دردناک کی خوشخبری سنا دو۔" (التوبہ ۳۴)

ان آیات قرآنی کی رُو سے دوزخ میں جانے والوں کی صفات مندرجۂ ذیل ہوں گی:

جو خدا کو نہیں مانتے اور خود معبود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

جو خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔

جو دین سے برگشتہ ہو جاتے ہیں۔

جو اپنے دل، آنکھوں اور کانوں سے صحیح کام لے کر حق کو نہیں پہچانتے اور جانوروں کی طرح آخرت کی فکر سے بے پروا ہو کر زندگی گزارتے ہیں۔

جو نماز نہیں پڑھتے۔

Marfat.com

جو محتاجوں کی امداد نہیں کرتے۔
جو بے ہودہ بکواس کرتے ہیں۔
جو قیامت کو جھٹلاتے ہیں۔
جو شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔
جو منکر ہیں۔
جو خدا کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔
جو قیامت کے دن خدا کے حضور میں حاضر ہونے کو نہیں مانتے۔
جو پیغمبروں کو جھٹلاتے ہیں۔
جو خدا کی بھیجی ہوئی کتابوں کو جھٹلاتے ہیں۔
جو تکبّر کرتے ہیں۔
جو دوزخ کو جھٹلاتے ہیں۔
جو منافق ہیں۔
جو ظلم کرتے ہیں۔
جو خدا کی یاد سے غافل رہتے ہیں۔
جو خدا کے بجائے خدا کے بندوں کو کارساز سمجھتے ہیں۔
جو پیغمبروں اور اللہ کی آیات کی ہنسی اڑاتے ہیں۔
جو روگردانی کرتے ہیں۔
جو دین کو ہنسی کھیل بنا لیتے ہیں۔
جو عذاب کی ہنسی اڑاتے ہیں۔
جو نافرمان ہیں۔
جو خدا پر جھوٹ بولتے ہیں۔

Marfat.com

جو اکڑتے ہیں۔
جو بندگی سے عار رکھتے ہیں۔
جو سرکش ہیں۔
جو دنیا کی زندگی کے فائدوں کو آخرت کے فائدوں پر مقدم رکھتے ہیں۔
جو ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کو دکھ دیتے ہیں۔
جو خدا کی کتاب کے بعض حصوں کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے۔
جو خدا اور رسولؐ کے احکام کی نافرمانی کرتے ہیں۔
جو خدا کی باندھی ہوئی حدوں کو توڑتے ہیں۔
جو بدکار ہیں۔
جو بدیاں کماتے ہیں۔
جو بُری چالیں چلتے ہیں۔
جو لوگ مال کی حرص میں سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔
یہ وہ لوگ ہیں جو دوزخ کے مستحق ہوں گے، جب تک کہ وہ ان گناہوں سے توبہ کرکے انہیں چھوڑ نہ دیں

Marfat.com

فکر آخرت اور شوق آخرت

راہیں کتنی ہی کٹھن کیوں نہ ہوں، اگر منزل مقصود کا شوق تیز ہو گا تو انسان جیسے کیسے ان مشکل راہوں کو طے کر ہی لے گا۔ راہیں کتنی ہی دلفریب کیوں نہ ہوں، اگر دل میں پکّا یقین ہو، کہ منزل مقصود ان راہوں سے بدرجہا زیادہ دلفریب اور خوش کن ہے تو انسان کبھی راہوں کی دلفریبیوں میں کھو کر بیٹھ نہیں جائے گا۔ بلکہ اصل منزل کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتا رہے گا تاکہ بہتر اور پائیدار خوشی حاصل کر سکے۔

یہی حال ہماری انسانی زندگی کا ہے اگر دلوں میں یہ خیال جاگزیں رہے کہ یہ زندگی جو آج ہم گزار رہے ہیں صرف راہ کی حیثیت رکھتی ہے اور منزلِ مقصود وہی ہے جو موت کے بعد ملے گی تو پھر اس راہ پر کانٹے اُگے ہوں یا پھول کھلے ہوں، عقلمند راہی راہ کو راہ ہی سمجھے گا، اور منزلِ مقصود نہیں بنائے گا۔ اگر راستے میں کانٹے اُگے ہوں گے تو وہ خندہ پیشانی سے ان کی اذیتیں سہتا سفر جاری رکھے گا، اور اگر پھول کھلے ہوں تو اس کے لیے اتنی خوشی کافی ہو گی کہ راستہ چلتے ہوئے کانٹوں کی اذیت نہیں سہنی پڑ رہی اور خوشبو مشامِ جاں کو معطر کر رہی ہے۔ باقی وہ اُن پھولوں سے خط اٹھانے کے لیے راہ کو منزل بنا کر وہاں بیٹھ نہیں جائے گا بلکہ صحیح منزل کی طرف گامزن رہے گا۔

Marfat.com

دنیا کی زندگی گزارتے ہوئے جو کٹھن ذمہ داریاں پوری کرنی پڑتی ہیں اور راہ حق پر قائم رہنے کے لیے جن سختیوں سے گزرنا پڑتا ہے انہیں کانٹے سمجھ لیجئے۔

دنیا کی زندگی گزارتے ہوئے جو عیش و آرام، جاہ و جلال، خوشحالی و فارغ البالی حاصل ہوتی ہے انہیں پھول تصوّر کر لیجئے۔

جس عقلمند انسان کا ایمان ہے کہ انسانی زندگی کی یہ پہلی سٹیج جو پیدائش سے لے کر موت تک چلتی ہے بعد میں آنے والی دونوں سٹیجوں سے زیادہ ناپیدار اور عارضی ہے اور انسانی زندگی کی وہ تیسری سٹیج جو قیامت سے شروع ہو کر پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قائم رہتی ہے سب سے زیادہ اس بات کا حق رکھتی ہے کہ اُسے خوشگوار بنانے کی کوشش کی جائے، وہ دانا نہ تو زندگی کے کانٹوں کی اذیّت سے دل شکستہ ہوگا اور نہ پھولوں کی مہک اُسے اپنی منزل سے غافل کرے گی۔ اگر اس کی زندگی میں کانٹے آئیں گے تو صبر و استقلال سے ان کی اذیّت برداشت کرے گا اور چلتا چلا جائے گا، اور اگر اس کی زندگی میں پھول کھلیں گے، تو وہ خدا کا شکر ادا کرے گا کہ اس نے اپنی مہربانی سے اس کے سفر کو خوشگوار بنا دیا ہے مگر وہ ان پھولوں بھری راہ کو کبھی منزل بنانے کا خیال بھی نہیں کرے گا۔ منزل تو وہی ہے جو درحقیقت ہے۔

عقلمند اور دانا وہ ہے جو اپنے نفع اور نقصان کو اچھی طرح سمجھے جس نے عارضی اور ناپائیدار خوشی حاصل کرنے کی دھن میں ہمیشہ رہنے والی اور انتہائے کمال پر پہنچی ہوئی خوشی کو نظر انداز کر دیا۔ اس نے ہرگز دانائی کا ثبوت نہ دیا۔

فکرِ آخرت

حضرت عبداللہ (ابن مسعود) رضؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے تم لوگوں کے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے سُنا کہ جس شخص نے تمام فکروں کو چھوڑ کر ایک ہی فکر لگالی، یعنی آخرت

Marfat.com

کی فکر، اللہ تعالیٰ اس کے دنیوی فکروں کے معاملے میں اس کے لیے کافی ہوجائے گا اور جسے طرح طرح کے دنیاوی فکروں نے پریشان رکھا (اور وہ آخرت کی فکر کو بھولا رہا) تو اللہ تعالیٰ پرواہ نہیں کرے گا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتا ہے۔

(ابن ماجہ)

ابان بن عثمانؓ بن عفان بیان کرتے ہیں کہ حضرت زیدؓ بن ثابت مروان (اموی) کے پاس سے (ٹھیک) دوپہر کے وقت نکلے۔ میں نے کہا کہ مروان نے انہیں اس وقت ضرور کوئی بات پوچھنے کے لیے بلایا ہوگا۔ پس میں نے حضرت زیدؓ بن ثابت سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس نے ہم سے کچھ باتیں پوچھی تھیں جو ہم نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں۔ (پھر فرمایا کہ) میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس شخص کو دنیا ہی کی فکر لگی رہے اللہ تعالیٰ اُس کے کام پراگندہ کر دے گا اور اس کی محتاجی کو اس کی آنکھوں کے سامنے لے آئے گا اور (پھر بھی) اُسے دنیا اتنی ہی ملے گی جتنی اس کے لیے (اس کی تقدیر میں) لکھی جا چکی ہوگی۔ اور جس کی نیت آخرت (کی فلاح حاصل کرنا) ہوگی، اللہ تعالیٰ اس کے معاملات میں جمعیت پیدا کر دے گا۔ اور اس کے دل میں تونگری پیدا کر دے گا اور دنیا ناک رگڑتی اس کے پاس آئے گی۔ (ابن ماجہ)

ان دونوں حدیثوں میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ فکر کی جانے والی اصل شئے آخرت ہے جس نے کبھی ختم نہیں ہونا۔ جو شخص اس فکر میں مصروف رہے گا اس کے دنیوی معاملات خدا کی مہربانی سے خود بخود ہی سدھر جائیں گے۔ کیونکہ آخرت کی بہتری کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو راستہ بتایا ہے وہ ایسا ہے کہ اس پر چلنے سے دنیوی معاملات خود بخود ہی درست ہو جاتے ہیں مثلاً جو حلال کی روزی کمائے گا اس کی کمائی میں خیر و برکت ہوگی جو نیکو کاری کی زندگی گزارے گا لوگ اسے عزت اور محبت دیں گے، جو تاجر دیانتداری برتے گا اس کی تجارت چمک اٹھے گی، جو اپنے والدین کا خدمت گزار ہوگا اس کی اولاد

Marfat.com

اس کی خدمت گزار ثابت ہو گی، جو رشتے داروں سے صلۂ رحمی کرے گا اُسے اپنے دُکھ سکھ میں رشتے داروں کی امداد اور ان کا تعاون حاصل رہے گا۔ غرضیکہ جیسے حضورؐ نے فرمایا جو اپنا مقصود آخرت کی کامیابی رکھے گا دنیا خود بخود اس کے دروازے پر آئے گی۔ پھر آخرت کی فکر رکھنے والا گناہوں سے پرہیز کرنے کی کوشش کرے گا اور گناہوں سے پرہیز کرنے کے باعث وہ ان اذیتوں سے بچ جائے گا جو گناہوں کی پیداوار ہوتی ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جن اعمال کو گناہ قرار دیا ہے انہیں اسی لیے گناہ کہا ہے اور اسی لیے ان سے روکا ہے کہ وہ انسانوں کو ضرر پہنچانے والے تھے۔ اس کے علاوہ جس انسان کو اپنی آخرت بہتر بنانے کا شوق ہوگا اس کے لیے دنیوی سازوسامان اور شان وشوکت میں ایسی کشش نہ ہو گی کہ وہ انہیں ناجائز ذرائع سے حاصل کرنے کی کوشش کرے اور خدا اس کے دل میں ایسی قناعت پیدا کر دے گا اور اسے ایسا سیر چشم بنا دے گا کہ دنیوی حرص و لالچ سے پیدا ہونے والی پریشانیاں بھی اس تک نہیں پہنچ سکیں گی اور خدا کی مہربانی سے اس کے دل میں سکون ہوگا اور اس کے معاملات سُدھر جائیں گے۔

اس کے برعکس جو شخص آخرت کو تو بھولا رہے گا اور ہر وقت دنیوی فکر ہی اس کے دل و دماغ پر حاوی رہیں گے اور وہ انہیں چکروں میں رہے گا کہ کہیں یہ پریشانی نہ مجھے آلے، کہیں میں اس نقصان کا شکار نہ ہو جاؤں، کسی طرح مجھے یہ مل جائے، کسی طرح مجھے وہ حاصل ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ اُسے اس کے ان اندیشوں اور فکروں کے ساتھ تنہا چھوڑ دے گا اور اس کی امداد نہیں فرمائے گا نہ اس بات کی پروا کرے گا کہ کون سا دنیوی فکر اُسے برباد کر دیتا ہے۔ حدیث میں یہ بھی واضح فرما دیا گیا ہے کہ دنیا کا اتنا زیادہ فکر لگا لینے والا انسان اپنے غم و فکر سے اپنی دنیا کو کچھ سُدھار نہیں سکے گا بلکہ اس ساری سوچ بچار اور پریشانیوں کے باوجود دنیا اُسے اتنی ہی ملے گی

Marfat.com

جتنی اس کی قسمت میں لکھی جا چکی ہو گی۔ یہ بے کار کا غم و فکر ہو گا جس میں وہ اپنی جان کھپاتا رہے گا۔

ابن شماسہ مہری بیان کرتے ہیں کہ جب عمروؓ بن عاص کی وفات قریب تھی تو ہم ان کے پاس آئے۔ وہ دیر تک روتے رہے اور اپنے چہرے کو دیوار کی طرف پھیر لیا ان کا بیٹا انہیں تسلی دینے کے لیے کہنے لگا کہ اے میرے باپ کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہ خوش خبری نہیں دی تھی۔ کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو وہ خوش خبری نہیں دی تھی۔ پھر انہوں نے اپنا چہرہ ہمارے سامنے کر لیا اور کہا کہ سب سے فضیلت والا (زاد آخرت) جو ہم تیار کرتے ہیں وہ تو اس بات کی گواہی دینا ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ میں تین حالتوں میں رہا ہوں۔ میں نے اپنے آپ کو اس حالت میں (بھی) دیکھا جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجھ سے زیادہ شدید بغض رکھنے والا اور کوئی نہ تھا اور مجھے سب سے زیادہ محبوب یہ بات تھی کہ مجھے حضورؐ پہ قدرت حاصل ہو جائے اور میں (نعوذ باللہ) آپؐ کو شہید کر دوں۔ اگر میں اسی حالت میں مر جاتا تو میں دوزخیوں میں سے ہوتا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام (کا خیال) ڈال دیا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اپنا دایاں ہاتھ پھیلائیے میں آپؐ کی بیعت کروں گا۔ آپؐ نے اپنا دایاں ہاتھ پھیلایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے عمروؓ تجھے کیا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں ایک شرط کرنا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم نے کیا شرط کرنی ہے میں نے عرض کیا کہ میرے سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام تمام سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت تمام سابقہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج تمام سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے (اس کے بعد پھر میری یہ حالت تھی کہ) مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا اور نہ آپؐ سے زیادہ کوئی میری نگاہوں

Marfat.com

میں صاحب جلال تھا۔ آپؐ کی شان وجلال کے باعث میں آپؐ کو نگاہ بھر کر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اگر مجھ سے کہا جائے کہ میں آپؐ کا حلیۂ مبارک بیان کروں تو میں نہیں کر سکتا کیونکہ میں آپؐ کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھتا تھا۔ اگر میں اس حالت میں مرجاتا تو میں امید کرتا ہوں کہ میں اہل جنت میں سے ہوتا پھر ہم بہت سی چیزوں کے ذمہ دار بنا دیے گئے (یعنی حضورؐ کے تشریف لے جانے کے بعد ہمیں حکومت اور اختیارات مل گئے) اور میں نہیں جانتا کہ ان میں میرا کیا حال رہا۔ پس جب میں مرجاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ نہ نوحہ کرنے والی عورت جائے اور نہ آگ (جیسا کہ اسلام سے پہلے دستور تھا اور جس سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا تھا) پھر جب تم مجھے دفن کر چکو تو مجھ پر اچھی طرح پوری مٹی ڈالنا اور میری قبر کے گرد اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے اُنس حاصل کر سکوں اور دیکھوں کہ اپنے رب کے بھیجے ہوئے فرشتوں کو کیا جواب دے سکوں گا۔ (یعنی نکیرین کو جو قبر میں سوال پوچھتے ہیں)

(مسلم)

عَلاء بن مُسَیّب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ ان کے والد نے بتایا کہ میں (حضورؐ کے صحابی) حضرت بَراءؓ بن عازب سے ملا اور میں نے (ان سے) عرض کیا کہ آپ کو مبارک ہو کہ آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل کیا اور آپ نے (صلح حدیبیہ کے زمانے میں) درخت کے نیچے حضورؐ کی بیعت کی (جو ایک بہت بڑا شرف تھا) اس پر حضرت بَراءؓ نے فرمایا کہ اے بھتیجے تجھے کیا معلوم کہ حضورؐ کے (دنیا سے تشریف لے جانے کے) بعد ہم نے کیا کچھ کیا۔

(بخاری)

جن لوگوں کے دلوں میں واقعی آخرت کی فکر ہوتی ہے انہیں اپنی نیکیاں بڑی نہیں لگتیں بلکہ وہ تو اس خوف سے لرزاں رہتے ہیں کہ خدا معلوم ہم سے کیا کیا

Marfat.com

اعمال ایسے ہو گئے ہوں جو ہماری آخرت پر بُرا اثر ڈال دیں۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لذتوں کو مٹا دینے والی (یعنی موت) کو بکثرت یاد کیا کرو۔ (النسائی)

موت کو "لذتوں کو مٹا دینے والی" یا تو اس لیے کہا گیا ہے کہ موت آجاتی ہے تو دنیوی لذتوں کو ختم کر دیتی ہے۔ یا پھر اس لیے کہا گیا ہے کہ جو شخص اکثر موت کو یاد کرتا رہتا ہے اُسے دنیا کی بے ثبات اور عارضی لذتوں میں دلچسپی نہیں رہتی۔ گویا موت کی یاد نے ان لذتوں کو مٹا دیا۔

دنیوی زندگی میں حاصل ہونے والی فضیلتوں کی انتہا بادشاہیاں اور سرداریاں سمجھی گئی ہیں۔ بادشاہیوں خصوصاً مطلق العنان بادشاہیوں میں حکمرانوں کو عیش و آرام حاصل کرنے اور اس عارضی زندگی کو زیادہ سے زیادہ خوشگوار بنانے کے لیے بے پناہ وسائل حاصل ہوتے تھے، اور ان لوگوں نے ان وسائل سے انتہائی فائدے بھی اٹھائے مگر زندگی کے ان پھولوں نے ان کے گلزاروں کو ذرا بھی پائیدار نہ بنایا، اور وہ اسی طرح جلدی سے اپنے انجام کو پہنچ گئے جس طرح وہ پہنچ جاتے ہیں جنہیں یہ وسائل حاصل نہیں ہوتے۔ ذرا دنیا کے ان بڑے بڑے سلاطین کے آخری لمحات پر غور کیجئے، جنہیں زندگی میں جاہ و جلال، عیش و آرام اور عزت و مرتبہ سب کچھ حاصل تھا۔

بنو امیہ کے مشہور و معروف خلیفہ عبدالملک کو جب اپنے مرنے کا یقین ہو گیا تو اس نے کہا:

"جب سے میں پیدا ہوا ہوں، مجھے یہ آرزو ہی رہی کہ میں کسی طرح اپنے آپ کو مسرور کر سکوں، لیکن مجھے کبھی یہی مسرت حاصل نہ ہوئی۔ میں نے حکومت کا بوجھ اس لیے اپنے سر لیا تھا کہ بادشاہت انسان کی ترقی

Marfat.com

کی معراج ہے۔ لیکن مجھے دھوکا ہوا۔ میں نے جو کچھ کیا ہے اس پر سخت نادم اور متاسف ہوں مگر ندامت اور تاسف کا وقت گزر چکا ہے اور میں ناکام اور نامراد اور بار گناہ دنیا سے لیے جا رہا ہوں۔ میں نے جو راستہ اپنے لیے منتخب کیا وہ سراسر غلط تھا۔ میرے حال اور انجام سے عبرت حاصل کرو۔"

بنو عباس کے شہرہ آفاق خلیفہ ہارون الرشید کو جب موت نے آلیا تو وہ طوس کے علاقے میں تھا۔ جس گھر میں ٹھہرا ہوا تھا اسی میں اپنے لیے قبر کھدوائی۔ قبر کھُد گئی تو چند حافظوں نے قبر میں اُتر کر قرآن مجید ختم کیا۔ ہارون الرشید نے کہا: "لوگو! گواہ رہنا کہ میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا سچے دل سے قائل ہوں۔ میں ایک معصیت اور گناہ کا پیکر ہوں جس نے ساری عمر غم غلط کرنے کی کوشش کی، لیکن میں پھر بھی غم غلط نہ کرسکا۔ میں نے بے حد مغموم اور فکر کی زندگی گزاری ہے۔ حکومت کے کاموں اور حکومت کی لعنتوں نے مجھے اکثر خدا اور مذہب سے غافل رکھا ہے۔ خدا مجھے معاف کرے۔ مجھے زندگی کا کوئی دن ایسا یاد نہیں ہے جو میں نے بے فکری کے ساتھ گذارا ہو۔ اب میں موت کے کنارے ہوں۔ موت مجھے تم سب سے جُدا کر دے گی اور یہ قبر جو اس وقت منہ کھولے میرے سامنے ہے میرے جسم کو نگل لے گی۔ یہی ہر انسان کا انجام ہے مگر انسان اپنے انجام سے میری طرح غافل رہتا ہے۔"

خلیفہ ہارون الرشید کے بیٹے مامون الرشید کے عہد کو عہد بنو عباس کا سنہرا دور کہتے ہیں۔ جب مامون کے آخری لمحات آئے تو وقت کا ایک مشہور زبان دان جاحظ عیادت کے لیے آیا، دیکھا کہ کسی جانور کی کھال کا بچھونا بچھا تھا۔ اس پر ریت پڑی تھی۔ مامون اس پر لوٹ رہا تھا، اور یہ الفاظ زبان پر تھے:

Marfat.com

"اے وہ کہ جس کی بادشاہی کبھی زائل نہ ہو گی، اس پر رحم فرما جس کی بادشاہی جا رہی ہے۔ اے وہ جو کبھی نہیں مرے گا، اس پر رحم کر جو مر رہا ہے۔"

جاحظ نے کہا: "خدا امیر المومنین کا جاہ وجلال زیادہ کرے اور تندرستی بخشے۔"

مامون نے کہا: "میری تندرستی کی دُعا نہ کرو، بلکہ میرے لیے مغفرت کی دُعا کرو۔"

پھر کہا: "خدایا تو نے ہمیں حکم دیئے اور ہم نے نافرمانی کی، تو مجھے بخش دے، کیونکہ تو بڑا ہی رحیم ہے۔"

اس کے بعد روح پرواز کر گئی۔

بنو عباس کے خلیفہ واثق باللہ نے مرتے وقت یہ اشعار پڑھے۔

"موت میں سب برابر کے شریک ہیں، نہ بازاری لوگ بچیں گے نہ بادشاہ ہی زندہ رہیں گے، غریبوں کو ان کی قبر میں غربت نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا امیروں کو ان کی امیری بھی کوئی نفع نہ پہنچائے گی۔"

پھر حکم دیا کہ فرش اٹھا دیا جائے اور اپنا رخسار زمین پر رکھ کر چلّایا:

"اے وہ جس کی بادشاہی لازوال ہے! اس پر رحم کر جس کی بادشاہی ختم ہو گئی۔"

یہ کہا، اور انتقال کر گیا۔

سکندر اعظم جس کی فتوحات نے دنیا کے ایک بہت بڑے حصّے کو زیر وزبر کر دیا تھا جب موت اس کے سامنے آئی تو وہ کہہ اٹھا:

"میں دنیا کو فتح کرنا چاہتا تھا مگر موت نے بہت جلد عین عالم جوانی میں مجھے فتح کر لیا۔ میں سوچ رہا ہوں کہ اس دن کے لیے میں نے کتنے انسانوں کا خون

Marfat.com

بہایا اور جو تلوار سے بچ گئے، انہیں کس قدر زیر و زبر کیا، اور آج میں کیا لے کر جا رہا ہوں۔۔۔۔"

" نپولین جو دنیا کے عظیم فاتحین میں شمار ہوتا تھا، جب اس کی موت آئی تو وہ سینٹ ہیلنا میں قید تھا، مرتے وقت اس نے کہا:

"مایوسی میرے ہاں گناہ تھی، مگر مجھ سے زیادہ مایوس انسان دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ میں دنیا میں دو چیزوں کا بھوکا تھا۔ ایک حکومت کا اور دوسرے محبت کا، حکومت بڑی جد و جہد سے مجھے ملی مگر میرا ساتھ نہ دے سکی۔ اگر ساتھ دیتی بھی تو کتنے دن کے لیے، جس کا انجام آج میرے پیش نظر ہے محبت کو میں نے بہت تلاش کیا مگر میں اُسے حاصل نہ کر سکا۔ میں نے جس سے محبت کی اس نے مجھے دغا دی۔ شاید محبت کا جواب دغا ہی ہوتا ہوگا۔ اگر کسی انسان کی زندگی کا مقصد یہی ہے جو میرا رہا ہے تو وہ زندگی بے معنی ہے۔ میرے نزدیک دنیا مایوسی ہے اور مایوسی ہی کا نام دنیا ہے۔"

یہ ان سلاطین کے آخری لمحات ہیں جنہوں نے بادشاہیوں کو بادشاہیوں کی خاطر چاہا۔ اب ذرا ان پاکباز ہستیوں کے آخری لمحات بھی ملاحظہ کر لیجئے، جنہوں نے بادشاہیوں کی قطعی خواہش نہ کی، جنہیں عوام نے اپنی مرضی سے سرداریاں دیں اور چونکہ وہ سرداریوں کے خواہشمند نہیں تھے اس لیے انہوں نے ان سرداریوں کو ذریعۂ شان و شوکت و عیش و آرام بنانے کے بجائے انہیں ذمے داریاں سمجھا اور عمر کے آخری لمحات تک احساس فرض شناسی کے باعث کانپتے رہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی حالت خراب ہوگئی اور سمجھ لیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاکباز ساتھی کا آخری وقت آگیا ہے تو آپ نے اپنے جانشین حضرت عمر فاروقؓ کو مخاطب کر کے کچھ نصیحتیں کیں، فرمانے لگے۔

Marfat.com

" میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں۔ اگر تم نے اسے یاد رکھا تو دنیا کی کوئی چیز تمہیں موت سے زیادہ محبوب نہ ہوگی۔ اور موت کا آنا یقینی ہے اور اگر تم نے میری وصیت کو بھلا دیا تو پھر دنیا کی کوئی چیز تمہارے لیے موت سے زیادہ مبغوض (ناپسندیدہ) نہ ہوگی۔ حالانکہ تم کسی طرح بھی موت سے نہیں بچ سکتے۔ یاد رکھو تم پر تمہارے خدا کے کچھ حقوق رات میں ہیں جن کو وہ دن میں ہرگز قبول نہیں کرے گا، اور کچھ حقوق دن میں ہیں جن کو وہ رات میں ہرگز قبول نہیں کرے گا، اور یاد رکھو خدا اس وقت تک نفل عبادات قبول نہیں کرے گا جب تک فرائض ادا نہ کر لو۔ حشر کے میدان میں ان لوگوں کی میزان ہلکی ہوگی، جو باطل کی پیروی کر رہے ہیں۔ بلاشبہ باطل انتہائی ہلکا اور بے وزن ہے اور جس میزان میں باطل رکھا جائے اسے ہلکا ہونا ہی چاہیئے۔ قیامت کے روز بھاری میزان ان لوگوں کی ہوگی جو دنیا میں حق کی پیروی کرتے رہے اور حق انتہائی بھاری اور وزنی ہے۔ جس میزان میں حق رکھا جائے گا، اُسے بھاری اور وزنی ہونا ہی چاہیئے۔ اگر تم نے میری یہ وصیت یاد رکھی تو تمہارے لیے موت سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہ ہوگی۔ اور اگر تم نے یہ وصیت بھلا دی تو غائب چیزوں میں موت سے زیادہ کوئی چیز تمہارے لیے مبغوض نہ ہوگی۔ لیکن یاد رکھو تم اس سے بھاگ نہیں سکو گے۔"

بنو امیہ کے شہرۂ آفاق، پاکباز، دیندار خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات کے واقعات نہایت مؤثر اور دلپذیر ہیں۔ آپ کی وفات کے متعلق ایک روایت آپ کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک کی ہے۔ بیان کرتی ہیں کہ ایک دن میں نے ان سے کہا کہ میں آپ کے یہاں سے چلی جاؤں۔ آپ سوئے نہیں ہیں، شاید آپ کو نیند آجائے یہ کہہ کر میں دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ وہاں سے میں نے سُنا کہ آپ بار بار اس آیت کی

Marfat.com

تلاوت کر رہے تھے۔

"یہ آخرت کا گھر ہے اسے ہم ان لوگوں کے لیے بناتے ہیں جو زمین میں نہ بڑائی چاہتے ہیں نہ فساد کرتے ہیں اور عاقبت پرہیزگاروں کے لیے ہے۔"

پھر دیر تک مجھے حرکت محسوس نہ ہوئی۔ میں نے تیمارداری کرنے والے خادم سے کہا کہ جا کر دیکھو تو سہی، اس نے جا کر دیکھا، تو زور سے چلّایا۔ میں نے جا کر دیکھا، تو آپ کو مُردہ پایا۔ ایک ہاتھ منہ پر اور دوسرا آنکھوں پر رکھے تھے۔

آپ کی وفات کے متعلق ایک اور روایت بھی آتی ہے کہ آخری لمحات میں آپ نے سب کو چلے جانے کا حکم دیا۔ سب چلے گئے۔ آپ کی بی بی فاطمہ اور ان کے بھائی مسلمہ بن عبدالملک دروازے پر رہے ان لوگوں کے کان میں یہ آواز آئی:

"کیا مبارک چہرے ہیں جو نہ آدمیوں کے ہیں نہ جنوں کے۔"

اس کے بعد مندرجۂ بالا آیت پڑھ کر خاموش ہو گئے۔ مسلمہ نے بہن سے کہا کہ انتقال ہو گیا۔ جا کر دیکھا تو واقعی انتقال ہو چکا تھا۔

خلیفہ بننے کے بعد آپ نے زاہدانہ زندگی اختیار کر لی۔ بیت المال میں سے صرف اتنا وظیفہ لیتے تھے جس سے معمولی درجے کی گزر بسر ہو سکے۔ بیوی بچے بھی انتہائی سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ کی وفات کے وقت مسلمہ نے کہا:

"اے امیرالمومنین آپ نے اپنی اولاد کا منہ ہمیشہ اس مال سے خشک رکھا اس لیے آپ ان کو ایسی حالت میں چھوڑے جاتے ہیں کہ ان کے پاس کچھ نہیں کاش آپ مجھے یا اپنے خاندان کے کسی اور شخص کو ان کے بارے میں کچھ وصیت کر جاتے۔"

یہ بات سُن کر آپ نے فرمایا: "تمہارا یہ کہنا کہ میں تمہیں یا خاندان کے کسی شخص کو

Marfat.com

ان کے بارے میں وصیت کر جاؤں تو ان کے بارے میں میرا وصی اور میرا ولی صرف خدا ہے اور وہی صلحاء کا ولی ہوتا ہے۔ میرے لڑکے اگر خدا سے ڈریں گے تو خدا ان کے لیے کوئی صورت نکال دے گا۔"

پھر آپ نے اپنے لڑکوں کو بلایا، اور آنسوؤں بھری آنکھوں سے انہیں دیکھ کر فرمایا:

"میری جان ان نوجوانوں پر قربان جنہیں میں نے محتاج اور مفلس چھوڑا ہے لیکن خدا کا شکر ہے کہ میں نے انہیں اچھی حالت میں چھوڑا ہے۔ لڑکو! تم کسی عرب یا کسی ذمیؔ سے نہیں ملو گے جس پر تمہارا حق نہ ہوگا۔ لڑکو تمہارے باپ کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار تھا، ایک یہ کہ تم لوگ دولت مند ہو جاؤ اور وہ جہنم میں داخل ہو، یا تم لوگ محتاج رہو اور وہ جنّت میں جائے لیکن یہ بات کہ تم محتاج رہو اور وہ جنّت میں جائے اس کو زیادہ محبوب تھی بہ نسبت اس کے کہ تم لوگ دولت مند ہو اور وہ آگ میں جائے اٹھو، خدا تم کو محفوظ رکھے!"

لوگوں کو ان کی وفات کی اطلاع ملی تو عام و خاص، عالم و جاہل، مسلم و غیر مسلم سب ماتم کرنے لگے۔ بصرے کے لوگوں کا قاعدہ تھا کہ جب حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کا قاصد بصرے میں آتا تو چونکہ عموماً وہ وظیفوں کے اضافے یا کسی اچھی بات کا حکم یا کسی بُرائی سے ممانعت کا فرمان لاتا اس لیے لوگ اس کا استقبال کر کے اس کو مسجد تک لاتے اور وہ ان کو خط پڑھ کر سناتا، اس لیے جب ان کی وفات کی خبر آئی تو لوگوں نے حسب معمول قاصد کا استقبال کیا لیکن جب اس نے رو کر انہیں آپ کی وفات کی خبر سنائی تو سب رو پڑے۔

حضرت حسن بصریؒ کو جب آپ کی وفات کی خبر پہنچی تو بول اُٹھے:

Marfat.com

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

تمام فقہا آپ کی بی بی فاطمہ کے پاس تعزیت کے لیے گئے اور کہا:

"یہ مصیبت تمام اُمت کے لیے عام ہے"

عبدالملک بن عمیر نے آپ کی اخلاقی خوبیاں بیان کر کر کے کہا: "اے امیرالمومنین خدا آپ پر رحم کرے۔ آپ نگاہوں کو جھکائے رہتے تھے، پاک دامن تھے، حق کے ساتھ فیاض اور بخل کے ساتھ بخیل تھے۔ غصے کے وقت غصے ہوتے تھے اور رضامندی کے وقت راضی ہوتے تھے، نہ ظریف تھے، نہ کسی پر عیب لگاتے تھے، نہ کسی کی غیبت کرتے تھے"

مجاہد کا بیان ہے کہ میں جا رہا تھا کہ ایک نبطی نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں سے آرہے ہو؟ کیا تم حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات کے وقت موجود تھے؟ میں نے کہا "ہاں" یہ سُن کر وہ رو پڑا، اور ان کے لیے رحمت کی دُعا مانگی۔ میں نے کہا "تم ان کے لیے کیوں رحمت کی دُعا مانگتے ہو؟ وہ تو تمہارے ہم مذہب نہ تھے" اس نے کہا "میں اُن پر نہیں روتا۔ میں تو اس نور پر روتا ہوں جو زمین پر تھا، اور اب بجھ گیا"

یہ تھے وہ عقل مند، دور اندیش لوگ جنہوں نے زندگی کی بے ثباتی اور آخرت کے دوام کو صحیح معنوں میں سمجھ لیا تھا۔ انہوں نے مفید اور معزز زندگیاں گزاریں، اور پر سکون اور باوقار موتیں حاصل کیں۔ انہوں نے زندگی میں بے انتہا نیکیاں کیں مگر پھر بھی آخرت کی باز پرس سے لرزاں و ترساں رہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایک مقولہ ہے کہ:

"جو امر پیش آتا ہے وہ نزدیک ہے لیکن موت اس سے بھی نزدیک تر ہے"

ایسے ہی حضرت علی مرتضیٰؓ فرماتے ہیں:

"سب سے زیادہ بلیغ اور مؤثر وعظ یہ ہے کہ انسان قبرستان کو دیکھ کر

Marfat.com

عبرت حاصل کرے۔"

سب الہامی مذاہب نے انسان کو وضاحت سے بتایا ہے کہ نیکو کاروں کی عاقبت کی زندگی کبھی نہ ختم ہونے والی اور غم اور تکلیف سے پورے طور پر خالی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس موجودہ زندگی قطعی عارضی اور اپنی انتہائی خوشگواری کی حالت میں بھی غم کے کانٹے سے شاذونادر ہی خالی ہوتی ہے۔ اس کے باوجود آخر کیا بات ہے کہ ہم اس بین حقیقت کو بھلا کر دنیوی زندگی ہی کو مقصود بنا لیتے ہیں۔

اس کی تہہ میں بڑی حد تک یہی بات ہے کہ ایمان کی کمزوری کے دھندلکوں میں انجام نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور ناپائدار زندگی کی محبت غالب آجاتی ہے اگرچہ جب یہ محبت غالب آجاتی ہے تو خود اس ناپائدار زندگی میں بھی اپنے چاہنے والوں کو ذلت اور رسوائی کا شکار بنا دیتی ہے۔ لہذا عقلمندوں نے ہمیشہ دنیا کی مبالغہ آمیز محبت کی مذمت کی ہے۔ دنیا کی یہ محبت جس کی مذمت کی گئی ہے، وہ محبت ہے جو عاقبت سے غافل کر دیتی ہے اور انسان ہر قیمت پر زندگی سے چمٹے رہنے ہی کو ترجیح دیتا ہے۔ چاہے ایسا کرنے سے کتنی ہی انفرادی اور قومی ذلت کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑتا ہو، جب دنیا سے اس قسم کی محبت پیدا ہو جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ حق اور سچائی کی راہ میں جان دینے سے جی چرایا جائے گا اور جب کوئی قوم حق کی راہ میں جان دینے سے جی چرائے اور زندگی کو ایک انمول موتی کی طرح سینت سینت کر رکھنے پر تل پڑے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ اس قوم میں بزدلی اور پست ہمتی پیدا ہو جائے دشمنوں کے دل سے اس کا رعب نکل جائے، وہ سیلاب میں بہنے والے تنکوں کی طرح بے وزن ہو کر رہ جائے اور دوسری قومیں اسے تر نوالہ سمجھ کر اس طرح اس پر ٹوٹ پڑیں جس طرح کھانے والے دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

اس کے برعکس جن دانا انسانوں کے ذہن میں عاقبت کا دوام ذہن نشین ہو چکا ہوتا

Marfat.com

ہے اور اس دائمی زندگی کو خوشگوار بنانے کا جذبہ غالب آچکا ہوتا ہے انہیں دنیا کے حقیر ساز و سامان کبھی بھی اس طرح متاثر نہیں کرتے کہ وہ ان کی خاطر سچائی اور دیانتداری کی راہ سے منحرف ہو جائیں۔ محاسبۂ آخرت کا خوف انہیں اپنے اعمال کے بارے میں اتنا چوکنّا رکھتا ہے کہ وہ خود اپنے محاسب بن جاتے ہیں۔ اس بات کا خیال کہ ایک دن انہوں نے خدا کے آگے جا کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے انہیں مجبور کرتا ہے کہ وہ وقت آنے سے پہلے خود بار بار اپنا حساب لیتے رہیں۔

حضرت ابراہیم بن یزید تمیمی نے جو ایک ممتاز تابعی تھے، ایک دفعہ اپنے دولت مند باپ کو اس بات پر ٹوکا کہ آپ معمولی کپڑے کیوں پہنتے ہیں؟ باپ نے جواب دیا "بیٹا جب سے میں بصرے میں آیا، میں نے ہزاروں پیدا کئے مگر میری خوشی میں کوئی اضافہ نہ ہوا۔ اس لیے لباس میرے لیے مسرت کا کوئی سامان نہیں۔ میں تو آخرت کے حساب کتاب سے ڈرتا ہوں کیونکہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابوالدرداءؓ سے سنا ہے کہ قیامت کے روز ایک درہم رکھنے والے سے زیادہ دو درہم رکھنے والے سے حساب ہوگا۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک سرسبز درخت کو دیکھا تو فرمایا: کاش! میں درخت ہوتا کہ عاقبت کی ذمّے داری سے چھوٹ جاتا۔"

آپ نے باغ میں پرندوں کو چہچہاتے دیکھا تو آہ سرد بھر کر فرمایا "پرندو! تمہیں مبارک ہو، مزے سے چگتے پھرتے ہو، اُڑتے پھُدکتے ہو۔ درختوں کی شاخوں پر بیٹھے ہو اور قیامت میں تمہارا کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا۔ کاش ابوبکرؓ تمہاری طرح ہوتا۔"

حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں "دنیا خدا کی سرائے ہے جو آخرت کے مسافروں کے لیے وقف ہے اپنا توشہ لے لے اور جو کچھ سرائے میں ہے اس کا لالچ نہ کر۔"

Marfat.com

ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ کو ہدایت کرتے ہوئے فرمایا: "جاہ و عزت سے بھاگو تو عزت تمہارے پیچھے پھرے گی اور موت پہ دلیر رہو تاکہ تمہیں ابدی زندگی بخشی جائے"۔

جس امتحان کو انسان زیادہ اہمیت دیتا ہے اس کی زیادہ تیاری کرتا ہے۔ ایک ہونہار اور ذہین طالب علم کے لیے امتحان کی تیاری کے دنوں کا ہر لمحہ نہایت قیمتی ہوتا ہے ان تیاری کے دنوں میں تمام غیر ضروری کام چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ بسا اوقات راتوں کی نیند بھی کم کر دی جاتی ہے اور غذا میں بھی اس خیال سے کمی کر دی جاتی ہے کہ زیادہ کھا لیا تو زیادہ نیند آئے گی، اور تیاری میں حرج واقع ہوگا۔

یہ تو ان امتحانوں کا حال ہے جن پہ بہرحال زندگی اور موت منحصر نہیں ہوتی اور جن میں ایک بار فیل ہو جانے کے بعد دوبارہ امتحان میں بیٹھنے کا موقع بھی موجود ہوتا ہے۔

تو پھر کیا صورت ہوگی اس امتحان کی جس پر ابدی نجات منحصر ہے اور جس میں ایک دفعہ فیل ہو جانے کے بعد کوئی دوسرا موقع دوبارہ امتحان دینے کا حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہی تھوڑا سا وقت تیاری کے لیے ملا ہے جسے ہم دنیاوی زندگی کہتے ہیں، یہ مختصر سا وقت ہاتھ سے نکل گیا تو پھر اس کا ایک سیکنڈ بھی دوبارہ نہیں مل سکے گا۔

قرآن پاک میں سورہ فاطر آیت ۳۷ میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ دوزخ کے بارے میں فرمایا ہے:

"اور وہ اس میں چلائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں نکال تاکہ ہم جو عمل کیا کرتے تھے ان کے خلاف نیک عمل کریں (تو انہیں کہا جائے گا کہ) کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں نصیحت پکڑنے والا نصیحت پکڑتا۔"

Marfat.com

اس آیت پاک پر جتنا بھی غور کیا جائے کم ہے۔ اب جب ہم زندہ ہیں اور موت سامنے نظر بھی نہیں آ رہی۔ یہی وہ وقت ہے جس میں نصیحت پکڑنے والے کو نصیحت پکڑ لینی چاہیئے ورنہ کچھ عجب نہیں کہ وہ وقت سر پر آ جائے کہ ہم تڑپ تڑپ کر درخواست کریں کہ ہمیں دوبارہ عمل کرنے کا موقع دیا جائے مگر ہمیں وہی جواب دیا جائے جو نافرمانوں کو دیا جاتا ہے کہ:

"کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں نصیحت پکڑنے والا نصیحت پکڑتا۔"

حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں:

"اپنی زندگی کے اس دن پر رو جو گذر گیا اور تم نے اس میں نیکی نہ کی۔"

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا:

"مشغولیت سے پہلے فراغت کو اور موت سے پہلے بڑھاپے کو غنیمت جان۔"

حضرت علی مرتضیٰؓ کا فرمان ہے:

"اوّل عمر میں جو وقت ضائع کیا ہے آخر عمر میں اس کا تدارک کر تاکہ انجام بخیر ہو۔"

موت ایک اٹل حقیقت ہے اور اٹل ہونے کے علاوہ وہ ہر وقت قریب بھی ہے اگر انسان اپنی طبعی عمر پوری کر کے بڑھا ہو کر بھی دنیا سے جائے تو بھی اسے اس وقت یہی محسوس ہوگا کہ موت تو بہت ہی جلد آ گئی۔ افسوس ہم کیسے نادان تھے کہ اس وقت کو بھولے رہے۔ اس جانگداز ندامت سے بچانے والی شے اگر ہے تو یہی ہے کہ اس اٹل اور قریبی حادثے کو اکثر یاد رکھا جائے اور اس کی تیاری کرتے رہیں۔ حضرت علی مرتضیٰؓ فرماتے ہیں:

"جو شخص کل کو اپنی موت کا دن سمجھتا ہے، موت کے آنے سے اُسے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔"

نیز آپ نے فرمایا: "موت سے بڑھ کر کوئی سچی اور امید سے بڑھ کر کوئی جھوٹی

Marfat.com

چیز نہیں تھی۔

آپ ہی کا یہ مقولہ بھی ہے "تمہارے دلوں سے اگر موت کا یقین دور نہ ہوتا تو فضول امیدوں کا غرور اور فریب تم پہ غالب نہ آتا"

موت کے یقین سے مراد وہ یقین ہے جو دلوں میں اس طرح نقش ہو جاتا ہے کہ پھر اعمال اس یقین کے خلاف نہیں جا سکتے۔ یہی یقین ہے جو فضول امیدوں کے فریب کو غالب نہیں آنے دیتا۔ ورنہ معمولی یقین تو ہر انسان کو ہوتا ہی ہے مگر وہ اعمال کی اصلاح کے لیے کافی نہیں ہوتا۔

حضرت مجدد الف ثانی سرہندی فرماتے ہیں کہ:

"آخرت کا کام آج کر۔ دنیا کا کام کل پر چھوڑ دے"

یہ بات اپنی جگہ حقیقت ہے کہ انسانی دل ہر وقت ایک جیسی حالت پر قائم نہیں رہ سکتا۔ بڑے بڑے نیکو کاروں پر بھی ایسے لمحات آئیں گے جب آخرت کا خیال اگر ان کے دلوں سے بالکل نکلا نہ ہوگا تو کچھ مدہم ضرور پڑ گیا ہوگا مگر یہ انسانی فطرت ہے اور اس سے حرج واقع نہیں ہوتا۔ جو کچھ مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ آخرت کے خیال کو بار بار ذہن میں تازہ کیا جاتا رہے اور دل کو زیادہ دیر غفلت میں مبتلا نہ رہنے دیا جائے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخرت کی اہمیت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے:

- تعجب ہے اس پر جو دنیا کو فانی جانتا ہے اور پھر اس کی رغبت رکھتا ہے۔
- تعجب ہے اس پر جو تقدیر کو پہچانتا ہے اور پھر جانے والی شے کا غم کرتا ہے۔
- تعجب ہے اس پر جو حساب کو حق جانتا ہے اور پھر مال جمع کرتا ہے۔

Marfat.com

- تعجب ہے اس پر جو دوزخ کو برحق جانتا ہے اور پھر گناہ کرتا ہے۔
- تعجب ہے اس پر جو جنّت پر ایمان رکھتا ہے اور پھر دنیا کے ساتھ آرام پکڑتا ہے۔
- تعجب ہے اس پر جو شیطان کو دشمن جانتا ہے اور پھر اس کی اطاعت کرتا ہے۔
- تعجب ہے اس پر جو اللہ کو حق جانتا ہے اور پھر غیروں کا ذکر کرتا ہے اور ان پر بھروسہ رکھتا ہے۔

شوقِ آخرت

انسان کے لیے کسی کام کا مشکل یا آسان ہونا ایک حد تک اس بات پر بھی منحصر ہوتا ہے کہ جس مقصد کے لیے وہ اس کام کو کر رہا ہے اس کے لیے اس کے دل میں کشش کتنی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے زیر اثر صحابہ کرامؓ کے دلوں میں اُخروی زندگی کو کامیاب بنانے کی کشش اتنی زیادہ تھی کہ خدا کی مہربانی سے ان کے لیے مشکلات کے پہاڑ ریت کے ٹیلے بنتے چلے گئے۔ آخرت کی لگن نے انہیں وہ سیر چشمی، بہادری، نظم و ضبط، فرض شناسی اور عزم و استقلال عطا فرما دیا کہ اگرچہ ان کا مقصد آخرت ہی تھا مگر دنیا میں بھی وہ ایسے روشن نام چھوڑ گئے جن کی مثالیں ملنی مشکل ہیں۔

حضرت انسؓ بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن انصار پڑھ رہے تھے۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَی الْجِهَادِ مَا حَیِیْنَا اَبَدًا

(یعنی ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی ہے کہ جب تک زندہ رہیں گے ہمیشہ جہاد کرتے رہیں گے) اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے انہیں جواب دیا۔

اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃ
فَاَکْرِمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ

(اے خدا عیش تو صرف آخرت کا عیش ہی ہے، پس تو انصار اور مہاجرین کی عزت افزائی فرما)

(بخاری)

حضرت سہلؓ بیان کرتے ہیں کہ (جنگ خندق کے دوران) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم خندق کھود رہے تھے اور اپنے کندھوں پر مٹی ڈھو رہے تھے۔ تو آپؐ نے فرمایا "اے خدا عیش تو آخرت کا عیش ہی ہے، پس تو مہاجرین اور انصار کی عزت و تکریم فرما دے۔"

(بخاری)

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ (جنگ) اُحد کے دن ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر میں (اس جنگ میں) شہید ہو جاؤں تو آپؐ کا کیا خیال ہے کہ میں کہاں ہوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جنت میں ہو گے پس (یہ بات سُن کر وہ جنت کے اشتیاق میں ایسا از خود رفتہ ہوا کہ) جو کھجوریں اس کے ہاتھ میں تھیں وہ پھینک دیں۔ پھر (جا کر) جہاد میں مشغول ہو گیا یہاں تک کہ شہادت حاصل کر لی۔

(بخاری)

ابو عبدالرحمٰن حُبلی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص سے ایک شخص نے سوال کیا اور کہا کہ کیا ہم نادار مہاجرین میں سے نہیں ہیں؟ میں نے سُنا کہ حضرت عبداللہؓ نے اس سے کہا کہ کیا تمہاری بیوی ہے جس کے پاس تم رہتے ہو۔ اس نے کہا کہ جی ہاں۔ حضرت عبداللہؓ نے سوال کیا کہ کیا تمہارا گھر ہے جس میں تم سکونت رکھتے ہو تو اس نے کہا کہ جی ہاں۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ پھر تو تم مالداروں میں سے ہو (یعنی جس کی بیوی بھی ہو اور گھر بھی وہ نادار کیسے ہوا) وہ شخص کہنے لگا کہ میرا تو ایک خادم بھی ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ پھر تو تم بادشاہوں میں سے ہو۔ ابو عبدالرحمٰن (یہ بھی) بیان کرتے ہیں

Marfat.com

کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کے پاس تین شخص آئے اور (اس وقت) میں بھی آپ کے پاس ہی تھا۔ ان (آنے والوں) نے کہا کہ اے ابو محمد خدا کی قسم ہمیں کوئی شے میسر نہیں۔ نہ خرچ نہ سواری نہ اسباب۔ حضرت عبداللہ نے ان سے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہیں وہ دیں گے جو خدا نے تمہارے لیے لکھا ہے، اور اگر چاہو تو ہم تمہارے معاملے کا ذکر بادشاہ سے کریں (تاکہ وہ تمہاری امداد کرے) اور اگر چاہو تو صبر کرو۔ کیونکہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ نادار مہاجرین قیامت کے دن مالداروں سے چالیس برس پہلے جنت میں جائیں گے (یہ بات سُن کر ان سوال کرنے والوں کے دل میں آخرت کی جزا کا ایسا اشتیاق پیدا ہوا کہ) وہ کہنے لگے کہ پھر تو ہم صبر ہی کریں گے اور کچھ نہیں مانگیں گے۔ (مسلم)

ایک دن (حضورؐ کے صحابی) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی خدمت میں ان کا کھانا پیش کیا گیا تو وہ فرمانے لگے کہ حضرت مُصعبؓ بن عُمیرؓ مجھ سے بہتر تھے وہ شہید ہو گئے تو (مسلمانوں کی مفلسی کا وہ عالم تھا کہ) ان کے لیے ایک چادر کے سوا اور کوئی چیز نہ ملی جو ان کا کفن بنتی۔ اور حضرت حمزہؓ یا کوئی اور شخص جو مجھ سے بہتر تھے شہید ہوئے تو ایک چادر کے سوا اور کوئی چیز نہ ملی جو ان کا کفن بنتی (مگر اب ہم لوگ خوش حال ہو گئے ہیں) مجھے خوف آتا ہے کہ کہیں ایسے تو نہیں کہ ہماری نیکیوں کا اجر ہمیں جلدی سے ہماری دنیوی زندگی ہی میں دے دیا گیا ہے (اور آخرت میں ہم اس اجر سے محروم ہو جائیں گے) پھر آپ (آخرت کی محرومی کے خیال سے) رونے لگے۔ (بخاری)

یہ تھے وہ لوگ جنہیں صحیح معنوں میں آخرت کی بہتری کی تمنا تھی۔ وہ دنیوی خوش حالی کے پیچھے پیچھے دوڑنے اور اس کے ملنے پر اسے ذریعۂ فخر بنانے کے بجائے

اس سے ڈرتے تھے کہ کہیں وہ ان کے آخرت کے اجر میں کمی کا باعث نہ بن جائے۔

حضرت امام زین العابدین علی بن حسینؓ کے ایک ساتھی سعید بن مرجانہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو فرماتے سنا کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس مسلمان شخص نے کسی مسلمان آدمی کو آزاد کیا اللہ تعالیٰ آزاد کئے جانے والے کے ہر عضو کے بدلے میں آزاد کرنے والے کے عضو کو دوزخ سے نجات دے گا۔ سعید بن مرجانہ کہتے ہیں کہ جب میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث سنی تو میں نے جاکر (امام زین العابدین) حضرت علی بن حسینؓ سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے (یہ حدیث سُن کر) اپنا ایک غلام آزاد کر دیا (جو اتنا قیمتی تھا کہ) ابن جعفر اس کی قیمت دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار دے رہے تھے۔ (مسلم)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا مشتاق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ملاقات کا مشتاق ہوتا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ ہم سب تو موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ (یہ بات) ایسے نہیں ہے (جیسے تم سمجھ رہی ہو) بلکہ (یوں ہے کہ) مومن کو جب خدا کی رحمت اور اس کی خوشنودی اور اس کی جنّت کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو وہ اس سے ملاقات کرنے کا مشتاق ہو جاتا ہے۔ تو پھر خدا (بھی) اس سے ملاقات کرنے کا مشتاق ہو جاتا ہے۔ اور کافر کو جب خدا کے عذاب اور اس کے غصّے کی اطلاع دی جاتی ہے تو وہ اس سے ملاقات کرنے کو ناپسند کرنے لگتا ہے تو (پھر)

Marfat.com

خدا (بھی) اس سے ملاقات کرنے کو ناپسند کرتا ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ، کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کیا تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں باہم جھگڑا کرتے ہو جبکہ اس کے اوپر ابر (بھی) نہ ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں یا رسول اللہؐ، آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم سورج کو دیکھنے میں باہم جھگڑا کرتے ہو جب کہ اس کے اوپر ابر (بھی) نہ ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ بے شک تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے (اس کے بعد حضورؐ نے قیامت کے مزید احوال بیان فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ) قیامت کے دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو کوئی جس کی پرستش کرتا تھا اس کے پیچھے ہولے۔ پس ان میں سے بعض سورج کے پیچھے ہولیں گے۔ اور ان میں سے بعض چاند کے پیچھے ہولیں گے۔ اور ان میں سے بعض بتوں کے پیچھے ہولیں گے۔ پس یہ امت باقی رہ جائے گی اور اس میں اس کے منافق بھی ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ (ایسی صورت میں جسے وہ نہیں پہچانتے ہوں گے) ان کے پاس آئے گا اور کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ وہ کہیں گے (ہم تمہیں نہیں جانتے) ہم تو اسی جگہ کھڑے رہیں گے۔ یہاں تک کہ ہمارا رب ہمارے پاس آجائے۔ جب ہمارا رب آجائے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ (ایسی شکل میں جسے وہ پہچانتے ہوں گے) ان کے پاس آئے گا اور فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ تو وہ جواب دیں گے (ہاں واقعی) تو ہمارا رب ہے۔ پھر خدا انہیں بلائے گا۔ اور جہنم کی پشت کے اوپر راستہ بنایا جائے گا (اور انبیاء اپنی امتوں کے ساتھ اس پر سے گزریں گے) اور میں (ان) انبیاء میں سے پہلا ہونگا جو اپنی امت

Marfat.com

کے ساتھ اس پر سے گزروں گا۔ اس دن انبیاء کے سوا کوئی بات نہیں کر سکے گا۔ اور انبیاء کا کلام اس دن ہوگا۔ اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ (اے خدا سلامتی عطا کر، سلامتی عطا کر) اور جہنم میں سعدان کے کانٹوں کی طرح آنکڑے ہوں گے۔

(پھر حضورؐ نے صحابہؓ سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ) کیا تم نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ جی ہاں (آپؐ نے فرمایا کہ) پس وہ (آنکڑے) سعدان کے کانٹوں کی طرح ہوں گے۔ البتہ ان کی بڑائی کا اندازہ کسی کو نہیں سوائے خدا کے۔ پس وہ آنکڑے لوگوں کے اعمال کے مطابق انہیں اچکیں گے پس ان میں بعض ایسے ہوں گے جو اپنے اعمال کے باعث (جہنم میں گر کر) ہلاک ہو جائیں گے۔ اور ان میں بعض ایسے ہوں گے جو مارے زخموں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ پھر اس کے بعد (نجات پائیں گے۔ یہاں تک کہ جب اللہ رحمت کرنے کا ارادہ کرے گا تو اہل دوزخ میں سے جن لوگوں کے بارے میں اس کا یہ ارادہ ہوگا ان کے بارے میں فرشتوں کو حکم دے گا کہ انہیں (دوزخ سے) نکال لیں (یعنی ان کو) جو اللہ کی عبادت کرتے رہے ہوں گے۔ پس فرشتے انہیں نکال لیں گے۔ اور انہیں سجدوں کے نشانات سے پہچانیں گے اور (حضورؐ نے بتایا کہ) اللہ نے آگ پر یہ بات حرام کر دی کہ وہ سجدوں کے نشانات کو کھائے۔ پس وہ (لوگ جنہیں خدا دوزخ سے نکالے جانے کا حکم دے گا) دوزخ سے نکالے جائیں گے۔ جہنم کی آگ انسان کے تمام جسم کو کھائے گی سوائے سجدوں کے نشان کے۔ پس وہ آگ سے نکالے جائیں گے تو بالکل جل چکے ہوں گے۔ پھر اُن پر آب حیات ڈالا جائے گا تو (اس کے ڈالے جانے سے) وہ ایسے (تر و تازہ) نکل آئیں گے جیسے دانہ سیل کے لائے ہوئے کوڑے

Marfat.com

پچھڑے میں اگتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائے گا۔ اور ایک شخص دوزخ اور جنت کے درمیان باقی رہ جائے گا۔ اور وہ اہل دوزخ میں سے آخری شخص ہو گا جو جنت میں داخل ہو گا۔ اس کا منہ دوزخ کی طرف ہو گا۔ وہ کہے گا کہ اے میرے رب میرے چہرے کو دوزخ کی طرف سے پھیر دے۔ کیونکہ اس کی ہوا نے مجھے زہر آلود کر رہا ہے اور اس کے شعلے نے مجھے جلا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تو ایسا تو نہ کرے گا کہ اگر تیرے ساتھ یہ (احسان) کر دیا جائے تو اُس کے علاوہ اور کچھ مانگے۔ تو وہ کہے گا کہ نہیں، تیری بزرگی کی قسم (میں اور کچھ نہیں مانگوں گا) پھر وہ (اس بات پر) اللہ تعالیٰ سے جتنا کہ وہ چاہے گا پختہ عہد و پیمان کرے گا۔ تو خدا اس کے چہرے کو آگ کی طرف سے پھیر دے گا۔ پھر جب وہ جنت کی طرف منہ کرلے گا تو اس کی تر و تازگی کو دیکھے گا (پھر) جتنی دیر خدا کو منظور ہو گا خاموش رہے گا۔ پھر عرض کرے گا کہ اے میرے رب مجھے جنت کے دروازے سے قریب کر دے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ کیا تو نے قول و قرار نہیں کئے تھے کہ جو کچھ مانگ چکا ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں مانگے گا۔ وہ عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار مجھے تیری مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب نہیں ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کہیں ایسا تو نہ ہو گا کہ اگر تجھے یہ (بھی) دے دیا جائے تو تو اس کے علاوہ کسی اور شے کا سوال کر دے تو وہ عرض کرے گا کہ نہیں تیری بزرگی کی قسم، میں اس کے سوا کسی اور شے کا سوال نہیں کروں گا۔ پھر جتنا خدا کو منظور ہو گا وہ اپنے رب کو قول و قرار دے گا تو اللہ اُسے جنت کے دروازے کے قریب کر دے گا۔ پھر جب وہ جنت کے دروازے پر پہنچ جائے گا تو اس کی شگفتگی اور اس میں پائی جانے والی تر و تازگی اور سرور

Marfat.com

کو دیکھے گا۔ تو پھر جتنی دیر خدا کو منظور ہو گا خاموش رہے گا۔ پھر عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار مجھے جنت میں داخل کر دے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے ابن آدم تیری خرابی ہو تو کس قدر عہد شکن واقع ہوا ہے۔ کیا تو نے یہ عہد و پیمان نہیں کیا تھا۔ کہ جو کچھ تجھے دیا جا چکا ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں مانگے گا۔ تو وہ عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار، مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب نہ بنا۔ پس اللہ تعالیٰ اس (کی باتوں) پر ہنس پڑے گا۔ پھر اسے جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دے گا۔ پھر اس سے فرمائے گا کہ تو آرزو کر۔ پس وہ آرزوئیں بیان کرنے لگے گا۔ یہاں تک کہ اس کی آرزوئیں ختم ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ اور یہ چیز اور مانگ۔ اس کا پروردگار اسے یاد دلانے لگے گا کہ تو یہ بھی مانگ اور وہ بھی مانگ۔ یہاں تک کہ اس کی تمام خواہشیں ختم ہو جائیں گی (پھر) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھے یہ (سب کچھ) بھی دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی۔ حضرت ابو سعید خدریؓ نے (اس آخری بات کے بارے میں اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ سے) کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تو (یہ) فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ (اس شخص سے) فرمائے گا کہ تجھے یہ (سب کچھ) بھی دیا جاتا ہے اور اس سے دس گنا (اور بھی) حضرت ابو ہریرہؓ کہنے لگے کہ مجھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی فرمان یاد ہے کہ تجھے یہ (سب کچھ) بھی دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی۔ حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا کہ میں نے تو حضورؐ کو یہی فرماتے سنا کہ تجھے یہ (سب کچھ) بھی دیا جاتا ہے اور اس سے دس گنا (اور بھی) (بخاری)

دونوں بزرگوں کے اقوال سے کم از کم یہ ضرور واضح ہو جاتا ہے کہ اس

Marfat.com

شخص کی جتنی تمنائیں ہوں گی ان سے دُگنا اُسے ضرور ملے گا۔ اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس سے دس گنا بھی عطا فرما دے۔ حدیث کے شروع میں جو حضورؐ کا فرمان ہے کہ کیا تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں یا سورج کو دیکھنے میں باہم جھگڑا کرتے ہو اس کے لئے جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ تمارون ہے۔ جس کا ترجمہ یہ بھی کیا گیا ہے کہ تم باہم جھگڑا کرتے رہو اور یہ بھی ہے کہ تم شک کرتے ہو۔ اگر اس کا ترجمہ تم باہم جھگڑا کرتے ہو کیا جائے تو اس کی تشریح رویت باری تعالیٰ کی بحث کے ساتھ بیان ہو چکی ہے اور اگر اس کا ترجمہ تم شک کرتے ہو کیا جائے تو وہ تو واضح ہی ہے کہ جیسے چاند اور سورج کو دیکھتے ہوئے تمہیں کوئی شک نہیں ہوتا کہ آیا یہ چاند اور سورج ہیں یا کوئی اور شئے اسی طرح تم اپنے پروردگار کو اس طرح دیکھو گے کہ تمہیں اس بات میں کوئی شک نہیں ہوگا کہ یہ تمہارا پروردگار ہی ہے جس کا تم دیدار کر رہے ہو۔

یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جنہیں پڑھ کر آخرت کے احوال اس طرح واضح ہو کر آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں کہ دل تڑپ اٹھتا ہے کہ کاش کہ اس ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی زندگی میں کامیاب اور بامراد ہو جائیں۔ آمین

Marfat.com

انسانی زندگی پر عقیدۂ آخرت کا اثر

انسانی فطرت ان چیزوں کو بے معنی سمجھتی ہے جن کا کوئی نتیجہ نہ نکلتا ہو انسان کو برائیوں سے روکنے اور بھلائیوں پر آمادہ کرنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ اسے دونوں کے نتائج سے واقف کیا جاتا ہے۔ عقیدۂ آخرت اسی خدمت کو انجام دیتا ہے۔ یہ عقیدہ انسان کو وضاحت سے بتاتا ہے کہ اگر وہ اپنی زندگی خدا کا نافرمان بن کر گزارے گا تو آخر کار کن تکالیف سے دوچار ہوگا اور اگر فرماں بردار بن کر گزارے گا تو اس کے لئے کیسے کیسے آنکھ کی ٹھنڈک کے سامان تیار ہیں۔

اس تالیف میں عقیدۂ آخرت کی جتنی وضاحت ہو چکی ہے اس کے بعد یہ آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر یہ عقیدہ اچھی طرح دل نشین ہو جائے تو وہ انسانی سیرت پر انتہائی گہرا اور دور رس اثر ڈالتا ہے۔ یہاں ان چند نمایاں صفات کی وضاحت کی جاتی ہے جو اس عقیدے کی پختگی کے باعث انسان میں لازماً

Marfat.com

پیدا ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے پہلی صفت دیانتداری ہے۔

دیانت داری

انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی زندگی۔ دیانت داری انسانی زندگی کو سکھی اور پر سکون بنانے میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ معلم دیانت دار ہوں گے تو قوم کی علمی سطح بلند ہو جائے گی۔ ڈاکٹر دیانت دار ہوں گے تو معاشرے میں صحت اور تندرستی عالم ہوگی۔ تاجر دیانت دار ہوں گے تو عوام کی زندگی میں سہولتیں پیدا ہوں گی۔ اور تھوڑی آمدنیاں بھی بہتر معیار زندگی بہم پہنچا سکیں گی۔ انجنیئر، اوورسیئر، مستری اور معمار دیانتدار ہوں گے تو عمارتیں مضبوط بنیں گی۔ سڑکیں دیرپا ثابت ہوں گی۔ اور نہروں کی حالت درست رہے گی۔ جج اور مجسٹریٹ دیانت دار ہوں گے تو انصاف خریدنا نہیں پڑے گا کہ غریب صرف اس لیے اپنے حق سے محروم ہو جائیں کہ وہ انصاف کی قیمت نہیں ادا کر سکتے۔ افسر اور حکمران دیانت دار ہوں گے۔ تو ملک کا دفاع مضبوط، بندوبست عمدہ اور خوشحالی اور فارغ البالی عام ہو جائے گی۔ اور بیرونی ممالک میں قائم کئے ہوئے سفارت خانے دیانت دار ہوں گے۔ تو اقوام عالم میں ملک کی شہرت عزت اور ساکھ بڑھے گی اور یہ شہرت، عزت اور ساکھ ملک کے بے شمار مسائل حل کرے گی۔ اور ان گنت مسائل کو پیدا ہونے سے روکے گی۔ غرضیکہ غور کریں۔ تو پتہ چلتا ہے کہ معاشرے کے بے انتہا دکھ صرف بدعملی اور بددیانتی کے باعث پیدا ہوتے ہیں۔

عقیدۂ آخرت کا مرکزی نکتہ چونکہ یہی ہے کہ ایک دن خدا کے حضور میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ اس لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک شخص

Marfat.com

صحیح معنوں میں آخرت کی جزا و سزا پر ایمان رکھتا ہو اور پھر دیانت دار نہ ہو چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ تاریخ اسلام کی وہ مشہور اور محبوب ہستیاں جنہوں نے انتہائی دیانت داری سے کام لیتے ہوئے ایسے روشن نمونے چھوڑے جو آج تک بھولے بھٹکوں کو راہ پر لگانے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں سب کی سب آخرت کا پختہ عقیدہ رکھتی تھیں۔

انہیں بابرکت ہستیوں میں حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی تھے۔ آپ نے اپنے نظام حکومت کی بنیاد ہی خوف آخرت پر رکھی تھی اور اگرچہ آپ نے صرف چند سال ہی حکومت کی مگر ان چند سالوں میں اس قدر اصلاحات ہوئیں کہ سلطنت دینی، اخلاقی اور مالی تینوں لحاظ سے کہیں سے کہیں جا پہنچی۔ آپ کے عہد میں آپ کی دیندارانہ اور عقلمندانہ پالیسی کے باعث مختلف علاقوں میں لوگ اس کثرت سے مسلمان ہوئے کہ جزیے کی آمدنی میں دفعتاً غیر معمولی کمی واقع ہو گئی۔ اس پر کسی علاقے کے عامل نے شکایت لکھ بھیجی کہ جزیے میں کمی آجانے کے باعث مجھے قرض لینا پڑا ہے۔ عامل کی اس شکایت پر حضرت عمر بن عبدالعزیز بہت ناراض ہوئے اور جواب دیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ خراج کے محصل بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔

سلطان ناصرالدین محمود دہلی کے تخت کے مالک ہونے کے باوجود ذاتی اخراجات کے لئے خزانے سے ایک پیسہ بھی نہیں لیتے تھے۔ وہ اپنے ہاتھ سے قرآن مجید لکھ کر روزی کماتے تھے۔ گھر میں کوئی کنیز نہ تھی اور ملکہ کو اپنے ہاتھ سے کھانا پکانا پڑتا تھا۔ ایک دن انہوں نے سلطان سے کہا کہ مجھے کھانا پکانے میں تکلیف ہوتی ہے۔ کیا اچھا ہو کہ آپ میرے لیے ایک کنیز رکھ دیں۔ سلطان نے جواب دیا کہ تمہاری خواہش تو ٹھیک ہے مگر کیا کروں میں خزانے

Marfat.com

کا مالک نہیں ہوں۔ اس کی مالک میری رعایا ہے۔ اس سے میں کچھ نہیں لے سکتا۔ اپنے ہاتھ سے جو کچھ کماتا ہوں اس میں اتنی گنجائش نہیں کہ لونڈی رکھ سکوں اس لیے صبر کرو۔ خدا صبر کا بدلہ ضرور دیتا ہے۔

شام کے ملک کو فتح کرنے کے بعد ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے اپنا ایک ایلچی قیصر کے پاس بھیجا۔ آپ کی بیوی ام کلثوم نے اس ایلچی کے ہاتھ عطر کی چند شیشیاں، قیصر کی بیوی کے پاس تحفتہً بھیجیں۔ قیصر کی بیوی نے شیشیوں سے عطر نکال لیا، اور ان کو قیمتی موتیوں سے بھر کر حضرت ام کلثوم کے پاس بھیج دیا۔ حضرت عمرؓ کو اس واقعے کی خبر ہوئی تو ان موتیوں میں سے تھوڑے سے اپنی بیوی کو دے کر باقی سرکاری خزانے میں جمع کرا دیئے اور فرمایا:

"بے شک عطر تمہارا ہی تھا۔ مگر جس آدمی کے ہاتھ تم نے عطر بھیجا وہ سرکاری ایلچی تھا اور اس کا خرچ بیت المال میں سے دیا گیا تھا۔ اس لیے ان موتیوں پر سرکار کا حق زیادہ اور تمہارا کم ہے۔" دیانتداری اس کو کہتے ہیں۔

ان بزرگ ہستیوں کا یہ طرزِ عمل صرف اس لیے تھا کہ وہ آخرت کی جواب دہی سے خائف رہتے تھے اور اس جواب دہی کے احساس کے باعث ان میں جو دیانتداری پیدا ہوئی وہ ان کی رعایا کے لیے رحمت خداوندی ثابت ہوئی۔

امام ابو حنیفہؒ کپڑے کے تاجر تھے۔ انہوں نے اپنے ملازموں کو حکم دے رکھا تھا کہ اگر کسی کپڑے میں کوئی نقص ہو تو گاہک کو پہلے وہ نقص دکھا دو۔ ایک دن کسی ملازم نے کوئی نقص والا کپڑا بیچ دیا۔ امام صاحب نے گاہک کو تلاش کروایا۔ لیکن وہ نہ ملا۔ آخر انہوں نے کپڑے کی قیمت

Marfat.com

کو خیرات کر دیا مگر خود استعمال نہ کیا۔

ابو غالب لغوی بہت بڑے مصنف تھے۔ انہوں نے فن لغت پر ایک کتاب لکھی جو بہت جلد چاروں طرف مشہور ہو گئی۔ مرسیہ کے طاقتور بادشاہ امیر مجاہد نے ابو غالب کو ایک ہزار اشرفیاں بھیجیں اور فرمائش کی کہ کتاب کے شروع میں یہ لکھ دیا جائے کہ یہ کتاب ابو غالب نے امیر مجاہد کے لئے لکھی۔ ابو غالب نے یہ اشرفیاں واپس بھیج دیں۔ اور کہلا بھیجا کہ میں نے یہ کتاب نہ تمہارے کہنے پر لکھی ہے نہ تمہارے واسطے لکھی۔ میں نے تو اسے لوگوں کے فائدے کے لیے لکھا ہے۔ میں ان اشرفیوں کی خاطر نہ اپنے آپ کو دھوکہ دینا چاہتا ہوں نہ لوگوں کو"۔

شجاعت

مسلمانوں کی ابتدائی صدیوں کے حالات میں ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو موت اتنی ہی عزیز ہو گئی تھی جتنی دوسرے لوگوں کو زندگی۔ وہ تو اپنی آخرت کی بہتری کے خواہاں تھے۔ چنانچہ جس وقت وہ محسوس کرتے تھے کہ عاقبت کی بہتری اب موت کے منہ میں جانے میں ہے تو وہ بے تکلف موت کے منہ میں جا گھستے تھے ان کی شجاعت کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ بیسیوں نے سینکڑوں کے، سینکڑوں نے ہزاروں کے اور ہزاروں نے لاکھوں کے منہ پھیر دیئے۔ مسلمانوں اور ایرانیوں کی جنگوں کے دوران میں ایک دفعہ ایرانی، مسلمانوں کی پامردی سے اس قدر مرعوب ہوئے کہ چیختے ہوئے دوڑے کہ:

" دلیواں آمدند " یعنی دلیو آ گئے۔

Marfat.com

وہ دیو تو نہیں تھے عام انسان ہی تھے مگر خدا پر مضبوط ایمان اور عقیدۂ آخرت کی پختگی نے ان میں وہ بے مثال شجاعت اور ثابت قدمی پیدا کر دی تھی کہ دنیا پرست ایرانیوں کو وہ دیو ہی لگنے لگے تھے۔ ان خدا پرستوں کو عین الیقین حاصل تھا کہ موت کا وقت اور موت کی جگہ دونوں معین ہو چکے ہیں۔ اور اب ان میں کوئی تبدیلی نہیں آ سکتی۔ میدان جنگ میں جانے سے موت اپنے معین وقت سے پہلے نہیں آ جائے گی۔ اور گھر بیٹھے رہنے سے اسے ٹالا نہیں جا سکتا۔ وہ اس آیت پر دل سے ایمان لائے ہوئے تھے۔

(اے نبیؐ ان سے کہہ دو) کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کے لیے قتل کیا جانا لکھا جا چکا ہوتا وہ (خود) اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے" (آل عمران ۱۵۴)

چنانچہ یہ ایمان نہ انہیں بزدل ہونے دیتا تھا اور نہ بھاگنے کا خیال آنے دیتا تھا۔ جس مجاہد کے دل میں پورا یقین ہو کہ شہادت کی موت کے بعد والی زندگی اس سے پہلے کی زندگی سے بدرجہا زیادہ شیریں اور ارفع ہوگی وہ موت کو زندگی پر کیوں نہ ترجیح دے گا۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی بے مثال شجاعت کا یہی راز تھا۔

جنگ یرموک اسلامی تاریخ جہاد میں بہت نمایاں مقام رکھتی ہے۔ ایک طرف مسلمان تھے اور دوسری طرف عیسائی رومی، رومی جنگ یرموک سے پہلے کی شکستوں کے باعث بہت زیادہ جوش میں آئے ہوئے تھے۔ ان کی فوج کے تیس ہزار جنگجوؤں نے تو فتح یا موت کی قسم کھا کر پاؤں میں بیڑیاں پہن لی تھیں کہ بھاگنے کا خیال بھی نہ آئے۔ ہزاروں پادری اور بشپ ہاتھوں

Marfat.com

میں صلیبیں لیے آگے آگے تھے اور حضرت مسیحؑ کا نام لے لے کر عیسائیوں کو جوش دلا رہے تھے۔ مگر یہ سارے ساز و سامان مسلمانوں کے جوش ایمانی اور بے پناہ شجاعت کے سامنے بے کار ثابت ہوئے۔ آخر کار عیسائیوں کے قدم اکھڑ گئے ایک لاکھ کے قریب عیسائی ہلاک ہوئے۔ حضرت عمرؓ کو جب اس فتح کی خبر ملی تو خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدے میں گر گئے۔ اس مثالی دور میں فتوحات کا شکر ادا کرنے اور مسرت کا اظہار کرنے کا یہی اسلامی طریقہ تھا۔ لہو و لعب اور فسق و فجور کے مظاہروں سے کامیابیوں کی خوشیاں نہیں منائی جایا کرتی تھیں۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے کی پہلی باقاعدہ جنگ جنگ بدر تھی۔ اس کے موقع پر ایک صحابی حضرت سعد بن خیثمہؓ کے والد نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ تم گھر پر رہو اور میں میدان جہاد میں نکلتا ہوں مگر سعدؓ اصرار کرتے تھے کہ آپ گھر پر رہیں اور میں میدان جہاد کی طرف جاتا ہوں۔ آخر نوبت قرعہ اندازی پر پہنچی۔ خدا کی قدرت کہ قرعہ بیٹے کے نام نکلا۔ حضرت سعدؓ نے باپ سے عرض کیا کہ اگر کوئی اور معاملہ ہوتا تو میں اپنی جان پر آپ کو ترجیح دیتا لیکن یہ تو جنت حاصل کرنے کا معاملہ ہے۔ مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ مجھے شہادت عطا فرمائے گا۔

حضرت انسؓ بن نضر کسی مجبوری کے باعث جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ احد میں آپ کو شرکت کا موقع ملا۔ احد میں جب مسلمانوں کی ایک غلطی کے باعث فتح شکست سے بدل گئی، مسلمانوں کی صفیں ٹوٹ گئیں، حضورؐ زخمی ہو گئے اور منافقین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی جھوٹی افواہ پھیلا دی تو حضرت انسؓ میدانِ جنگ میں یوں گویا ہوئے۔

Marfat.com

"اے اللہ! میں مسلمانوں کی غلطی اور کمزوری کی وجہ سے معافی چاہتا ہوں اور مشرکوں کے بُرے ارادوں سے اظہارِ نفرت کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میدان جنگ میں کود پڑے۔ دوسری طرف سے حضرت سعدؓ بن معاذ آرہے تھے۔ حضرت انسؓ نے انہیں کہا:

"اے سعدؓ! آؤ جنت میں چلیں۔ خدا کی قسم مجھے احد پہاڑ سے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔" یہ کہہ کر اس زور کا حملہ کیا کہ مشرکوں کی صفیں الٹ دیں اور داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔ لڑائی کے بعد جب میدان جنگ سے ان کا جسم اٹھایا گیا تو اس پر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے اسّی سے زیادہ زخم پائے گئے۔

ان پاکباز جانبازوں کی نگاہ میں موت کوئی شے ہی نہیں تھی۔ عرب کے کچھ کافروں نے ایک دفعہ یہ چال چلی کہ مسلمان بن کر حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مطالبہ کیا کہ معلمین کی ایک جماعت ہمارے ساتھ بھیجی جائے جو ہمیں ارکان اسلام سکھائے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے اہل صفہ کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔ جنگل میں جا کر ان دغا بازوں نے مسلمانوں کی اس جماعت کو بے دردی سے قتل کر ڈالا۔ ایک صحابی حرامؓ بن ملحان کو جب پیچھے سے نیزہ گھونپا گیا تو انہوں نے گرتے ہوئے فرمایا: "رب کعبہ کی قسم! میں تو کامیاب ہو گیا۔"

یہ شجاعت اور پامردی صرف صحت مند اور صحیح وسالم اعضا رکھنے والوں ہی میں نہیں پائی جاتی تھی، بلکہ معذور لوگ بھی شوقِ شہادت میں سرشار ہوتے تھے۔

حضرت عمروؓ بن جموح کے پاؤں میں چوٹ آگئی تھی جس کے باعث وہ لنگڑا کے چلتے تھے۔ اس معذوری کی بنا پر ان پر جہاد فرض نہیں تھا۔ چنانچہ جنگ

Marfat.com

بدر میں بھی انہیں ساتھ نہیں لے جایا گیا تھا۔ جنگ احد کا زمانہ آیا تو پھر ان کے بیٹوں نے انہیں روکا۔ مگر ان کے سر میں تو شہادت کا سودا تھا۔ حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا: "یا رسولؐ اللہ! یہ لڑکے مجھے آپؐ کے ساتھ چلنے سے روک رہے ہیں۔ لیکن خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ میں اسی لنگڑے پاؤں سے گھسٹتا ہوا جنت میں پہنچ جاؤں گا"۔ جنگ احد میں جب مسلمانوں میں انتشار پھیل گیا تو عمروؓ بن جموح نے اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر مشرکوں پر ایک زوردار حملہ کیا اور دونوں باپ بیٹوں نے شہادت حاصل کر لی۔

حضرت عمروؓ بن جموح نے میدان جہاد کا رخ کرتے ہوئے دعا کی تھی کہ خدایا مجھے شہادت نصیب کر اور اب زندہ گھر واپس نہ لانا۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کا معاملہ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے آپ نابینا تھے۔ آپ ہی وہ معزز ہستی ہیں جن کے بارے میں قرآن مجید کے آخری پارے میں سورۃ عبس میں کچھ آیات نازل ہوئیں۔

معذوری کے باوجود حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم کے شوق شہادت کا یہ حال تھا اکثر جنگوں میں شریک ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ:

"اور کچھ نہیں کر سکتا ہوں تو کیا اسلامی فوج کا جھنڈا تھام کر کھڑا بھی نہیں رہ سکتا ہوں۔ علم میرے ہاتھ میں دے کر دونوں صفوں کے درمیان مجھے کھڑا کر دو۔ انشاء اللہ بھاگوں گا ہرگز نہیں۔"

چنانچہ خلافت راشدہ کے عہد کی مشہور جنگ قادسیہ میں زرہ بکتر پہنے اسلامی فوج کا جھنڈا ہاتھ میں لے کر کھڑے تھے کہ اسی حالت میں شہادت نصیب ہوئی۔

Marfat.com

صبر و استقامت:

عقیدۂ آخرت جنگی شجاعت کے علاوہ انسان کو وہ صبر و استقلال بھی عطا کرتا ہے جس سے وہ زندگی کے عام دکھوں، محرومیوں اور پریشانیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتا ہے۔ خدا اور آخرت کے دن پر صحیح معنوں میں ایمان لانے والا انسان ان آزمائشوں اور اذیتوں کو سکون اور وقار سے برداشت کرے گا جو ایک عام دنیا پرست انسان کو جزع فزع کرنے اور ہوش و حواس کھو دینے پر مجبور کر دیں۔

جذبۂ شوقِ آخرت رکھنے والے انسان کے لئے جان لیوا مصیبتیں اس لئے ہلکی ہو جاتی ہیں کہ ایک طرف تو اسے زندگی کے مختصر اور عارضی ہونے کا قلبی یقین ہوتا ہے۔ اور دوسرے وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کا اجر کتنا عظیم رکھا ہوا ہے۔ جب زندگی بذاتِ خود انتہائی عارضی چیز ہے تو پھر اس کے اندر آنے والی مصیبت تو اس سے بھی زیادہ عارضی ہوئی اب۔ اگر اس عارضی در عارضی صورتِ حالات میں صبر اور برداشت سے کام لینے کا اجر اتنا عظیم ہو کہ خود اللہ تعالیٰ فرمائے کہ "بے شک خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"۔

تو پھر یہ کتنا نقصان کا سودا ہو گا کہ انسان جزع فزع اور شکوہ شکایت کر کے اتنے بڑے اعزاز سے اپنے آپ کو محروم کرے۔

جذبۂ شوقِ آخرت رکھنے والے انسانوں کے دل و دماغ میں یہی حقیقت نقش ہو چکی ہوتی ہے اور پھر یہ نقش شدہ حقیقت انتہائی پریشان کن حالات میں بھی انہیں سنبھالے رکھتی ہے۔

Marfat.com

یہ ایک حقیقت ہے کہ بڑے سے بڑے دکھ کے دنت بھی اگر دل میں یہ خیال جاگزیں ہو کہ یہ تکلیف تو ابھی ختم ہوا چاہتی ہے تو پھر ہمت بڑھ جاتی ہے اور اسے برداشت کرنے کی طاقت بڑھ جاتی ہے اور پھر اگر ساتھ یہ یقین بھی پورا ہو کہ اس تکلیف کا انجام انتہائی بہتر ہوگا تو پھر تو اسے برداشت کرنا اور بھی زیادہ آسان ہو جاتا ہے ذیل کی آیت صبر کی فضیلت اور صابر کو حاصل ہونے والے اعزاز کو وضاحت سے بیان کرتی ہے۔

"ہم ضرور تمہیں خوف وخطر، بھوک، مالوں، جانوں اور پھلوں کی کمی میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے اور ان لوگوں کو خوشخبری دے دیجئے جو (مصیبت پڑنے پر) صبر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم خدا ہی کے ہیں اور خدا ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی اور اس کی رحمت ہوگی۔ اور ایسے ہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں۔"

(البقرہ ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷)

لہٰذا عقیدۂ آخرت پر صحیح معنوں میں ایمان رکھنے والے اور اپنی آخرت کی زندگی کو زیادہ سے زیادہ بہتر بنانے کا شوق رکھنے والے انسانوں نے زندگی کے بڑے بڑے المناک دکھ بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کر لئے۔

ایک دفعہ حضرت عروہؓ بن زبیر کا بیٹا ایک گھوڑے پر سوار ہوا۔ گھوڑے نے اسے پٹخ دیا اور وہ اس صدمے سے جان بحق ہو گیا۔ اس کے بعد ہی حضرت عروہؓ کے پاؤں میں ایک نہایت زہریلا پھوڑا نکلا۔ اطباء نے کہا کہ پاؤں کاٹ دینا چاہیئے ورنہ زہر سارے جسم میں پھیل کر ہلاکت کا باعث بنے گا۔ حضرت عروہؓ نے اپنا پاؤں کٹوانے کے لئے آگے بڑھایا۔ جب پاؤں کٹنے لگا تو چند ارد

سنبھالنے کے لیے آئے حضرت عروہؓ نے پوچھا کہ "تمہارا کیا کام ہے؟"
انہوں نے جواب دیا کہ تکلیف کی شدت سے صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اس لیے ہم آپ کو سنبھالنے کے لئے آئے ہیں؟"
حضرت عروہؓ نے کہا: انشاء اللہ مجھے تمہاری امداد کی ضرورت نہیں ہوگی"
طبیبوں نے اوزاروں سے آپ کا پاؤں کاٹا۔ آپ نہایت استقلال سے بیٹھے رہے اور زبان تسبیح و تہلیل میں مشغول رہی۔ جب خون بند کرنے کے لیے زخم کو داغا گیا تو درد کی شدت سے بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو کٹا ہوا پاؤں منگوا کر دیکھا اور الٹ پلٹ کر اسے فرمایا! "اس ذات کی قسم جس نے تجھ سے میرا بوجھ اٹھوایا، اسے خوب معلوم ہے کہ میں تیرے ساتھ کسی حرام راستے پر گامزن نہیں ہوا"
بیٹے کے انتقال اور پاؤں کے کٹنے پر بھی حضرت عروہؓ صبر و شکر کرتے اور کہتے:
"اللہ تیرا شکر ہے کہ میرے چار ہاتھ پاؤں میں سے تو نے ایک ہی لیا اور تین باقی رکھے اور چار بیٹوں میں سے ایک ہی لیا اور تین باقی رکھے۔ اگر تو نے کچھ لیا ہے تو بہت کچھ باقی رکھا ہے اگر کچھ مصیبت میں مبتلا کیا ہے تو بہت دن عافیت میں بھی رکھ چکا ہے"
لاہور کی جامعہ اشرفیہ کے بانی مفتی محمد حسن صاحب کی ٹانگ میں کوئی ایسی تکلیف ہو گئی کہ ٹانگ کاٹنے کا فیصلہ ہوا۔ آپ نے بھی اپنی ٹانگ ہوش میں کٹوائی۔ آپریشن کرنے والے سرجن بھی پریشان تھے کہ ہوش میں اتنا بڑا آپریشن کیسے ہو گا۔ مگر مفتی صاحب نے سی بھی نہ کی۔ اس حیرت انگیز صبر و ضبط کی وجہ انہوں نے خود بتائی کہ اس تکلیف کے وقت میں اس تکلیف کے اجر کو اس

طرح اپنے سامنے مجسم کئے رہے کہ درد کے باعث بے قرار ہونے کی نوبت ہی نہ آئی۔

حضرت ابوطلحہؓ کا لڑکا بیمار تھا وہ بچے کو اسی حال میں چھوڑ کر اپنے کام پر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد بچے کا انتقال ہو گیا۔ ان کی اہلیہ محترمہ نے لوگوں سے کہہ دیا کہ ابوطلحہؓ کو بچے کی وفات کی اطلاع نہ ہونے پائے۔ شام کو وہ اپنے کام سے واپس آئے تو بچے کا حال پوچھا، بولیں کہ پہلے سے زیادہ سکون میں ہے یہ کہہ کر ابوطلحہؓ کے لئے کھانا لائیں۔ وہ اطمینان سے کھانا کھا کر لیٹ گئے۔ بعد میں نیک بیوی نے نہایت حکیمانہ انداز میں پوچھا کہ اگر کوئی کسی کو کوئی چیز ادھار دے دے اور پھر واپس مانگے تو کیا اس کو یہ حق حاصل ہے کہ چیز کو روک لے۔ ابوطلحہؓ نے کہا: بھلا یہ حق کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ صابرہ بیوی نے کہا کہ اچھا پھر اپنے بیٹے پر بھی صبر کر لیجئے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان بی بی کے اس بے مثال صبر کی اطلاع ہوئی تو ان دونوں میاں بیوی کے حق میں دعا فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ محترمہ حضرت اسماءؓ، سخت بیمار پڑیں۔ آپ ان کی عیادت کے لیے آئے، ماں نے بیٹے سے کہا: بیٹے دل میں یہ آرزو ہے کہ دو باتوں میں سے ایک جب تک نہ دیکھ لوں خدا مجھے زندہ رکھے۔ یا تو تو میدان جنگ میں شہید ہو جائے اور میں تیری شہادت کی خبر سن کر صبر کی سعادت حاصل کروں یا تو فتح پائے اور میں تمہیں فاتح دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر دں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے والدہ کی زندگی ہی میں شہادت حاصل کر لی۔ شہادت کے بعد حجاج نے ان کی نعش کو سولی پر لٹکا دیا۔ حضرت اسماءؓ اس وقت انتہائی ضعیف ہو چکی تھیں۔ مگر وہاں تشریف

Marfat.com

لائیں جہاں ان کے جگر گوشے کی نعش لٹک رہی تھی اور بڑے صبر اور وقار سے گویا ہوئیں۔

"کیا اس سوار کے لیے ابھی وقت نہیں آیا کہ گھوڑے کی پشت سے نیچے اترے۔"

غم اور تکلیف کے وقت اظہار غم ایک فطری امر ہے لہٰذا آنسوؤں پر کوئی پابندی نہیں البتہ اس بات کا پورا خیال رکھنا چاہیئے کہ صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ غم کی شدت کے باعث گریبان پھاڑنا، گالوں پر طمانچے مارنا۔ سر اور سینہ پیٹنا نوحہ کرنا اور خدا اور تقدیر کے شکوے کرنا یہ سب ایسی باتیں ہیں جو ایک مومن کے شایان شان نہیں۔

واضح رہے کہ سکون و وقار کے ساتھ اظہارِ غم کر لینا اور آنسو بہانا بے صبری نہیں بلکہ غم والم کے عالم میں زبان اور جسم کے ساتھ جو فضول اور شکوہ آمیز حرکات کی جاتی ہیں۔ وہ بے صبری ہے۔ چنانچہ جذبہ شوقِ آخرت رکھنے والے انسان بے حس اور سنگدل نہیں ہو جاتے کہ ان پر اپنے ذاتی اور دوسرے انسانوں کے دکھوں کا کوئی اثر ہی نہ ہو۔ وہ بتقاضائے بشریت رنج و غم سے لازماً متاثر ہوتے ہیں۔ لیکن نہ ان کے غم میں مبالغہ اور غلو ہوتا ہے اور نہ وہ اظہار ماتم کے وہ طریقے اختیار کرتے ہیں جو ایک صابر و شاکر مومن کی شان سے گرے ہوئے ہوں۔ اس کی وجہ وہی ہے جو بیان ہو چکی کہ وہ دانا لوگ خوب جانتے ہیں کہ دکھ ایک عارضی شے ہے اور صبر کا پھل بڑا ہی شیریں ہے۔

سیر چشمی اور عالی ظرفی:

سیر و تفریح کرنے والوں کی ایک جماعت سوات کی وادی میں پھر رہی تھی

Marfat.com

جماعت کا ہر انسان سوات کے حسین مناظر سے بے حد متاثر ہو رہا تھا سوائے ایک انسان کے، یہ نہیں کہ اس ایک انسان کو وہ پُرکشش مناظر پُرکشش لگ نہیں رہے تھے۔ وہ یقیناً ان کی خوب صورتی کو محسوس کر رہا تھا۔ مگر دوسرے لوگوں کی طرح اسے وہ مناظر "حد سے زیادہ" خوب صورت نہیں لگ رہے تھے یہی نہیں بلکہ جب دوسرے انسان بے خود ہو ہو کر واہ واہ کرتے اور ایک دوسرے کو پکار پکار کر کسی گرتے پانی یا لہلہاتے مرغزار کی طرف توجہ دلاتے جیسے دوسرے بہر حال دیکھ ہی رہے ہوتے تھے تو وہ انسان جی ہی جی میں حیران ہو ہو جاتا کہ مناظر تو کوئی شک نہیں کہ پرکشش ہیں مگر اتنا آپے سے باہر ہونے والی بات آخر کون سی ہے۔

کچھ عرصہ گزرنے کے بعد وہ غریب اس بھرے مجمع میں اپنے آپ کو بڑا ہی اجنبی سا محسوس کرنے لگا۔ اُسے شرم سی آنے لگی کہ ساتھی کہیں گے کہ وہ ایسا کور ذوق ہے کہ فطرت کی رعنائیاں اس پر اثر انداز نہیں ہو رہیں۔ وہ دوسروں کے ساتھ ہم نوائی کرنے کے لیے اوپری دل سے اسی طرح واہ واہ کرنے لگا جس طرح دوسرے کر رہے تھے مگر یہ واہ واہ زیادہ تر زبان ہی سے نکل رہی تھی دل سے نہیں نکل رہی تھی۔

اسے خود اپنے آپ پر تعجب آ رہا تھا کہ آخر وہ ساتھیوں کے بے تابانہ جذبۂ تعریف کا حصے دار کیوں نہیں بن رہا۔ مگر گھر واپس پہنچنے سے پہلے پہلے یہ راز اس کی سمجھ میں آ گیا۔ وہ وادی سوات کے دلفریب مناظر سے بہت زیادہ اس لیے متاثر نہ ہو سکا کہ وہ وادی کشمیر میں رہ چکا تھا اور وہاں کے مناظر دیکھ چکا تھا۔ بس صرف یہی وجہ تھی کہ سوات کے مناظر کی خوب صورتی نے اس پر کوئی غیر معمولی اثر نہ ڈالا تھا۔

Marfat.com

جو آنکھ نسبتاً ارفع مناظر دیکھ چکی ہو وہ پھران مناظر سے جو اول الذکر سے کم درجے کے ہوں آخر اتنا زیادہ متاثر کیسے ہو سکتی ہے کہ آپے سے باہر ہوتی چلی جائے۔

اسی سے ان لوگوں کی ذہنیت کا تصور کیجئے جو عقیدۂ آخرت پر دل سے ایمان لائے ہوتے ہیں۔ ان کی تصور کی آنکھ نے جو ابدی سکون والی حسین سرزمین دیکھی ہوتی ہے اس کے مقابلے میں وہ ان حقیر اور گھٹیا سازو سامان سے کیسے متاثر ہو سکتے ہیں جو نہ صرف یہ کہ بے انتہا گھٹیا ہیں بلکہ بہت جلد ختم ہو جانے والے بھی ہیں۔

یہ رشوت ستانیاں، یہ ناجائز سفارشیں، یہ کنبہ پروریاں اور جنبہ داریاں یہ قمار بازیاں، یہ وارثوں کا موروثوں کو ہلاک کر دینا، یہ سرپرستوں کا اپنے زیر سرپرستی صاحب جائیداد یتیموں کو قتل کرنا، یہ سرکاری افسروں کا قومی خزانے کو بے تحاشا لوٹنا، یہ قومی غداروں کا پورے پورے ملک کو بیچ ڈالنا، یہ ڈاکہ زنی، یہ چوریاں، یہ ڈاکے، یہ دھوکا فریب، یہ سب کچھ اور ان سے پیدا ہونے والے ان گنت دکھ جنہوں نے انسانیت کو زخموں سے چور چور کر رکھا ہے۔ یہ سب کچھ آخر اسی لیے تو ہوتا ہے کہ انسان کی آنکھ ندیدی ہو گئی ہے اور اس نے دنیا کی گھٹیا چیزوں ہی کو انمول سمجھ لیا ہے۔

اگر اس کی تصور کی آنکھ کے سامنے ان چیزوں سے ارفع چیزیں ہوتیں تو وہ ان گھٹیا چیزوں کی حرص میں گرفتار ہو کر اپنی عاقبت اور دوسروں کی زندگی کو خراب نہ کرتا۔

ایک تاریخی حکایت بیان کی جاتی ہے کہ کسی حکمران نے ایک بڑا دربار سجایا اور اس میں بڑی بڑی قیمتی اشیاء رکھ دیں۔ چیزوں کی ترتیب یہ تھی کہ

Marfat.com

نسبتاً کم قیمتی چیزیں دروازے کے پاس تھیں۔ پھر جیسے جیسے آگے بڑھا جاتا، زیادہ سے زیادہ قیمتی چیزیں آتی جاتیں۔ دربار کے آخر میں بادشاہ خود تخت بچھا کر بیٹھ گیا۔ اور لوگوں میں عام اعلان کر دیا گیا کہ جس کا جی چاہے آئے اور اس دربار کے اندر جو کچھ ہے اس میں سے جو چاہے لے لے۔

لوگ یہ اعلان سن کر ٹوٹ پڑے اور اشیا اٹھا اٹھا کر لے جانے لگے یہاں ہر شخص کا ظرف ظاہر ہونے لگا۔ جن لوگوں نے زیادہ اچھی قسم کے ساز و سامان دیکھے ہی نہ تھے وہ تو دروازے کے پاس والی چیزوں ہی سے ایسے متاثر ہوئے کہ وہی اٹھانے لگے۔ ان کے لیے وہی بڑی غیر معمولی تھیں انہوں نے آگے بڑھ کر دیکھنے کی تکلیف ہی گوارا نہ کی کہ شاید آگے بہتر قسم کی اور زیادہ قیمتی چیزیں ہوں۔ جو لوگ زیادہ اعلیٰ ذوق رکھتے تھے وہ کچھ اور آگے بڑھے اور بہتر قسم کی چیزیں اٹھائیں۔ غرض کہ جس نے جتنے زیادہ بہتر قسم کے ساز و سامان دیکھے ہوئے تھے وہ اتنا زیادہ آگے بڑھا اور زیادہ بہتر قسم کی چیزیں حاصل کیں۔ تاہم دربار کے آخر تک کوئی نہ پہنچا حالانکہ قیمتی ترین چیزیں وہاں رکھیں تھیں۔

اس دوران میں ایک بے نیاز قسم کی بڑھیا لاٹھی ٹیکتی آگئی اور دربار کے اندر ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ وہ دونوں طرف نگاہ ڈالتی چلی جا رہی تھی۔ قیمتی سے قیمتی چیز پڑی تھی مگر اس کی نگاہوں سے ایسے محسوس ہوتا تھا گویا وہ حقیر سنگ ریزوں کو دیکھتی جا رہی ہے۔ وہ بڑھتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ وہاں پہنچ گئی جہاں تک اس سے پہلے کوئی عمدہ سے عمدہ ذوق والا اور زیادہ سے زیادہ حیثیت والا بھی نہیں پہنچا تھا۔

لوگ حیران تھے کہ یہ بڑھیا آخر کیا چاہتی ہے۔ کیا ان انمول اشیاء میں سے

Marfat.com

کوئی بھی اسے دل کش نہیں لگ رہی۔ بڑھیا وہاں پہنچ گئی جہاں بادشاہ خود تخت پر بیٹھا تھا اور اسے مخاطب کر کے کہا :

"تم نے یہی اعلان کیا ہے نا کہ اس دربار کی جو چیز جو شخص چاہے لے لے۔"

بادشاہ نے اقرار کیا کہ ہاں ایسا ہی اعلان کیا گیا ہے۔

بڑھیا نے بادشاہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا :

"مجھے تو صرف تمہاری ضرورت ہے"

اس حکایت کے متعلق یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ یہ کہاں تک تاریخی ہے تاہم جو یہاں بیان کرنا مقصود ہے وہ صرف اس کا اخلاقی سبق ہے۔

جس حکمران نے یہ دربار لگایا تھا، ظاہر ہے جو اشیاء اس نے عوام کو دینے کے لیے یہاں رکھی تھیں وہ اس کے اصلی خزانے سے بہت کم تھیں جس دانا عورت نے خود اس کے اپنے آپ ہی کو مانگ لیا تھا وہ خود بخود ہی ان سب خزانوں کی مالک بن گئی جو اس حکمران کے پاس تھے۔ اور اس کے اصلی خزانوں کے مقابلے میں وہ چیزیں تو کوئی حیثیت ہی نہ رکھتی تھیں۔ جو اس نے عوام کے آگے پھیلا رکھی تھیں۔

لہٰذا جو شخص واقعی آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور بعد الموت کی زندگی اس کے تصور کی آنکھوں کے سامنے واضح ہو وہ لازماً سیر چشم ہوگا۔ اور یہ سیر چشمی اسے لازماً عالی ظرف بھی بنا دے گی۔ ان سیر چشم، عالی ظرف انسانوں سے کسی طرح بھی توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ ناپائیدار، ادنیٰ اور کانٹوں بھری خوشیاں حاصل کرنے کے لئے اپنے دین اور اپنی اسلامی غیرت کا سودا کر لیں گے۔ نہ ان کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ دنیا پرست "بڑے لوگوں" کے

Marfat.com

آگے عاجزی دکھائیں گے یا سر جھکائیں گے۔ اور نہ ان سے یہ ہی متوقع ہے کہ اگر خدا انہیں دنیا دی دولت سے نوازے تو وہ پھول کر کُپا ہو جائیں اور تکبّر کا شکار ہوں۔ عقیدۂ آخرت انسان میں جو بے نیازی اور استغنا پیدا کر دیتا ہے اس کی وضاحت ذیل کے واقعے سے خوب ہوتی ہے۔

حضرت صفوان بن سلیم ایک ممتاز تابعی تھے انہوں نے سلیمان بن عبدالملک کا زمانہ پایا۔ ایک دفعہ سلیمان بن عبدالملک مدینے آیا۔ ان دنوں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مدینے کے گورنر تھے۔ خلیفہ حضرت عمرؓ کے ہمراہ مسجد میں نماز پڑھنے گیا۔ نماز کے بعد مقصورہ کا دروازہ کھولا تو وہاں حضرت صفوان بن سلیم نظر آئے سلیمان نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے پوچھا "یہ کون بزرگ ہیں؟ میں نے ان کے بشرے سے بہتر آثار نہیں دیکھے"۔ انہوں نے بتایا کہ صفوان بن سلیم ہیں یہ سن کر سلیمان نے پانچسو دینار کی تھیلی غلام کے ہاتھ ان کی خدمت میں بھیجی۔ جب غلام نے جا کر تھیلی پیش کی تو حضرت صفوان نے کہا۔

"میاں تمہیں دھوکا ہوا ہے کسی اور کے پاس بھیجی ہو گی۔"

غلام نے پوچھا کہ کیا آپ صفوان نہیں ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں میں ہی صفوان ہوں مگر تم ذرا جا کر دوبارہ پوچھ آؤ۔"

جونہی غلام پوچھنے گیا۔ حضرت صفوان نے جوتا اٹھایا اور مسجد سے نکل گئے اور پھر جتنی دیر سلیمان بن عبدالملک مسجد میں رہا وہ مسجد میں نہ آئے۔ واضح رہے کہ سلیمان بن عبدالملک کی اقلیم اس وقت تین براعظموں میں پھیلی ہوئی تھی۔

عاقبت کی جزا و سزا پر ایمان لانے والوں کے لئے دنیاوی دولتوں کے مالک سرے سے کوئی اہمیّت ہی نہیں رکھتے۔

حضرت سعید بن مسیّب نے کئی اموی خلفاء کا زمانہ پایا مگر ان کے آگے

Marfat.com

سر تسلیم خم کرنا تو درکنار انہوں نے کبھی انہیں لائق التفات بھی نہ سمجھا۔

ایک دفعہ خلیفہ عبدالملک مدینے میں آیا اور حضرت سعید بن مسیب کو ملنا چاہا۔ اس نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر آدمی بھیجا کہ انہیں بلا لائے وہ اس وقت مسجد میں مصروف عبادت تھے۔ پیغامبر نے جا کر کہا کہ:

"امیر المومنین آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

حضرت سعید نے کہا کہ امیر المومنین کو نہ مجھ سے کوئی ضرورت ہے اور نہ مجھے ان سے۔ اگر ان کی کوئی ضرورت ہو بھی تو وہ پوری نہیں ہو سکتی۔

عبدالملک نے یہ جواب سن کر دوبارہ آدمی بھیجا مگر حضرت سعید نے دوبارہ وہی جواب دیا۔ پیغام بر نے کہا: "امیر المومنین بار بار بھیجتے ہیں اور تم اس طرح کا خشک جواب دیتے ہو۔ اگر انہوں نے منع نہ کر دیا ہوتا تو میں تمہارا سر کاٹ لیتا۔"

حضرت سعید نے بے پروائی سے کہا کہ: اگر امیر المومنین مجھے کوئی عطیہ دینا چاہتے ہیں تو وہ میں تمہیں بخشتا ہوں۔ جا کر حاصل کر لو اور اگر ان کا کچھ اور ارادہ ہے تو خدا کی قسم میں اپنی نشست اس وقت تک نہیں بدلوں گا جب تک وہ جو کرنا چاہتے ہیں کر نہ گزریں۔

آخر عبدالملک مایوس ہو کر چلا گیا۔

اسی خلیفہ عبدالملک کا واقعہ کہ ایک دفعہ وہ مدینے آیا، تو رات کو اسے نیند نہ آئی۔ اس نے دربان کو حکم دیا کہ مسجد میں جا کر دیکھو، اگر مدینے کا کوئی قصہ خواں مل جائے تو اسے لے آؤ کہ ذرا جی بہلے۔ وہ مسجد میں آیا تو حضرت سعید بن مسیب عبادت کر رہے تھے۔ اس نے انہیں سے کہا کہ امیر المومنین کی آنکھ کھل گئی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ کسی قصہ خواں کو

Marfat.com

لے آؤں اس لیے تم میرے ساتھ چلو۔

حضرت سعید نے پوچھا کہ مجھے بلوایا ہے کیا؟

دربان نے کہا: "نہیں انہوں نے تو قصہ خواں کو بلوایا تھا۔ میں نے دیکھا کہ تم جاگ رہے ہو اس لیے تمہیں کو لیے چلتا ہوں۔"

حضرت سعید نے کہا: "امیر المومنین سے جا کر کہہ دو کہ میں ان کا قصہ خواں نہیں ہوں۔"

جذبۂ شوق آخرت رکھنے والی ہستیوں کو جب دنیاوی جاہ و جلال حاصل ہو جائے تو وہ انہیں کسی قسم کے تکبر اور فخر میں مبتلا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ اس جاہ و جلال کو غیر معمولی اہمیت ہی نہیں دیتے۔ ہاں بتقاضائے بشریت بڑائی کا خیال آ ہی جائے تو بھی وہ فوراً دل کی تادیب کو بیٹھتے ہیں اور اسے دوبارہ اپنی اصلی اعلیٰ ظرفی کی طرف واپس لے آتے ہیں۔

ایک دن حضرت عمر فاروق رضؓ منبر پر چڑھے اور فرمایا:

"ایک دن وہ تھا کہ میں اپنی خالہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا، اور وہ اس کے عوض میں مجھے مٹھی بھر کھجوریں دے دیا کرتی تھیں۔"

بس صرف اتنا کہا، اور پھر منبر سے نیچے اتر آئے۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ امیر المومنین نے ایسا کیوں کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف نے آخر کہہ ہی دیا کہ "امیر المومنین اس طرح تو آپ نے اپنی تنقیص کی اور خود کو لوگوں کی نظروں میں حقیر کیا۔"

حضرت عمر رضؓ نے فرمایا۔ "نہیں بلکہ قصہ یہ ہے کہ تنہائی میں میرے دل نے کہا کہ تم امیر المومنین ہو۔ تم سے افضل کون ہو سکتا ہے۔ اس لیے میں نے چاہا کہ اسے اس کی حقیقت بتا دوں تاکہ اس کو پھر اس قسم کا خیال بھی نہ آئے۔"

Marfat.com

غالباً کم لوگوں ہی کو معلوم ہوگا کہ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ ایک کروڑ پتی رئیس تھے۔ مگر دنیا انہیں کروڑ پتی کی حیثیت سے نہیں بلکہ اللہ کے ایک عابد و زاہد اور صالح بندے ہی کی حیثیت سے جانتی ہے۔

عفو و درگذر

احساسِ آخرت سے پیدا ہونے والی عالی ظرفی کا ایک نمایاں مظہر عفو و درگزر بھی ہے جن عقل مندوں کو معلوم ہے کہ انتقام کی قدرت موجود ہوتے ہوئے بھی جو شخص انتقام نہ لے اور معاف کر دے، خدا تعالیٰ اس کے اپنے گناہ معاف کر دیتا ہے، وہ اپنے گناہ معاف کروانے کو اس پر ترجیح دیتے ہیں کہ دل سے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کریں۔

سنہ ھ میں جب واقعۂ افک پیش آیا اور کچھ مفسدہ پردازوں نے حضرت عائشہ رضؓ کے متعلق ناشائستہ باتیں کیں تو حضرت ابوبکرؓ کے ایک عزیز مسطح بھی اس مفسدہ پردازی کا شکار ہوگئے حالانکہ حضرت ابوبکرؓ ان ان کی کفالت کیا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت عائشہؓ کی برأت ظاہر فرمادی تو حضرت ابوبکرؓ نے مسطح کی کفالت بند کر دی اور قسم کھالی کہ اب امداد نہیں دوں گا۔ کیونکہ مسطح کے طرزِ عمل سے حضرت کو قدرتی طور پر رنج پہنچا تھا۔ مگر بعد میں آیت نازل ہوئی۔

"تم میں جو لوگ بزرگی اور مقدرت رکھتے ہیں وہ اپنے رشتہ داروں مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو مدد نہ دینے کی قسم نہ کھائیں۔ انہیں چاہیئے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ بھی تمہیں بخش دے اور اللہ غفور و رحیم ہے۔" (سورہ نور ۲۲)

اسے سن کر حضرت ابوبکرؓ بول اٹھے کہ خدا کی قسم میں تو چاہتا ہوں کہ خدا

Marfat.com

مجھے بخش دے اور حضرت مسطح کا وظیفہ دوبارہ جاری کر دیا۔

جذبہ خیرات :

عقیدۂ آخرت کی پختگی کے باعث جہاں انسان کے دل سے دنیاوی سازو سامان، دولت و ثروت اور جاہ و جلال کی حرص ختم ہوتی ہے وہاں قدرتی طور پر راہ خدا میں خرچ کرنے کا جذبہ بھی بڑھ جاتا ہے۔

اللہ رب العلمین نے قرآن کے ذریعے اور رسول مقبول ؐ نے خود اپنے فرمانوں کے ذریعے مسلمانوں کو یہ حقیقت وضاحت سے سمجھا دی تھی کہ جو مال اللہ کی راہ میں خرچ ہو جاتا ہے وہ دینے والے کے لئے قطعی طور پر محفوظ ہو جاتا ہے اور اسے خدا کئی گنا کر کے آخرت میں واپس کرے گا۔ اور جو مال انسان سینت سینت کر رکھتا ہے اور محض جمع کرنے کی حرص کی خاطر جمع کرتا ہے وہ تو وارثوں کے کام آتا ہے اور خود مالدار کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

حضرت علی مرتضیٰ ؓ کے ایک قول میں بھی یہی مضمون ملتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں :

"تیرے مال میں سے تیرا حصہ تو صرف اتنا ہی ہے جو تو نے آخرت کے لئے پہلے بھیج دیا اور جسے دنیا میں چھوڑ دیا وہ تیرے وارثوں کا مال ہے۔"

خیرات کی ایک شکل قرضدار کا قرضہ معاف کرنا بھی ہے حضرت ابو قتادہ ؓ کہتے ہیں کہ حضور ؐ نے فرمایا کہ جسے یہ بات بھلی لگے کہ خدا اسے روز قیامت کے جانکاہ غموں سے نجات دے تو اسے چاہیئے کہ تنگ دست مقروض کو مہلت دے یا قرضہ اسے معاف کر دے۔ (مسلم)

Marfat.com

حضرت علی مرتضیٰؓ کا قول ہے۔ "اعمال کے میزان کو خیرات کے وزن سے بھاری کرو۔"

آخرت کی بہتری کے لیے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت معلوم ہونے کا یہ قدرتی نتیجہ تھا کہ مسلمانوں میں راہ خدا میں خرچ کرنے کا ذوق و شوق بہت زیادہ پایا جاتا تھا۔ اور چونکہ یہ جو کچھ خرچ کیا جاتا تھا وہ غریب انسانوں ہی پر صرف ہوتا تھا اس لیے آخرت کی بھلائی کا جذبہ انسانیت کی دنیاوی بھلائی کا بھی برابر سبب بنتا رہتا تھا۔

۹ھ میں قیصر روم نے مسلمانوں کو مرعوب کرنے کی خاطر افواہ اڑادی کہ وہ عرب پر حملہ آور ہونے والا ہے۔ مقابلے کے لیے ایک بڑا لشکر تیار کیا گیا تھا۔ گرمی کا موسم تھا اور سفر بہت لمبا تھا۔ پھر اتنے بڑے لشکر کے لیے بہت تیاریوں کی ضرورت تھی۔ رسول اکرم صلعم نے صحابہ کو خدا کی راہ میں مال صرف کرنے کی تلقین فرمائی۔ اس موقع پر مسلمانوں نے بڑھ چڑھ کر چندے دیئے مگر حضرت ابوبکرؓ نے ایک ایسی مثال قائم فرمائی جو بے مثال تھی آپ اپنے گھر کا تمام اثاثہ اٹھا کر لے آئے۔ اور جب حضورؐ نے پوچھا: کہ ابوبکر اپنے اہل و عیال کے لیے کیا چھوڑا۔ تو آپ نے جواب دیا۔ "ان کے لیے اللہ اور رسولؐ کافی ہیں۔"

جب مسلمان ہجرت کر کے مدینے آئے تو آبادی بڑھ جانے کے باعث پانی کی بہت تکلیف ہو گئی۔ شہر میں ایک ہی کنواں۔ بیر رومہ تھا جس کا پانی پینے کے لائق تھا اور اس کا مالک ایک یہودی تھا۔ وہ پانی فروخت کیا کرتا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اس یہودی سے بات چیت کی کہ کسی طرح وہ کنواں بیچنے پر آمادہ ہو جائے۔ اس نے کہا کہ میں صرف نصف کنواں فروخت کروں گا۔ ایک دن تمہاری باری ہوگی اور دوسرے دن میری اور اس کے لئے میں

بارہ ہزار درہم قیمت لوں گا۔

حضرت عثمانؓ نے یہی شرط منظور کر لی اور نصف کنواں خرید لیا گیا۔ اب مسلمان یوں کرتے تھے کہ حضرت عثمانؓ کی باری والے دن میں اتنا پانی بھر لیا کرتے تھے کہ دو دن کے لیے کافی ہو۔ یہودی نے جب یہ دیکھا تو پھر آٹھ ہزار درہم لے کر باقی نصف بھی حضرت عثمانؓ ہی کے ہاتھ بیچ دیا۔ اس طرح حضرت عثمانؓ نے بیس ہزار درہم خرچ کر کے بندگانِ خدا کی سیرابی کا بندوبست کر دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس ایک دن کسی عزیز نے بہت سا مال بھیجا آپ اس دن روزے سے تھیں۔ افطار سے پہلے پہلے سارا مال مستحقین میں تقسیم کر دیا۔ افطار کے وقت کنیز نے توجہ دلائی کہ اپنی افطار کے لیے تو کچھ رکھ لیا ہوتا۔ فرمانے لگیں: اسوقت کیوں نہ یاد دلایا؟ اب ملامت نہ کرو۔

حضرت صفوان بن سلیم زہری ایک دن مسجد میں سے نکلے۔ موسم سخت سردی کا تھا مسجد کے باہر ایک آدمی کو دیکھا کہ ننگے بدن سردی میں ٹھٹھر رہا ہے۔ اسی وقت اپنے کپڑے اتار کر اسے دے دیئے۔

حضرت عروہؓ بن زبیر کے کھجوروں کے باغات تھے۔ جب کھجوریں پک کر تیار ہو جاتیں تو باغ کی دیوار تڑوا دیتے اور عام اعلان کر دیتے کہ لوگ آئیں اور کھائیں اور باندھ باندھ کر ساتھ لے جائیں۔

حضرت امام زین العابدین علی، جو حضرت علیؓ مرتضیٰ کے پوتے تھے جب فوت ہوئے اور آپ کو غسل دیا جانے لگا تو ان کے جسم پر نیل کے داغ نظر آئے۔ تحقیق کیا گیا تو معلوم ہوا کہ آپ راتوں کو اپنی پیٹھ پر آٹے کی بوریاں لاد لاد کر غریبوں کے گھروں میں لے جایا کرتے تھے۔ اور یہ اس کے داغ تھے جب کوئی سائل آتا تو امام صاحب فرماتے:

"میرے توشے کو آخرت کی طرف لے جانے والے! مرحبا!"

Marfat.com

اور خود اٹھ کر سائل کو دیتے آپ فرمایا کرتے تھے کہ "صدقات سائل کے ہاتھ میں جانے سے پہلے خدا کے ہاتھ میں جاتے ہیں۔" اپنی زندگی میں دو مرتبہ آپ نے اپنے کل مال و متاع کا نصف خدا کی راہ میں دے دیا تھا۔

وقت کی قدر :

کسی عقل والے کا مقولہ ہے :

"اگر آپ کے پاس ایک ہی روٹی ہو اور آپ کے بچے بھوکے ہوں تو آپ اس روٹی کو پرندوں کے آگے نہیں ڈالیں گے۔ اگر آپ کے پاس ایک چھاگل پانی کی ہو اور آپ نے صحرا عبور کرنا ہو تو آپ اس پانی سے پاؤں نہیں دھوئیں گے۔ آپ کے پاس ایک ہی زندگی ہے اور اسی سے آپ نے اپنی آخرت کمانی ہے آپ اسے بیکار کاموں پر کیسے صرف کر سکتے ہیں۔"

آخرت کی بھلائی کی حرص انسان کو زندگی میں ملنے والی فرصت کی قدر و قیمت سکھاتی ہے۔ کیونکہ یہی مختصر سی مدت ہی تو ہے جس میں کوئی عمل کیا جا سکتا ہے۔ جب اس دار العمل سے چل دیئے تو پھر تو صرف نتائج ہی دیکھنے ہوں گے۔ عمل کا موقع تو موت کے ساتھ ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ یہ وہ حقیقت ہے کہ جتنا بھی اس پر غور کیا جائے کم ہے۔

اس دنیا میں انسان کی مثال ایک برف بیچنے والے کی سی ہے۔ وہ صبح برف کا بلاک لے کر بیٹھتا ہے۔ شام تک اگر اس نے ہوشیاری دکھائی اور اپنی برف بیچ لی تو اس کا سرمایہ بھی اسے مل گیا اور مزید نفع بھی کما لیا۔ لیکن اگر وہ برف کا بلاک رکھ کر پڑ کر سو جائے، گاہک آئیں اور اسے سوتا دیکھ کر واپس چلے جائیں اور وہ شام تک اپنی برف نہ بیچ سکے تو انجام کیا ہوگا؟ نفع تو خیر وہ

Marfat.com

کھوئے گا ہی مگر ساتھ ہی سرمایہ بھی ہاتھ سے گنوا بیٹھے گا۔ کیونکہ برف تو شام تک گھل کر پانی ہو چکی ہو گی۔

یہی حال انسانی زندگی کا ہے۔ یہ شب و روز جو ہمیں ملے ہوئے ہیں یہ وہ سرمایہ ہیں جن سے ہم نے آخرت کا نفع کمانا ہے اگر ہم نے ہوشیاری اور دوراندیشی سے کام لیا اور اس سرمائے سے نفع کما لیا تو خوشحال ہو کر واپس جائیں گے اور اگر غفلت کا شکار رہے اور نفع حاصل کرنے کی طرف کچھ توجہ نہ دی تو بہت جلد وہ وقت آجائے گا کہ نہ نفع پاس ہو گا نہ سرمایہ، کیونکہ زندگی تو برف کی طرح دم بدم گھلتی چلی جا رہی ہے اور ہماری توقع سے بہت جلد یہ بلاک پانی بن کر رہ جائے گا۔ پھر آگے ایک بڑی ہی کٹھن منزل ہو گی۔ اور خالی ہاتھ اور ندامت و پشیمانی سے چور دل۔

الاخوان المسلمون کے بانی راہ حق کے شہید جناب حسن البناؒ، وقت کی اہمیت بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اگر تم ان میں سے کسی سے پوچھو کہ آخر اس بے فائدہ بیٹھک کا مقصد کیا ہے تو وہ پوری بے باکی سے تمہیں جواب دے گا۔ کہ میں وقت کاٹ رہا ہوں غریب اتنا نہیں سمجھتا کہ جو وقت کاٹتا ہے وہ خود اپنی زندگی کے درخت پر کلہاڑا چلاتا ہے اس لئے کہ وقت ہی زندگی ہے۔"

اردو ادب میں ایک پرانا سا شعر ہے جس کی اہمیت ہر وقت نئی ہوتی ہے:

غافل، تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

Marfat.com

یقولِ کسے لوگ سالگرہ کی خوشی کیوں مناتے ہیں ؟ وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری عمر کا ایک اور سال بڑھ گیا ۔ حالانکہ وہ بڑھتا نہیں بلکہ کم ہوتا ہے ۔ عمر نے تو دم بدم کم ہوتا ہی ہے مگر توجہ اس بات پر ہونی چاہیئے کہ ہر لمحہ جو گزر رہا ہے اس کے لیے ہم خدا کے ہاں جوابدہ ہیں اگر تو یہ درست طریقے سے صرف ہو رہا ہے تو الحمد للہ ! اور اگر یہ غفلت کی نذر ہو رہا ہے یا ایسے کاموں پر صرف ہو رہا ہے جو انجام بدلانے والے ہیں تو پھر یاد رکھنا چاہیئے کہ بڑے سے بڑا ڈاکو بھی ہم پر ڈاکہ ڈال کر وہ نقصان نہیں پہنچا سکتا جو وقت کا ضیاع پہنچا دیتا ہے ۔ کیونکہ لٹی ہوئی دولت وقت کے ذریعے دوبارہ حاصل کر لیجاتی ہے مگر وقت کی دولت جب چھن جائے تو اس کا ایک سیکنڈ بھی دوبارہ حاصل نہیں کیا جا سکتا ۔

یہ تھوڑے ہی سے دن ہیں ۔ انہیں میں سب کچھ کرنا ہے ۔ یہ اتنے تھوڑے ہیں اور ان میں کیا جانے والا کام اتنا بڑا ہے کہ اس میں قطعی اس کی کوئی گنجائش نہیں کہ اسے فضول ضائع کیا جائے ۔ یہ رات بڑی چھوٹی ہے اور اس میں کیا جانے والا کام بے انتہا لمبا ہے ۔

بعض بزرگوں کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ وہ خود اپنے گھروں کے اندر کہیں گڑھا کھود رکھتے تھے ۔ وقتاً فوقتاً وہاں جا کر آنکھیں بند کر کے چپ چاپ لیٹ گئے اور اپنے اوپر پورے طور پر یہ خیال حاوی کر لیا کہ اب ہم مر چکے ہیں اور قبر میں پہنچ چکے ہیں ۔ اب واپس جانے کا کوئی امکان نہیں پھر سوچتے کہ وہ کون کون سی باتیں ہیں جو اس وقت دل میں چبھ رہی ہیں ۔ جو یہ وقت آنے سے پہلے کر لی جانی چاہئیں تھیں مگر نہ کیں اور اب تو مر ہی گئے ہیں اور واپس تو جا ہی نہیں سکتے ۔

فلاں شخص کا قرضہ دینا تھا ۔ حالات کچھ ایسے بُرے تو نہ تھے کہ ادا کر ہی نہ سکتے تھے ۔ مگر غفلت کے باعث آگے آگے ڈالتے گئے ۔ اور اب تو واپس

Marfat.com

جانا ہی نہیں ۔ فلاں عزیز سے زیادتی کی تھی ۔ احساس بھی ہو گیا تھا کہ اچھی ہی زیادتی ہے مگر جھوٹی اکڑ کے باعث اس سے معافی نہ مانگی اور اب یہاں پہنچ گئے ہیں اور معافی مانگنے کا امکان ہی نہیں رہا، وہ بوجھ اسی طرح سر پہ لٹک رہا ہے اور اتارنے کی کوئی صورت ہی نہیں ۔ فلاں اور فلاں دن یہ موقع پیدا ہوا تھا کہ غریب ہمسائے کی مالی امداد کریں ۔ مگر جو رقم اس پر خرچ ہو سکتی تھی ۔ وہ ایک بڑھیا لباس پر خرچ کر دی ۔ اور آج وہ بڑھیا لباس دنیا ہی میں چھوڑ آئے ہیں ۔ حالانکہ اگر وہ رقم ایک محتاج کی اعانت پر صرف ہوتی تو یہاں قبر میں ہمارے ساتھ آتی اور اب نواسے لانے کی کوئی صورت ہی نہیں ۔ غرضیکہ اسی طرح وہ اپنی کوتاہیوں کو یاد کر کے دل میں خوب ندامت کے طوفان اٹھاتے پھر اس قبر سے زندہ اٹھ کر باہر آ جاتے اور فوراً وہ سب کام کر گزرتے جو اس گڑھے کے اندر ندامت اور پشیمانی کا باعث بن چکے ہوتے ۔ غرضیکہ زندگی کے یہ اوقات جو لسا اوقات غیبتوں، بہتان طرازیوں، لڑائی جھگڑوں، تن آسانیوں، فتنہ سامانیوں، لہو و لعب اور بدلا ہتہ ممنوع اور شنیع کاموں میں صرف ہو جاتے ہیں زندگی کے وہ انمول ہیرے ہیں جو اگر ایک دفعہ چھن جائیں تو پھر دوبارہ ان کے ملنے کا کوئی سوال ہی نہیں اٹھتا جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے

"اور جس دن وہ انہیں اکٹھا کرے گا ایسے معلوم ہو گا گویا وہ ایک گھڑی دن سے زیادہ دنیا میں نہیں ٹھہرے" (یونس ۴۵)"

"جس دن وہ اسے دیکھیں گے ایسا معلوم ہو گا کہ گویا وہ (دنیا میں) ایک شام یا اس کی صبح سے زیادہ نہیں رہے تھے۔"

(النزعت - ۴۶)

Marfat.com

اُخروی زندگی کا دوام :

آخرت کے سلسلے میں ایک خاص طور پر یاد رکھی جانے والی بات یہ ہے کہ آخرت پر صرف ایمان ہی نہیں رکھنا بلکہ ساتھ ہی اس حقیقت کو بھی پوری طرح ذہن نشین کرنا ہے کہ جو زندگی آخرت میں ملے گی وہ پھر کبھی ختم نہیں ہوگی۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ آخرت پر لکھنے اور بولنے والے جتنا زور دنیوی زندگی کی بے ثباتی پر دیتے ہیں اتنا آخرت کے دوام پر نہیں دیتے۔ ویسے تو جو شخص آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اسے دائمی بھی جانتا ہے مگر آخرت کو دائمی سمجھنا ایک بات ہے۔ اور اس کے دوام کو اس طرح ذہن نشین کرنا جیسے کہ ذہن نشین کرنے کا حق ہے ایک بالکل دوسری بات ہے۔ بے شمار لوگ نظری حد تک تو مانتے ہیں کہ خدا ہر وقت دیکھ رہا ہوتا ہے مگر اس کے باوجود بڑے دھڑلے سے بُرے اعمال کرتے رہتے ہیں اور اس وقت انہیں ذرا بھی یاد نہیں ہوتا کہ خدا انہیں یہ بدعملیاں کرتے دیکھ رہا ہے۔ ایسے ہی نظری حد تک مان لینا کہ آخرت دائمی ہے مگر ساتھ ہی دنیا کی بے حقیقت اور ناپائیدار آسائشوں کے لئے ایمان فروخت کرتے رہنے کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ آخرت کے دوام پر یقین ہونے کا دعویٰ تو ہے مگر یہ یقین، دل و دماغ میں رچا بسا ہوا نہیں ہے۔

لہٰذا آخرت کے دوام پر صحیح معنوں میں یقین ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر کما حقہٗ غور و خوض کیا جاتا رہے اور اس دوام کو حتی الامکان دل و دماغ میں نقش کرنے کی کوشش جاری رہے تاکہ دنیا کے حقیر نفسانی خواہشات کی بے ثباتی کا احساس اتنا گہرا ہو جائے کہ پھر انسان اللہ کی نافرمانی سے دور رہے

Marfat.com

دور تر ہوتا چلا جائے۔

جہاں تک ممکن ہو بار بار یاد کرنا چاہیئے کہ آخرت کی زندگی انجام سے ناآشنا ہے۔ اس کا کوئی دوسرا کنارہ نہیں، اس نے کبھی ختم نہیں ہونا، وہاں موت کا کوئی وجود نہیں، وہ ہمیشہ، ہمیشہ، ہمیشہ رہنے والی زندگی ہے اس میں اگر اللہ تعالیٰ خوشی کی رات دے گا تو اس کے بعد کوئی غم کا دن نہیں آئے گا۔ اور اگر کوئی مسرت کا دن عطا فرمائے گا تو اس کے بعد کوئی دکھ کی کالی، لمبی رات نہیں آئے گی۔ اس دنیا میں اگر مسرت کا کوئی لمحہ آ بھی جاتا ہے تو بسا اوقات اس کے دوران بھی دل میں کانٹا کھٹک رہا ہوتا ہے کہ "کل کیا ہوگا"۔ مگر آخرت کی زندگی میں "کل کیا ہوگا" کا کوئی وجود نہیں ہوگا۔ وہاں کی مسرت قائم دائمی ہوگی اور وہاں کا عذاب، خدا محفوظ رکھے، وہ ناقابل برداشت ہوگا۔ زندگی میں یہ بھی ایک کیا جانے والا کام ہے اور بہت ضروری کام ہے کہ اس حقیقت کو بار بار، بار بار، بار بار ذہن نشین کرنے کی کوشش جاری رکھی جائے کہ آخرت کی زندگی کبھی ختم نہیں ہوگی۔

حضرت عبداللہ (رض) (ابن مسعود) بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جنت میں داخل کرے گا۔ اور اہل دوزخ کو دوزخ میں۔ پھر ایک پکارنے والا ان کے درمیان کھڑا ہوگا اور کہے گا کہ اے جنت والو (اب) موت نہیں ہے۔ اور اے دوزخ والو (اب) موت نہیں ہے۔ جو شخص جس حالت میں ہے اسی میں ہمیشہ رہے گا۔ (مسلم)

حضرت ابن عمر (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں پہنچ جائیں۔

Marfat.com

گے تو موت کو لایا جائے گا۔ یہاں تک کہ اسے جنت اور دوزخ کے درمیان رکھا جائے گا، پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا (اور موت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی) پھر ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے جنت والو (اب) موت نہیں ہے، اے دوزخ والو، (اب) موت نہیں ہے۔ اس سے جنت والوں کی (پہلی) خوشی پر اور خوشی کا اضافہ ہو جائے گا۔ اور دوزخ والوں کے (پہلے) غم پر اور غم کا اضافہ ہو جائے گا۔

(بخاری)

Marfat.com

زندگی بے بندگی شرمندگی

①

آخرت

بنتُ الاسلام

Marfat.com